نورانی محفلیں

[یعنی مجموعہ مواعظ]

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی

جلد اول

نقل وترتیب

مفتی محمد ناصر صاحب
تاؤلوی

مولوی محمد شعبان صاحب
بستوی

حواشی، مراجعت اور نظر ثانی

زیر نگرانی

نور الحسن راشد کاندھلوی

ناشر

مکتبہ نور ـــــ محلہ مولویان، کاندھلہ ضلع شاملی

نورانی محفلیں

[یعنی مجموعہ مواعظ]

حضرت اقدس مولانا مفتی **افتخار الحسن** صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی

نقل وترتیب: مفتی محمد ناصر صاحب تاؤلوی

و

مولوی محمد شعبان صاحب بستوی

حواشی ہمراجعت اور نظر ثانی: زیر نگرانی: نور الحسن راشد کاندھلوی

صفحات: [۳۷۸]

طباعت: مکتبہ نور، مولویان، کاندھلہ۔ ضلع شاملی [یوپی]

کمپوزنگ: شہاب الدین قاسمی بستوی 09027397611

مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ

تعداد: گیارہ سو [۱۱۰۰]

قیمت:

MAKTAB-E-NOOR

Moulviyan, Kandhla,Distt.Shamli (Muzaffar Nagar)
(U.P)India.247775 Ph.09358667219
Email:nhrashidkandhlavi@yahoo.com

فہرست مضامین

①

آخرت کی یاد

۲

دعا کی حقیقت اور فوائد وثمرات

۳

اسلام میں امانت داری کی حیثیت اور مقام

۴

نماز کی اہمیت اور اجر و ثواب

۵

علم کیسے حاصل کیا جاتا ہے؟

(۶)

عاشورائے محرم الحرام

حق تعالیٰ کا ایک اہم انعام

۷

حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

⑧

تفسیر معوذتین

⑨

حق تعالیٰ کے دو مخصوص انعام

۱۰

قرآن کی فضیلت

۱۱

اعمال رمضان

۱۲

دعا کی اہمیت

کلمۂ مرتب

نور الحسن راشد کاندھلوی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

نورانی محفلیں، میرے والد ماجد، حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہم ودامت برکاتہم [ولادت: ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ھ۔ ۱۰ر جنوری ۱۹۲۲ء] کا دائمی معمول اور پوری زندگی کی بنیادی اہم ترین مشغولیت، اصلاح وارشاد، تعلیم ودرس قرآن مجید، اس نواح کے عوام کی دینی خدمت، مسائل وفتاویٰ میں رہنمائی رہی۔

حضرت مولانا کا زمانۂ طالب علمی سے وعظ وتقریر کا، تقریباً ہر دن کا معمول رہا، دسیوں ہزار وعظ کہے ہوں گے، مگر افسوس کہ ان کی نقل وحفاظت کا اہتمام نہیں ہوا۔ ان میں چند وعظ چار، چار، پانچ پانچ گھنٹے کے تھے، اس وقت ضبط کے آلات، ٹیپ ریکارڈ وغیرہ بھی عام نہیں ہوئے تھے، لکھنے والوں نے جو لکھا وہ ان کے گھروں میں رہ گیا اور بعض کا سرمایہ بعد میں ضائع ہوگیا۔ اس لئے پرانے مواعظ وافادات میں سے، تین چار سو صفحات کی تقریروں کے علاوہ، اب تک کچھ ہاتھ نہیں آیا۔

ان مواعظ کو باقاعدہ محفوظ کرکے ان کو ٹیپ سے کاغذ پر منتقل کرنے، ان کے حوالے تلاش کرنے اور ان کی اشاعت پر سب سے پہلے مفتی ناصر صاحب [تاؤلی مظفرنگر] نے توجہ کی، مفتی ناصر صاحب کی، ایک حادثہ میں اچانک، جواں مرگ وفات کی وجہ سے، یہ کام رک گیا

تھا، بعد میں مدرسہ عیدگاہ کاندھلہ کے مدرس، مولوی محمد شعبان صاحب نے اس سلسلہ کو کسی قدر آگے بڑھایا، چند اور مواعظ نقل کیے، چند شائع ہوئے، اسی طرح علیحدہ علیحدہ عنوانات سے اٹھارہ بیس مواعظ [جس میں تین چار میں، ایک سے زیادہ وعظ شامل تھے] چھپے، سامنے آئے، پڑھے اور پسند کیے گئے۔ تین چار وعظ کئی ناشرین نے شائع کئے اور مختلف اطلاعات سے ان کی افادیت اور اثر انگیزی کا علم ہوتا رہا، لیکن ان طباعتوں میں کمپوزنگ کی غلطیاں رہ گئی تھیں، متعدد حوالے اور حاشیے بے محل اور نا تمام تھے، اور ان کی دوبارہ اچھی اشاعت کے مطالبے آتے رہتے تھے، اس لئے ان تمام مواعظ پر، اجمالی نظر ثانی کی گئی، دو چار کے علاوہ، تمام حوالے دوبارہ دیکھ لئے گئے، پرانے حوالے ختم کر کے، صحیح معتبر حوالے درج کر دیئے گئے، چند پیراگراف یا سطریں مختلف مقامات سے حذف بھی کر دی گئیں، جو عام لوگوں کے لئے غیر مفید تھیں، اور ان تمام مطبوعہ مواعظ کو، ایک کتاب، ایک مجموعہ کی صورت میں مرتب کر کے یکجا شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو اس کے پڑھنے اور اس سے دینی فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اس طرح کے اور بیسوں وعظ، سی ڈیز میں موجود ہیں، ان کی نقل اور ترتیب وطباعت کا بھی ارادہ ہے، اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے، اور اس سلسلہ کو بہتر صورت میں مکمل کرنے کا موقع عطا فرمائے۔

نور الحسن راشد کاندھلوی

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وسلامٌ علیٰ عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَللّٰھُمَّ لَکَ الحَمْدُ کَمَا اَنْتَ اَھْلُہ فَصَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ کَمَا اَنْتَ اَھْلُہ، وَافْعَلْ بِنَا مَا اَنْتَ اَھْلُہ، فَاِنَّکَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سَیِّدنا وَمولانَا مُحَمَّدٍ وَّعلیٰ اٰلِ سَیِّدنَا وَمولانَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الغَافِلُوْنَ.

اَمَّا بَعدُ، قَالَ اللّٰہ عَزَّاِسْمُہ وَجَلَّ جَلَالُہ فِی کِتَابِہ الکَرِیْم، اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیْم، بِسْمِ اللّٰہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم:

وَاتَّقُوا یَوماً لَّا تَجزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئاً وَّ لا یُقْبَلُ مِنْھَا شَفَاعَۃٌ وَّلَا یُوخَذُ مِنْھَا عَدْلٌ وَّ لَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ.(۱)

ترجمہ : اور اس دن سے ڈرو کہ جس دن کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہیں آئے گا، اور نہ کسی کی طرف سے شفاعت قبول ہوگی، اور نہ اس کی طرف سے بدلہ لیا جائے گا اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔

قیامت میں ہر فرد بشر سے مطالبہ ہوگا: میرے محترم بزرگو اور دوستو! اس آیت میں اللہ رب العزت نے قیامت کے دن سے ڈرایا ہے، اور خطاب اگرچہ بنی اسرائیل کو ہے مگر پورے عالم کے انسان اس کے مخاطب ہیں، جو مکلّف ہیں ان سب کو ڈرایا گیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ حشر کے میدان میں صرف بنی اسرائیل سے مطالبہ ہوگا، بلکہ ہر اس شخص سے مطالبہ

(۱) سورۃ بقرہ آیت: ۴۸

ہوگا جس کو بلوغ کے بعد اٹھایا گیا ہے۔[1]

مسند بزار کی روایت ہے جس کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں سورۂ حج کے پہلے رکوع میں نقل کیا ہے:

اَلْمَوْلُوْدُ حَتّٰی یَبْلُغَ الْحِنْثَ مَا عَمِلَ مِنْ حَسَنَۃٍ کُتِبَتْ لِوَالِدِہٖ او لِوَالِدَیْہِ وَمَا عَمِلَ مِنْ سَیِّئَۃٍ لَمْ تُکْتَبْ عَلَیْہِ ولا علیٰ وَالِدَیْہِ فاذا بَلَغَ الْحِنْثَ اَجْرَی اللّٰہُ عَلَیْہِ الْقَلَمَ۔[2]

ترجمہ: بچہ نابالغ ہونے کے زمانہ میں جو نیک عمل کرتا ہے وہ اس کے والد یا والدین کے اعمال نامہ میں درج ہوتا ہے، اور جو گناہ کرتا ہے، وہ نہ اس کے اعمالنامہ میں لکھا جاتا ہے اور نہ اس کے والدین کے اعمالنامہ میں اس کا اندراج ہوتا ہے، ہاں جب بچہ بالغ ہوجاتا ہے تو اللہ عزاسمہ اس پر اپنے احکام نافذ فرمادیتا ہے۔

کافر آخرت میں نیک عمل کے ثواب سے محروم رہے گا: اسی طرح اگر کافر کوئی نیک کام کرے، اور کفر ہی کی حالت میں مرے تو اس کو آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰہُ ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔

ترجمہ: اور ہم نے جو کام انہوں نے کئے تھے ان پر توجہ کی پھر ہم نے ان کو اڑتی

---

(۱) ونقل ایضا عن الحافظ ابن حجر العسقلانی ان الذی یظھر اختصاص السوال بالمکلف وقال[الشامی] وتبعہ علیہ شیخنا یعنی الحافظ السیوطی.[رد المحتار ج:۲، ص:۸۱، مطبوعہ بیروت]

(۲)ھذا حدیث غریب جدا وفیہ نکارۃ شدیدۃ، مع ھذا قد رواہ الامام احمدبن حنبل فی مسندہ موقوفا ومرفوعاً. والحدیث بطولہ اوردہ ابن کثیر ج:۳، ص:۲۰۷

ہوئی خاک کر ڈالا۔ (۱)

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ لَّا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلَى شَيْءٍ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيْدُ. (۲)

ترجمہ: ان لوگوں کا حال جو اپنے رب کے منکر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے وہ راکھ کہ اس پر آندھی کے دن زور کی ہوا چلے، اپنے ہاتھ کی کمائی میں سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہ لگے گا، یہ ہی ہے دور بہک کر جا پڑنا۔

عبداللہ بن جدعان کی ثواب سے محرومی: جیسے عبداللہ بن جدعان (۳) کہ وہ بہت سخاوت کرتا تھا، صلہ رحمی کرتا تھا، اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا، حضرت عائشہؓ نے جب اس بارے میں پوچھا کہ اس کو آخرت میں اجر ملے گا یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، اس لئے کہ اس نے کبھی یہ نہیں کہا:

رَبِّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ. (۴)

ترجمہ: اے میرے رب! قیامت کے دن میری تقصیر کو معاف کر دینا۔

مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت کا منکر تھا، اس لئے اس کا صلہ رحمی کرنا، مسکینوں کو کھانا کھلانا،

(۱) سورۂ فرقان آیت: ۲۳

(۲) سورۂ ابراھیم آیت: ۱۸

(۳) ابن جدعان عرب کے زمانہ جاہلیت کے مشہور سخاوت کرنے والوں میں سے ہے۔ نبوت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اس نے پایا ہے۔ اس کے یہاں ہر آنے جانے والے کے لئے ہر وقت لنگر جاری رہتا تھا۔ [الاعلام للزرکلی ج:۴، ص:۷۶]

(۴) مسلم شریف ج:۲، ص:۱۱۵، مسند احمد ج:۶، ص:۹۳

اس کو کوئی نفع نہ دے گا۔

مشرکین ہند مشرکین عرب کی ڈگر پر: یہی حال ہندوستانی کافروں کا ہے، ان کا عقیدہ بھی وہی ہے جو مشرکین عرب کا تھا، مشرکین عرب کہتے تھے:

نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ. (۱)

ترجمہ: مرتے ہیں اور جیتے ہیں، اور ہم کو دوبارہ جینا نہیں ہے۔

جب اپنے عقیدہ کے خلاف مشرکین عرب نے سنا کہ ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو کہنے لگے:

اَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ (۲)

ترجمہ: کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (پھر زندگی کی طرف واپس کیے جائیں گے؟) یہ واپسی تو عقل سے بہت دور ہے۔

عاص بن وائل کی عقلی کاوش: ابی بن خلف اور ایک روایت کے مطابق عاص بن وائل یہ سن کر قبرستان گیا، اور ایک قبر میں سے ہڈی کے ٹکڑے آپ کی خدمت میں لایا اور ہاتھ سے اس کو مسل کر ریزے ریزے کر دیا اور ہوا میں اڑا دیا، اور کہنے لگا اے محمد! تمہارا گمان ہے کہ اللہ انسان کو دوبارہ زندہ کرے گا، مگر کیسے زندہ کرے گا جب کہ یہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت کی طرح اڑ گئی؟ آپ نے فرمایا جی ہاں! اللہ تعالی تجھے موت دے گا پھر دوبارہ زندہ کرے گا، اور جہنم میں تجھے ڈالے گا، اس پر سورہ یٰسین کی یہ آخری آیتیں نازل ہوئیں۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ

(۱) سورۂ مومنون آیت: ۳۷

(۲) سورۂ ق آیت: ۳

رَمِيْمٌ ○ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ. (۱)

ترجمہ: کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے اس کو ایک قطرے سے بنایا، پھر تب ہی وہ جھگڑنے والا ہو گیا، اور ہمارے لئے مثال بیان کرتا ہے، اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ جب کہ وہ کھوکری ہو گئیں تو کہہ دے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ بنایا تھا، اور وہ سب طرح بنانا جانتا ہے۔

بہرکیف! میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ اس آیت میں خطاب اگرچہ بنی اسرائیل کو ہے۔ مگر سارے انسان مخاطب ہیں، کیوں کہ ایسے دن سے بچنے کے حکم مل رہا ہے جس دن سب کی حاضری ہوگی۔

قیامت کے دن ہر فرد بشر کی حاضری ہوگی: جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

قُلْ اِنَّ الاَوَّلِيْنَ وَالاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ. (۲)

ترجمہ: اے پیغمبر تو کہہ دے کہ اگلے اور پچھلے ایک معین دن کے وقت پر سب اکٹھے ہونے والے ہیں۔

یعنی قیامت کے دن سب کو اکٹھا ہونا ہے، اور اس کا وقت اللہ کے علم ازلی میں مقرر ہے،

---

(۱) وقال الحافظ ابن كثير جاء ابي بن خلف (لعنه الله) الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي رواية ابن عباس ان العاص بن وائل اخذ عظما من البطحاء ففته بيده ثم قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم ايحيي هذه الله بعد ما ارى؟ فقال الرسول الله صلى الله عليه وسلم نعم يميتك ثم يحييك ثم يدخلك جهنم، وقال: نزلت الأيات من اخر يس. [ابن كثير ج: ۳، ص: ۵۸۱]

(۲) سورۂ واقعہ آیت: ۴۹، ۵۰

ایک جگہ قیامت کے دن سے ان الفاظ میں ڈرایا گیا ہے۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ .(1)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو بے شبہ قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔

اے لوگو! [اس میں نحوی قاعدہ کے لحاظ سے] الف لام استغراق کا ہے۔(۲) یعنی سب انسانوں کو خطاب کیا، اے عالم کے انسانو! اپنے رب کریم سے ڈرو، ان کے احکام کا لحاظ رکھو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ٹوٹے نہ چھوٹے، قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔

اے نادان انسان! اس دن کی فکر کیوں نہیں کرتا؟ وہ دن ایسا ہوگا کہ اس دن دودھ پلانے والی عورت اپنے بچے کو بھول جائے گی، اور حاملہ اپنے حمل کو گرا دے گی، اور لوگ مدہوش معلوم ہوں گے، مگر وہ مدہوش نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے سامنے اللہ کا عذاب ہوگا۔

وَتَرَى كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَى إِلَى كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ .(۳)

ترجمہ: اور تو ہر فرقے کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھے گا، اور ہر فرقے کو اس کے اعمال نامہ کی طرف بلایا جائے گا، جیسا تم کرتے تھے، آج ویسا ہی بدلہ پاؤ گے۔

میدان حشر کی ہولناک آمد: ایک جگہ اور ارشاد ہے:

(۱) سورۂ حج آیت: ۱

(۲) کما في المدارک وھو ھنا عام لسائر المکلفین ج: ۱، ص: ۳۵ وفي روح المعاني وقالت الحنابلة بل ھو عام لمن بعدھم الی یوم القیامة ج: ۱، ص: ۱۸۳

(۳) سورۂ جاثیہ آیت: ۲۸

وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى.(۱)

ترجمہ: اوراس دن جہنم کولایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا، مگراس دن نصیحت حاصل کہاں ہوگی؟

حدیث پاک میں ہے کہ اس دن ساتویں زمین کے نیچے سے جہنم کولایا جائے گا، اور جہنم ستر ہزار باگوں (زنجیروں) میں جکڑی ہوئی ہوگی، اور ہرایک باگ کوستر ہزار فرشتے پکڑے ہوئے ہوں گے، اور کھینچ رہے ہوں گے۔(۲)

جب دوزخ حشر کے میدان سے دوسوسال دوررہ جائے گی تو وہ جوش میں آکراپنی تمام باگوں کوتوڑ ڈالے گی، اور یہ کہتی ہوئی حشر کے میدان کی طرف بڑھے گی کہ آج میں انتقام لے لوں گی ہراس شخص سے جس کو پیدا کیا تھا میرے رب نے، اوراس نے عبادت کی دوسروں کی، اور آج میں بدلہ لےلوں گی ہراس شخص سے جس کوکھانے کودیا تھا میرے رب نے اورانہوں نے شکریہ ادا کیا دوسروں کا، یہ کہہ وہ جہنمیوں کواس طرح چن لے گی جس طرح مرغی زمین سے دانہ چن لیتی ہے۔(۳)

ایک اورروایت میں ہے کہ ستر ہزار فرشتے دوزخ کواپنے مقام سے ستر ہزار باگوں سے کھینچتے ہوئے عرش معلیٰ کے بائیں طرف لائیں گے، اور جب جہنم کا حشر کے میدان سے دوسو سال کا فاصلہ رہ جائے گا تو جہنم کی چنگاریاں اور لپکیں اڑیں گی، اس کے جوش وخروش اورآواز کو

---

(۱) سورۂ فجر آیت:۲۳

(۲) مسلم ج:۲، ص:۳۸۱

(۳) یا محمد! انہ لیجاء بجہنم یوم القیامۃ حتی تقف بین یدی اللّٰہ تعالیٰ فیقول لھا تکلمی، فتقول لا الہ الا اللّٰہ وعزتک وعظمتک لانتقمن الیوم ممّن اکل رزقک وعبد غیرک، [تذکرۃ القرطبی ص:۴۷]

جب اہل محشر اتنی دور سے سنیں گے تو ان پر خوف غالب ہو جائے گا، سب پیغمبر علیہم السلام اپنے منبروں اور کرسیوں سے اتر پڑیں گے، اور ساری مخلوق گھٹنوں کے بل بیٹھ جائے گی، اور نفسی نفسی پکار اٹھے گی، [1] اسی کو فرمایا گیا ہے: يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا، مگر اس دن نصیحت حاصل کرنے کا موقع نہیں ہوگا، دار العمل (دنیا) میں جو کچھ کرنا چاہئے تھا وہ دار الجزاء (آخرت) میں نہیں ہو سکتا۔

غرض اس آیت میں قیامت کے دن سے ڈرایا گیا ہے، اور مقصد یہ ہے کہ اس دن کے آنے سے پہلے پہلے اس دن کی تیاری کرلو، اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، نہ ماں باپ، نہ بھائی بہن، نہ مال و اولاد اور نہ کوئی اور چیز۔

مصیبت سے بچنے کے چار طریقے: انسان جب مصیبت میں پھنس جاتا ہے تو اس سے بچنے کے لئے چار طریقے اختیار کرتا ہے:

(۱) کوئی بڑا (ذی وجاہت) آدمی کہہ دیتا ہے کہ یہ میرا آدمی ہے، تو مجرم گرفت سے بچ جاتا ہے۔

(۲) یا سفارش کردی جاتی ہے، اور سفارش سے رُستگاری ہو جاتی ہے۔

(۳) کچھ لے دے کر چھٹکارا مل جاتا ہے۔

(۴) اگر ان طریقوں سے بھی کام نہ چلے تو پکڑنے والے کا گھیراؤ کر لیتے ہیں۔

مگر حشر کے میدان میں ان میں سے کوئی ذریعہ بھی کام نہ آئے گا، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ. [2]

---

(۱) تفسیر فتح العزیز اردو ص: ۲۵۶، سورۂ فجر

(۲) سورۂ بقرہ آیت: ۱۲۳

ترجمہ: اور تم ایسے دن سے ڈرو جس میں کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نہ کوئی مطالبہ ادا کرنے پائے گا، اور نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا، اور نہ کسی کو کوئی سفارش مفید ہوگی، اور نہ ان لوگوں کو کوئی بچا پائے گا۔

روز حشر کے تین مواقع جہاں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا: حدیث پاک میں ایک واقعہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کو ایک دن دوزخ کے تصور سے رونا آ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہؓ کیوں روتی ہو؟ فرمایا: یا رسول اللہ! جہنم کے خیال سے رونا آ گیا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ میدان حشر میں اپنے اہل خانہ کو یاد فرمائیں گے؟

ارشاد فرمایا: تین مواقع ایسے ہوں گے جن میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔

ایک تو میزان پر جب اعمال وزن کئے جارہے ہوں گے، یہاں تک معلوم نہ ہو جائے کہ اعمال کا وزن ہلکا رہا یا بھاری، دوسرے جب اعمال نامے ہاتھ میں دیئے جارہے ہوں گے یہاں تک کہ معلوم نہ ہو جائے کہ اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملا یا بائیں ہاتھ میں، تیسرے پل صراط سے گزرنے کے وقت۔(۱)

تو میدان حشر میں ایک وقت ایسا بھی ہوگا کہ کوئی شخص کسی شخص کے کام نہ آئے گا، ایسی نفسا نفسی ہوگی کہ مجرم [یعنی کافر] تمنا کرے گا کہ کاش اس کی جگہ اس کا بیٹا پکڑ لیا جائے، یا اس کی بیوی پکڑ لی جائے، یا اس کا بھائی اور کنبہ قبیلہ پکڑ لیا جائے، جو دنیا میں اس کے دکھ درد کا سہارا بنے ہوئے تھے، یا روئے زمین کے کل آدمی اس کا فدیہ بن جائیں، اور اس کو عذاب سے نجات مل جائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

كَلَّا ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔

آج کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا، اور کسی کے بارے میں

(۱) مشکوۃ ص: ۴۸۶

شفاعت قبول نہ کی جائے گی، یہ کافروں کے بارے میں نہیں، بلکہ بنی اسرائیل کو خطاب ہے کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ ہمارے باپ دادا نبی ہیں، ان کی شفاعت فائدہ دے گی، ہرگز نہیں، شفاعت فائدہ دے گی تو صرف ایمان والوں کو، اگر ایمان نہیں تو پھر نہ حسب کام دے گا، نہ نسب سے کوئی فائدہ ہوگا، یہ خطاب اگرچہ بنی اسرائیل کو ہے لیکن حکم سارے انسانوں کو ہے، جیسا کہ اور آیتوں میں اس کی وضاحت ہے۔

سورۂ لقمان میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ.[1]

ترجمہ: اے لوگو! اللہ سے ڈرو، اور اس دن سے خوف کھاؤ کہ جس دن باپ اپنے بیٹے کے کام نہ آئے گا، اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا، بے شبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، سو تم کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے، اور نہ تم کو وہ دغاباز (شیطان) دھوکہ میں ڈال دے۔

اس آیت میں صاف وضاحت کردی گئی ہے کہ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، اگر کام آئے گا تو انسان کا اپنا عمل، اسی لئے ارشاد فرمایا گیا کہ دنیا کی زندگی سے دھوکہ میں نہ پڑ جانا، اور شیطان دغاباز مکار سے بھی ہوشیار رہنا، اور اپنے رب سے ڈرتے رہنا۔

تقویٰ کسے کہتے ہیں: اور تقویٰ[2] اختیار کرنا، تقویٰ کسے کہتے ہیں خدا کے حکم

(۱) سورۂ لقمان آیت: ۳۳

(۲) التقوىٰ: في اللغة بمعنى الاتقاء، وهو اتخاذ الوقاية، وعند اهل الحقيقة هو الاحتراز بطاعته عن عقوبته، وهو صيانة النفس عمّا تستحق به العقوبة من فعل او ترك (كتاب التعريفات ص: ٦١)

کے خلاف کرنے سے اپنے آپ کو بچانا، خدا کے حکم کا لحاظ رکھنا کہ کوئی حکم نہ ٹوٹے نہ چھوٹے۔ اور خدا کے حکم کو مشکل خیال کرنا اور یہ کہنا کہ (نعوذ باللہ) اس دور میں یہ احکام نہیں چل سکتے، یہ کلمہ ایمان کو ختم کردینے والا ہے، اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اس دور کے حالات کا علم نہ تھا۔ اور اللہ عزاسمہ کی طرف جہل کی نسبت کرنا کفر ہے۔ (۱) جب کہ اس کا علم کامل و مکمل ہے۔ اور وہ ہر چیز سے پہلے تھا، اور کوئی چیز اس کے علم کامل سے خارج نہیں، ابتدائے عالم سے لے کر آج تک کتنی مخلوق پیدا ہوئی، کوئی نہیں جانتا، اگر اولین و آخرین سب جمع ہو جائیں اور بتانے کی کوشش کریں تب بھی نہیں بتا سکتے۔ مگر اللہ جانتا ہے اور حشر کے میدان میں ان سب کو حاضر کردے گا، جس کا محض روح سے تعلق ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کو بھی حاضر کردے گا، اگرچہ ماں کے پیٹ ہی میں مر گیا ہو۔

قرآن کریم میں ہے:

وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَداً (۲)

ترجمہ: اور ہم ان سب کو جمع کریں گے پس ہم ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

سب کو جمع کریں گے خواہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں، (۳) تعداد کے بارے میں اس سے

(۱) اس لئے کہ یہ اللہ عزاسمہ کے علم کلی کی نفی کرنا ہے، جو قول باری تعالیٰ وَ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْماً کے منافی ہے۔ [سورۂ لقمان آیت:۳۳]

(۲) سورۂ کہف آیت:۴۷

(۳) (وحشرنهم فلم نغادر منهم احدا) ای جمعناهم الاولين منهم والآخرين فلم نترك منهم احدا لا صغيراً ولا كبيراً كما قال: (قل ان الاولين والآخرين لمجموعون الى ميقات يوم معلوم) [ابن كثير ج:۳، ص:۸۷]

اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو بے شمار چیونٹی جیسی مخلوق پیدا ہوئی اور حد نظر تک پھیل گئے۔ (۱)

حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں سے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا: تمہاری اولاد ہے جو زمین میں بسائی جائے گی، سوال کیا؟ یہ زمین میں کیسے سمائیں گے؟ تب اللہ نے فرمایا: میں نے ان کے لئے موت کو بھی بنایا ہے۔ سارے کے سارے ایک دم پیدا نہیں ہوں گے، بلکہ کچھ زمین پر ہوں گے، کچھ زمین کے نیچے ہوں گے اور کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہوں گے، اور کچھ عالم ارواح میں ہوں گے۔ اور حشر کے میدان میں یہ زمین اسی گنا بڑھادی جائے گی، اور پھر بھی بھیڑ کا یہ عالم ہوگا کہ ایک ایک قدم پر ہزار ہزار قدم ہوں گے، معاملہ بڑا سخت ہوگا، دوست دوست کا، اور بھائی بھائی کا دشمن بن جائے گا۔

میرے عزیز دوستو! اس دن کی سب کو فکر کرنی ہے کہ بچاؤ کس طرح ہوگا؟ وہاں نجات اعمال صالحہ اور رحمت خداوندی سے ملے گی، نہ وجاہت کام دے گی، نہ کسی کی سفارش کا سہارا ہوگا، دنیا میں پیسے دے دلا کر بھی بہت سے کام بنتے ہیں، اور اس کی قدرت کو بڑا مانا جاتا ہے۔ اسی لئے علامہ حریری نے کہا ہے:

لَوْلَا التُّقَىٰ لَقُلْتُ جَلَّتْ قُدْرَتُهُ (۲)

ترجمہ: اگر خوف خدا نہ ہوتا تو کہہ دیتا کہ اس کی (یعنی پیسہ کی) قدرت بہت بڑی ہے۔

مگر وہاں یہ مال بھی سہارا نہ بن سکے گا، اور یہ بھی نہ ہوسکے گا کہ کسی کی شفاعت سے کسی مجرم کو چھڑا لیا جائے۔

(۱) در منثور ج:۳، ص:۱۴۳

(۲) مقامات حریری ص:۶۸، مقالہ ثالثہ

بروز قیامت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ آزر سے ملاقات اور اس کی سفارش:

حدیث پاک میں ایک واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو تمام انبیاء میں دوسرے نمبر پر ہیں، حشر کے میدان میں اپنے باپ آزر کو اس حال میں دیکھیں گے کہ ذلت اور بدحواسی اس کے چہرے پر چھا رہی ہوگی اور سخت عذاب کی وجہ سے برا حال ہو رہا ہوگا۔ حضرت ابراہیم ارشاد فرمائیں گے کیا میں نے کہا نہ تھا کہ میری نافرمانی نہ کر، میری بات مان لے۔ آزر کہے گا اے ابراہیم! اب میں تیری نافرمانی نہ کروں گا، جو تو کہے گا اس کی تعمیل کروں گا، اور تیری ہر بات مانوں گا، آج کے عذاب سے نجات دلا دے، حضرت ابراہیم کو رحم آجائے گا، ترس کھائیں گے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے۔

یَارَبِّ اِنَّکَ وَعَدتَنِی اَلَّا تُخزِنِی یَومَ یُبعثون فَایُّ خِزیٍ اَخزیٰ مِنْ اَبِی الا بعد.

ترجمہ: اے اللہ تیرا وعدہ ہے کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کیا جائے گا، اور اس سے بڑھ کر میری رسوائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرا باپ ہلاک ہو رہا ہے۔

یہ اس دعا کا حوالہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے مانگی تھی، اور اللہ عزاسمہ نے اس کی قبولیت کا وعدہ فرما لیا تھا، وہ دعا یہ تھی:

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ٥ یَوْمَ لَا یَنفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ٥ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ . (۱)

ترجمہ: اور جس دن سب دوبارہ زندہ کئے جائیں کے مجھ کو رسوا نہ کرنا، جس دن کوئی مال اور بیٹے کام نہ آئیں گے، مگر جو اللہ کے پاس قلب سلیم (کفر و نفاق

(۱) سورۂ شعراء آیت: ۸۷–۸۸

اور فاسد عقیدوں سے خالی دل) لے کر آئے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ اسی دعا کا واسطہ دیکر ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ آپ کا وعدہ ہے کہ مجھے رسوا نہیں کیا جائے گا، اور میری اس سے بڑھ کر رسوائی اور کیا ہوگی کہ لوگ میری طرف انگلیاں اٹھا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ابراہیم تو اللہ کے دوست تھے اپنے باپ کو نہ بچا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کو کافروں پر حرام کردیا ہے: ارشاد عالی ہوگا: اے ابراہیم! میں جنت کو کافروں پر حرام کر چکا ہوں، جیسا کہ ارشاد ہے:

اِنَّہ مَنْ یُّشرِکْ بِاللّٰہ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہ علیہِ الجنَّةَ وَمأوٰہ النَّار وما لِلظّٰالمین مِنْ اَنْصَار. (۱)

ترجمہ: بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں پر جنت کو حرام کردیا ہے، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل کی خاطر داری بھی منظور ہوگی اس لئے ارشاد ہوگا: مَا تَحتَ رِجْلَیکَ اے ابراہیم! اپنے پیروں کی طرف دیکھو کیا ہے؟ دیکھیں گے تو آزر بجو کی شکل میں مسخ ہوکر خون میں لتھڑا پڑا ہوا ہوگا، فرشتے ہاتھ پیر پکڑ کر اس کو جہنم میں ڈال دیں گے۔ (۲)

---

(۱) سورۂ مائدہ آیت: ۷۲

(۲) عن ابی هریرة انه قال: یلقی ابراهیم اباه آزر یوم القیامة وعلی وجه آزر قترة وغبرة، فیقول له ابراهیم الم اقل لک لا تعصنی فیقول ابوه فالیوم لا اعصیک، فیقول ابراهیم یا رب انک وعدتنی الا تخزنی یوم یبعثون فای خزی اخزیٰ من ابی الا بعد، فیقول اللّٰہ انی حرمت الجنة علی الکافرین ثم یقال یا ابراهیم! ماتحت رجلیک؟ فینظر فاذا هو بذیخ متلطخ فیوخذ بقوائمه فیلقیٰ فی النار۔ [بخاری ج: ۱، ص: ۴۷۳]

شفاعت گنہگار اہل ایمان کے لئے ہے: غرض وہاں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، سوال یہ ہوتا ہے کہ شفاعت کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے۔ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت فائدہ دے گی، اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر چہ معتزلہ کا کہنا ہے کہ وہاں شفاعت نہیں ہے، مگر اہل سنت کا کہنا ہے کہ شفاعت ہوگی، اور مجرمین کے لئے ہوگی۔ حدیث پاک میں ہے:

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ.(۱)

ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے بڑے گنہگاروں کے لئے ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

نِعْمَ الرَّجُلُ الاَشْرَارُ اُمَّتِی قِیلَ کَیفَ یَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ اَمَّا اَشْرَارُ اُمَّتِیْ فَیُدخِلُهُمُ اللّٰهُ الجَنَّةَ بِشَفَاعَتِیْ وَ اَمَّا خِیَارُهُمْ فَیُدخِلُهُمُ الجَنَّةَ بِاَعْمَالِهِمْ.(۲)

ترجمہ: میری امت کے شریر کتنے خوش قسمت ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیسے؟ جناب والا تو ہمیشہ اچھے لوگوں کی تعریف کیا کرتے ہیں، آج برے لوگوں کی بھی تعریف فرمائی جارہی ہے، ایسا کیوں؟ ارشاد فرمایا: نیک لوگ تو اپنے اعمال کی برکت سے بخشے جائیں گے۔ اور شریر لوگوں کی میں شفاعت کروں گا، اور وہ میری شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور جتنی میں شفاعت کروں گا اتنی ہی میری عزت ظاہر ہوگی، ان کو میں اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤں گا، اور جتنا بڑا گروہ میرے ساتھ جنت میں جائے

---

(۱) رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب من هذا الوجه، ج:۲، ص:۶۲.

(۲) تجتمعون یوم القیامة قال الهیثمی رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح غیر ابن کثیر الزبیدی وهو ثقة (مجمع الزوائد ج:۱، ص:۳۳۷).

گا میری تعریف ہوگی، میرے سامنے جہنم کا دروازہ کھولا جائے گا، میں اس میں
جلتے ہوئے لوگوں کو دیکھوں گا، وہ اپنے حسب ونسب بیان کریں گے، میں ان کو
پہچان لوں گا، مگر (کچھ لوگ) صورت سے نہ پہچانے جائیں گے، اور میں ان
کو ساتھ لے کر بھی نہ آؤں گا، کیونکہ وہ مشرک ہیں، اور ان کی مغفرت نہ ہوگی۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن حشر کے میدان میں سب کو اکٹھا کیا جائے گا، اور یہ زمین اس دن دس گناہ بڑھادی جائے گی۔[1]

مجمع اتنا زیادہ ہوگا کہ ایک ایک قدم پر ہزار ہزار قدم ہوں گے،[2] اور سورج ایک سوا نیزے کے فاصلہ پر ہوگا، یا ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا، اور میل ایک تو مسافت والا ہوتا ہے۔ اور عربی میں سرمہ ڈالنے کی سلائی کو بھی میل کہتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ قسم بخدا میں نہیں جانتا کہ کونسا میل مراد ہے؟ مسافت والا یا سرمہ کی سلائی والا؟ ایک دوسری[3] حدیث سے آخری قول کی تائید ہوتی ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورج سروں سے اتنا قریب ہوجائے گا کہ اگر ہاتھ اٹھا کر اس کو چھونا چاہیں گے تو ہاتھ اس تک پہنچ جائے گا،[4] اور اس دن سورج کی تپش سے سب پریشان ہوں گے۔ ہر آدمی اپنے گناہوں کی مقدار پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا، پسینہ کسی

(۱) اذا کان یوم القیامة مد اللّٰہ الارض مد الادیم. [تذکرة القرطبی ص: ۲۳۴]

(۲) والخلق تتداخل وتتدالج حتی یعلو القدم الف قدم لشدة الزحام (تذکرة القرطبی ص: ۲۸۶)

(۳) تدنو الشمس یوم القیامة من الخلق، حتی یکون منهم کمقدار میل، قال سلیم بن عامر فو اللّٰہ ما ادری ما یعنی من المیل؟ أمسافة الارض؟ أم المیل الذی تکحل به العین (کنز العمال ج: ۱۴ حدیث: ۳۹۷۴۷، ص: ۲۲۷)

(۴) وقد قربت الشمس من رؤسهم حتی لو مد احدهم یده لنا لها ویضاعف حرها سبعین مرة. (تذکرة القرطبی عن ابن عباس ص: ۲۸۶)

کے ٹخنوں تک ہوگا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے مونڈھے تک، اور کسی کے پسینہ کی لگام لگی ہوئی ہوگی، (۱) اس دن نہ مریں گے نہ زندہ ہوں گے۔

یہاں تو نزع کی تکلیف ہوتی ہے، تو لوگ اس کے مرنے کی دعا کرتے ہیں، اور وہ تکلیف ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ہزار تلواروں سے ایک ساتھ مارا جائے، (۲) اور یہ تکلیف سب کو ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، میں خیال کرتی تھی کہ گنہگاروں کو ہی موت کی تکلیف ہوتی ہے۔ مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کا سر اقدس میری گود میں تھا، قریب ہی لکڑی کے پیالے میں پانی تھا، آپ اس پانی کو بار بار چہرے پر ملتے تھے، اور فرماتے تھے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوتِ سَکَرَاتٌ. (۳)

اس کے بعد میں نے اپنی رائے بدل دی، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو حق تعالیٰ کے سب سے بڑھ کر لاڈلے تھے، اور حقیقت یہ ہے کہ اسی لئے آپ کو اتنی تکلیف ہوئی کہ محبوب کا امتحان سخت ہوتا ہے، اور جس میں ایمان نہ ہو اس کا امتحان ہوتا ہی نہیں، حدیث پاک میں ہے کہ ایمان والے سے غلطی ہو جاتی ہے تو موت کے وقت اس پر سختی کر دی جاتی ہے تا کہ اس کی کوتاہیوں کا کفارہ ہو جائے، اور کافر بھی بسا اوقات کوئی نیکی کا عمل کر گزرتا ہے تو موت کے وقت اس پر نرمی کر دی جاتی ہے تا کہ اس کی بھلائی کی جزا اس کو مل جائے۔ (۴)

---

(۱) تدنی الشمس یوم القیامة حتی تکون منهم کمقدار میل، فیکون الناس علی قدر اعمالهم فی العرق منهم، منهم من یکون الی کعبیه، منهم من یکون الی رکبتیه، ومنهم من یکون الی حقویه، ومنهم من یکون یلجمهم اللّٰه العرق الجاماً. [مسلم ج:۲، ص:۳۸۴]

(۲) عن واثلة بن الاسقع عن النبی علیه السلام انه قال: والذی نفسی بیده لمعاینه ملک الموت اشد من الف ضربة بالسیف (اتحاف ج:۱۰، ص:۲۷۱)

(۳) بخاری ج:۲، ص:۶۴۰، مسند احمد ج:۶، ص:۷۷

(۴) اتحاف ج:۱۰، ص:۲۷۱

بہرکیف اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حشر کی کیفیت بیان فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہاں چار چیزیں نہ ہوں گی جن کو دنیا میں مصیبت سے بچنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے، حدیث پاک میں ہے کہ حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ سب انسانوں، جنوں اور فرشتوں کو جمع کریں گے، اور یہ زمین دس گناہ بڑھادی جائے گی، اور یہ زمین ہموار کردی جائے گی، نہ پہاڑ ہوں گے نہ کوئی گڑھا ہوگا، ہر نشیب وفراز کو ختم کرکے زمین کو چٹیل میدان کردیا جائے گا۔

قیامت کے دن پہاڑوں کا بے نام ونشان ہونا: جیسا کہ اور روایتوں میں ہے کہ کفار قریش نے ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

يَا مُحَمَّدُ كَيْفَ يَفْعَلُ رَبُّكَ بِهٰذِهِ الْجِبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟

ترجمہ: اے محمد! تیرا رب قیامت کے دن پہاڑوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟

اس کے جواب میں قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئیں:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَا تَرَى فِيْهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا.(۱)

ترجمہ: اور وہ تجھ سے پہاڑوں کا حال پوچھتے ہیں سو تو کہہ دے کہ میرا رب ان کو اڑا کر بکھیر دے گا پھر زمین کو چٹیل میدان کردے گا، نہ تو اس میں کوئی موڑ دیکھے گا اور نہ ٹیلا۔

پہاڑوں کو اس طرح اڑا دیا جائے گا جس طرح اب سے کچھ عرصہ قبل غلہ کو ہوا کے رخ پر اڑایا جاتا تھا، اور بھوسے سے تنکے اڑ اڑ کر دور دور جا گرتے تھے، اور زمین کو چٹیل میدان کردیا جائے گا، کوئی نشیب وفراز باقی نہیں رہے گا۔ بالکل ہموار چاندی کی کٹوری کی طرح صاف

(۱) سورۃ طٰہٰ آیت: ۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷ ابن جریر طبری ج: ۲۷، ص: ۹۶-۹۷

وشفاف ہوجائے گی، اس لئے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوا ہوگا۔ (۱)

انسانوں کی غلط کاریاں اور مخلوقات عالم کا تاثر: زمین اور دیگر چیزوں کی حالت ایسی ہی ہوتی تھی، مگر انسانوں کے گناہوں نے ان کا رنگ بدل دیا، حجر اسود (جو جنت سے آیا ہوا پتھر ہے اور خانہ کعبہ میں لگایا ہوا ہے) دودھ سے زیادہ سفید اور چمک دار تھا، مگر انسانوں کی غلط کاریوں نے اس کا رنگ بدل دیا، اور وہ کالا ہوگیا۔ (۲)

محدثین نے لکھا ہے کہ انسان کی خطاؤں اور گناہوں کا یہ اثر ہے کہ جمادات یعنی لوہا پتھر وغیرہ بے عقل شے بھی اس سے متاثر ہوجاتی ہے کہ سفید رنگ سیاہی سے بدل جاتا ہے، اندازہ لگاؤان دلوں کی سیاہی کا کیا حال ہوگا جو شب روز گناہوں میں ملوث اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔

صحبت کا اثر: بوعلی سینا نے قانون میں تحریر کیا ہے کہ برائی بہت دور سے اثر کرتی ہے، اس طرح کہ اگر ایک کے اخلاق برے ہیں، اور ایک کے اخلاق اچھے ہیں، اور ایک مشرق میں ہے، اور ایک مغرب میں ہے، اور وہ دونوں خط مستوی پر آجائیں، تو غلط اخلاق والے کا اثر اچھے اخلاق والے پر پڑے گا، اسی لئے بری صحبت سے بچنے کو کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کا اثر ضرور پڑتا ہے۔

---

(۱) عن ابن مسعودؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ تعالیٰ (یوم تبدل الارض غیر الارض) قال تبدل الارض ارضا کانھا فضۃ لم یسفک فیھا دم حرام ولم یعمل علیھا خطیئۃ: وفی روایۃ والسموات کذالک، (ابن جریر ج:۱۴، ص:۱۶۳، ومجمع الزوائد ج:۱۰، ص:۳۶۵)

(۲) نزل الحجر الاسود من الجنۃ وھو اشد بیاضا من اللبن، فسودتہ خطایا بنی آدم، رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح ج:۱، ص:۱۰۷، کنز العمال ج:۱۲، حدیث:۳۴۷۳۷

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا پر ان کے والد کی سخت نگرانی: حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ ابا جان (حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ) کی سخت نگرانی تھی، کسی بچے سے ملنے اور بات کرنے کی بھی اجازت نہ تھی، نماز میں بھی اپنی بغل میں کھڑا کرتے تھے، جب تو ابا جی پر غصہ آیا کرتا تھا، مگر جب بعد میں ہوش آیا تو پتہ چلا کہ اچھا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أُمراءُ سَیکونُونَ من بَعدِیْ مَنْ دَخَلَ علیهِمْ فَصَدَّقَهم بِکِذبِهم واَعانَهُمْ علیٰ ظُلْمِهِمْ فَلَیْسُوا مِنِّی وَلَسْتُ مِنْهُمْ.(۱)

ترجمہ: تمہارے کچھ امیر (لیڈر) ہوں گے، جو آدمی ان کے پاس آنا جانا کرے گا، اور ان کی جھوٹی بات کی تصدیق کرے گا، اور ظلم وجور پر ان کی حمایت کرے گا، وہ نہ میرے ہیں، نہ میں ان کا ہوں۔

وہ چودہ سو سال قبل فرما گئے تھے مگر ہم خیال نہیں کرتے۔

دولت کی فراوانی اور جناب رسول اللہ ﷺ کا خوف: آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تمہارے فقر وفاقہ سے میں خوف زدہ نہیں ہوں بلکہ ڈر یہ ہے کہ تمہارے پاس مال آئے، اور تم (اس کے لئے) ایک دوسرے کی جان لو۔(۲)

۱۹۴۷ء میں جب ہم برباد ہوئے اس وقت خدا کے ہزاروں احکام قانوناً مٹا دیئے گئے تھے۔ ایک بابری مسجد کے گرانے پر شور مچا، مگر خدا کے احکام وقانون کے توڑنے پر کسی نے شور

---

(۱) مسند احمد ج:۳، ص:۳۹۹، مشکوٰۃ ص:۳۲۲

(۲) فواللہ! ما الفقر اخشی علیکم ولکنی اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوها کما تنافسوها وتہلکم کما اھلکتھم. مسلم کتاب الزھد ج:۲، ص:۴۰۷.

نہیں مچایا، مسجدیں جب ہی آباد ہوں گی جب خدا کا قانون جاری ہوگا، جمنا کے پار پانی پت میں تین سو ساٹھ مسجدیں تھیں، آج وہ رو رہی ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی جو بیہقی وقت ہیں، ان کا مزار بھی وہیں شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کے برابر میں ہے، میری تمنا تھی کہ ان کی مسجد میں جا کر دو رکعت نفل ادا کروں (بحمد للہ آپ کی یہ تمنا پوری ہوگئی۔ ناصر)

مزارات اولیاء مبارک مقامات ہیں: ہمارے بہت سے علماء سے لغزش ہوئی، انہوں نے کہہ دیا کہ ایسی جگہ جہاں انبیاء اور اولیاء گزرے ہیں ان میں کوئی تقدس اور برکت نہیں۔ صرف تین مساجد کی طرف سفر کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مقامات مقدسہ جن سے انبیاء اور اولیاء کا تعلق ہوتا ہے ان کی جانب بھی سفر کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

صلح حدیبیہ جہاں ہوئی تھی ترکی عہد حکومت میں وہاں مسجد بنی ہوئی تھی، نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے تو روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد! یہ جگہ بیت اللحم ہے، (۲) جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے

---

(۱) قال الشامیؒ وهل تندب الرحلة لها كما اعتيد من الرحلة الى زيارة خليل الرحمن لم ار من صرح به من ائمتنا، ومنع منه بعض ائمة الشافعية الا لزيارته صلى الله عليه وسلم قيا سا على منع الرحلة لغير المساجد الثلاث: ورده الغزالي بوضوح الفرق فان ما عدا تلك المساجد الثلاثة مستوية في الفضل، فلا فائدة في الرحلة، اليها، واما الاولياء متفاوتون في القرب من الله تعالىٰ ونفع الزائرين بحسب معارفهم واسرارهم. [شامی ج:۳، ص: ۱۵۰، مطبوعه بيروت]

مگر یہ خواص کے لئے ہے، عوام کالانعام یا خواص کالعوام جو مزارات پر جا کر بدعتوں میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے لئے حکم عدم جواز ہی کا ہے۔

(۲) نسائی شریف: كتاب الصلاة، فرض الصلاة وذكر اختلاف الناقلين رقم: ۴۵۱، ص: ۷۱ تحقيق فضيلة الشيخ صالح بن عبدالعزيز، دار السلام [رياض]

تھے، پس آپ نے براق سے نیچے اتر کر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ نیز روایات میں یہ بھی ہے کہ جب مسلمان مر جاتا ہے تو آسمان کا دروازہ جس سے اس کی روزی آتی تھی وہ روتا ہے، یا وہ دروازہ جس سے اس کے نیک اعمال اوپر چڑھتے تھے وہ روتا ہے اور زمین کا وہ حصہ بھی روتا ہے جہاں وہ نماز پڑھتا تھا، کہ افسوس وہ سعادت چھن گئی جس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں ہوسکتی، یہ سب کیوں ہوتا ہے؟ اسی لئے تو کہ ان مقامات کے ساتھ خاصان خدا کا تعلق ہوتا ہے۔

ایام بیض کے روزے اور تطہیر بدن: بہر کیف! میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ دنیا والوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے حجر اسود کا رنگ بدل گیا، حضرت آدم علیہ السلام کا بدن بھی دنیا میں آکر سیاہ ہوگیا تھا، مگر حضرت آدم علیہ السلام نے معافی مانگی اور چاند کی تیرہ تاریخ کو روزہ رکھا تو تہائی جسم سفید ہوگیا۔ چودہ کو دوسرا روزہ رکھا تو دو تہائی جسم سفید ہوگیا، پندرہ تاریخ کو تیسرا روزہ رکھا، (۱) اور قانون خداوندی ہوگیا کہ دنیا میں آکر جو نیکی کرے گا ان کو بھی اللہ تعالیٰ انبیاء جیسا کردیں گے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جنت میں جانے والوں کو حضرت آدم علیہ السلام جیسا قد ملے گا، حضرت یوسف کا حسن ملے گا، اور حضرت عیسیٰ کی عمر ملے گی، (یعنی تینتیس سال کی) اور رسول پاک علیہ السلام کے اخلاق ملیں گے۔ (۲)

اخلاق نبوی کی تعبیر، خلق عظیم: آپ ﷺ کے اخلاق کیا ہیں؟ ان کو کوئی بیان نہیں کرسکتا، آپ ﷺ اولاد آدم کے سردار ہیں، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا آپ کو عطا کیا جائے گا، اور تمام انبیاء آپ کی قیادت میں ہوں گے اور آپ ہی کی قبر کو سب سے پہلے کھولا جائے گا۔ (۳) مگر اس کے باوجود آپ کو اس بات پر فخر نہیں۔ بلکہ اس قدر سادہ زندگی ہے کہ ٹاٹ کے بستر پر بیٹھ

(۱-۲) البدور السافرة للسیوطي ص: ۱۸۵

(۳) انا سید ولد ادم یوم القیامة ولا فخر، وبیدی لواء الحمد ولا فخر، وما من نبي یومئذ ادم ومن سواه تحت لوائي، وانا اوّل من تنشق عنه الارض ولا فخر. ترمذی ج: ۲، ص: ۲۰۲

جاتے ہیں، لپٹ جاتے ہیں، گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹا دیتے ہیں، کسی سے منہ نہیں چڑھاتے، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں، تو جنت میں ایسے اخلاق ملیں گے، اسی لئے وہاں کسی کو کسی سے حسد نہیں ہوگا۔

اہل جنت کے لئے نعمتوں کی فروانی: اور بھائی جنت میں تو سب کچھ ہوگا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ.(۱)

ترجمہ: اور وہاں تمہارے لئے وہ ہے جو تمہارا جی چاہے، اور تمہارے لئے وہاں وہ ہے جو مانگو۔

مگر یہ اس کے لئے جس نے رب چاہی زندگی گزاری ہوگی، اور رب چاہی زندگی یہ ہے کہ اپنے آپ کو اسوۂ نبوی کا پورے طریقے سے تابع بنائے، قرآن کریم میں ہے:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ.(۲)

ترجمہ: تو کہہ دے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری راہ چلو، تاکہ تم سے اللہ محبت کرے، اور تمہارے گناہ بخش دے، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور حدیث پاک میں ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهِ.(۳)

(۱) سورۂ حم سجدہ آیت: ۳۱

(۲) سورۂ آل عمران آیت: ۳۱

(۳) رواہ فی شرح السنۃ، وقال النووی فی اربعینہ ہذا حدیث صحیح، رویناہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح، مشکوٰۃ ص: ۳۰

ترجمہ: اور تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہوجائیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

كُلُّ اُمَّتِيْ يَدخُلونَ الجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبىٰ قِيلَ مَنْ اَبىٰ؟ قَالَ مَن اطاعَنيْ دَخَلَ الجنَّةَ، وَمَنْ عَصَاني فَقَد اَبىٰ. (۱)

ترجمہ: میرا ہر امتی جنت میں جائے گا مگر جس نے میرا انکار کیا، صحابہؓ نے سوال کیا کہ آپ کی امت میں سے آپ کا کون انکار کرسکتا ہے؟ ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا میرا انکار کیا۔

رسم ورواج کی پابندی سخت بری ہے: اللہ اور اس کے رسول کے طریقوں کو چھوڑ کر رسم ورواج کی پابندی کرنا اپنے عمل سے گویا نبوت کا انکار کرنا ہے، اگر نبوت کا منکر نہ ہوتا تو دوسرے کی بات کیوں مانتا؟

جنت میں چھ چیزیں نہ ہوں گی: جنت میں سب کچھ ہوگا مگر چھ چیزیں نہ ہوں گی، موت نہ ہوگی، نیند نہ ہوگی، حسد نہ ہوگا، نجاست نہ ہوگی، بڑھاپا نہ ہوگا، ریش نہ ہوگی، بلکہ بے ریش جوان ہوں گے۔ (۲)

جنت میں فطری خواہش کی تکمیل: بعض صحابہ نے سوال کیا کہ کیا ہم اپنے ازواج سے

---

(۱) رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ ۔ مشکوٰۃ ص:۲۷

(۲) سأل رجل اینام اھل الجنۃ؟ قال: النوم اخو الموت ولا یموت اھل الجنۃ، بیھقی. وفی روایۃ لا تباغض بینھم ولا یبولون ولا یتغوطون من یدخل الجنۃ لا یفنی شبابہ، یدخل اھل الجنۃ الجنۃ جرداً جرداً مکحلین (الاحادیث کلھا فی المشکوٰۃ فی باب صفۃ الجنۃ)

صحبت کر سکیں گے، جس طرح دنیا میں ان سے اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: قسم اس ذات عالی کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ایک آدمی ایک وقت میں سو حوروں سے صحبت کر سکے گا، مگر نجاست کا خروج نہ ہوگا، نہ مرد کو، نہ عورت کو،(۱) اگر اولاد کو جی چاہے گا تو ایک آن میں حمل قرار پائے گا، بچہ پیدا ہوگا، اور جوان ہو جائے گا،(۲) اسی طرح اگر کسی کا کھیتی کرنے کا جی چاہے گا تو زمین ملے گی، ادھر ہل چلے گا، اور ادھر کھیتی پک کر تیار ہو جائے گی، اور پھر کٹ کر پہاڑ کی طرح اونچا ڈھیر لگ جائے گا۔(۳)

مگر یہ سب کچھ اس کو ملے گا جس نے دنیا میں اپنی خواہشات کو فنا کر دیا ہوگا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ.(۴)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

---

(۱) قیل یا رسول اللّٰہ! انفضی الی نسائنا فی الجنة؟ وفی روایة کما نفضی الیهن فی الدنیا؟ قال: ای والذی نفسی بیده ان الرجل لیفضی فی الیوم الواحد الی مائة عذراء. [تذکرة القرطبی ص: ۵۸۷]

(۲) المؤمن اذا اشتهی الولد فی الجنة کان حمله ووضعه وسنه فی ساعة کما یشتهی، فی هذا الحدیث اذا اشتهی المؤمن فی الجنة الولد کان فی ساعة، وقال اسحق بن ابراهیم ولکن لا یشتهی، رواه الترمذی، وقال هذا حدیث غریب. ترمذی ج: ۲، ص: ۸۴

(۳) عن ابی هریرة ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یتحدث وعنده رجل من اهل البادیة ان رجلاً من اهل الجنة استاذن ربه فی الزرع، فقال له الست فیما شئت قال بلیٰ ولکن احب الزرع فبذر فبادر الطرف نباته واستوائه واستحصاده فکان امثال الجبال. [مشکوٰة ص: ۵۰۰]

(۴) بخاری ج: ۱، ص: ۲

مقصود یہ ہے کہ دین ودنیا کی جو ترقی جو نعمت اپنے لئے پسند کرتا ہے دوسرے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے۔ یہ ایمان کی حقیقت ہے۔ یہ نہیں کہ ذرا سے لالچ کے لئے دوسرے کو ضرر پہنچائے۔ یہ ایمان کے خلاف بات ہے۔

امام ابوداؤدکی زبانی پانچ لاکھ احادیث کا خلاصہ: امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ مجھے پانچ لاکھ احادیث مع سند کے ازبر یاد ہیں، جن میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث میں نے اپنی سنن ابوداود میں تحریر کی ہیں، اور میں نے ان تمام احادیث کا نچوڑ چار حدیثوں میں پایا۔ جس ان چار حدیثوں پر عمل کر لے گا، وہ دین ودنیا میں سرخ رو اور کامیاب ہو جائے گا، وہ چار حدیثیں یہ ہیں:

(۱) اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ.

(۲) لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبُّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ.

(۳) اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَھُمَا مُشْتَبِھَاتٌ.

(۴) مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ.[1]

امام ابوداؤدکی قوت حافظہ کی حیرت انگیزی: امام ابوداؤد کو بڑا قوی حافظہ ملا تھا، بڑھاپے میں آدمی کی زبان میں روانی نہیں رہتی، ایسا ہی حال حضرت امام موصوف کو بھی پیش آیا، ان کے شاگردوں نے کہا کہ حضرت کو اب بھول ہونے لگی، کل کو ان کے حافظے کا امتحان لیں گے، پچاس طالب علموں نے مشورہ کرلیا کہ کل کو سب ایک ساتھ سوال کریں گے۔ چنانچہ اگلے روز سب نے ایک ساتھ سوالات کئے۔ امام ابوداؤد بھی سمجھ گئے، اور فرمایا: اے میرے عزیزو! تم میرے حافظے کی آزمائش کرتے ہو؟ تم کیا میرا امتحان لوگے؟ میں نے ستر ح

(۱) بستان المحدثین اردو ص: ۱۸۱

کئے ،اور ہر سال کس رنگ کی اونٹنی پر حج کیا وہ بھی بتادوں گا۔ یہ ان کے حافظے کا حال تھا اور ان کا درجہ سب سے بڑا نہیں، سب سے بڑا درجہ امام بخاریؒ کا ہے۔ پھر امام مسلم کا، پھر امام ترمذی کا، پھر امام ابوداؤد کا۔

قوت حافظہ کے لئے نسخۂ اکسیر: امام ابوداؤد کا ایسا حافظہ کب ہوا؟ امام شافعیؒ نے اپنے استاذ حضرت وکیعؒ سے اپنے حافظہ کی شکایت کی:

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ
فَاَوْصَانِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ
فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِنْ اِلٰهِیْ
وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا یُعْطٰی لِعَاصِیْ

تو حضرت وکیعؒ نے امام شافعی کو ترک معاصی کی وصیت کی، اس لئے کہ علم ایک نور ہے، ایک عطاء الٰہی ہے، وہ گناہ گاروں کو نہیں دیا جاتا، حدیث پاک میں ہے:

مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ اَوْرَثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ. (۱)

ترجمہ: جس نے اپنے علم پر عمل کیا اللہ عزاسمہ اس کو ایسا علم عطا فرمائے گا جو اس کو پہلے سے حاصل نہیں تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے، ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَعْلَمَ النَّاسِ؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقِ اللّٰهَ تَکُنْ اَعْلَمَ النَّاسِ. (۲) تقویٰ اختیار کرو سب سے بڑے عالم بن جاؤ گے۔

(۱) رواه ابونعیم فی الحلیة وضعفه، اتحاف ج: ۱، ص: ۳۰۳

(۲) کنزالعمال ج: ۱۲، ص: ۱۲۷

نبی آخر الزماں کی عظمت تقویٰ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اَمَا وَ اللّٰہِ! اِنِّی لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَ اَتْقَاکُمْ لَہٗ.[1]

ترجمہ: میں تم میں سب سے زیادہ اللہ عزاسمہ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ تقویٰ والا ہوں۔

عقل کے ننانوے حصے آپ کو عطا کئے گئے: اسی لئے آپ کی عقل وفہم بھی اعلیٰ درجہ کی تھی، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف المعارف میں نقل کیا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے عقل کے سو حصے کئے، ایک حصہ پورے عالم کے انسانوں کو دیا گیا، اور ننانوے حصے آپ کو عطا کئے گئے، وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر آسمانی کتابوں کا مطالعہ کیا، اور ہر کتاب میں یہ پڑھا کہ اللہ نے آپ کو عقل پہاڑ کی طرح عطا فرمائی، اور دوسرے تمام انسانوں کو ذرے کے برابر عطا ہوئی۔[۲]

بہرکیف جنت کی نعمتیں ان لوگوں کو عطا کی جائیں گی جنہوں نے اپنی خواہشات کو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی شریعت کو تابع کر دیا ہوگا، اور روز حشر کی ہولناکیوں اور سختیوں سے بھی وہی لوگ محفوظ رہ سکیں گے، جہاں کی سختیوں کا تصور کرنا بھی ناممکن ہے۔

قیامت کی بھوک اور پیاس اور تکان: حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص (سوائے انبیاء اور ان کے سچے وارثین کے) ایسا بھوکا ہوگا کہ ایسی بھوک کبھی نہ لگی ہوگی، اور ایسا پیاسا ہوگا کہ ایسی پیاس کبھی نہ لگی ہوگی، اور ایسی تکان ہوگی، کہ ایسی تکان کبھی نہ ہوئی ہوگی۔[۳]

قیامت کی ہولناکیوں سے بچنے کی تدبیر: مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۱) رواہ البخاری عن انس والحدیث بطولہ ج:۲، ص:۷۵۷

(۲) عوارف المعارف ص:۱۶۳ جامع التفاسیر نواب قطب الدین خانؒ، سورۃ قٓ ص:۲۷

(۳) البدور السافرۃ ص:۵۱

امت پر شفقت فرمائی، اوران پریشانیوں سے بچنے کی ترکیب بتائی، حدیث پاک میں بارہ یا چودہ چیزیں ہیں، جن کے کرنے سے آدمی اس دن کی ہولناکیوں سے بچ سکتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَسْعَدُ النَّاسِ بِشفاعتی یَومَ القِیامۃِ مَنْ قَالَ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ خَالِصاً من نَفْسِہٖ. (۱)

ترجمہ: قیامت کے روز میری شفاعت کا سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے والا وہ ہوگا جس نے خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔

بندوں پر اللہ کا حق اور اللہ پہ بندوں کا حق: ایک اور حدیث میں ہے، حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ کی سواری پر سوار تھا، اور رسول اللہ سے مجھے زیادہ فاصلہ نہیں تھا، صرف ایک کجاوے کی لکڑی درمیان میں حائل تھی، آپ نے فرمایا:

یَا مُعاذا ھل تَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰہِ علیٰ عِبادِہٖ وَمَا حَقُّ العِبادِ علی اللّٰہ؟

ترجمہ: اے معاذ! جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟

حضرت معاذؓ نے فرمایا:

اَللّٰہُ وَرَسُولہ اَعلم. ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔

ارشاد فرمایا: بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو اللہ اس کو عذاب نہ دے۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا:

(۱) بخاری ج: ۲، ص: ۹۷۲

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ؟

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ سنا دوں، کہ ان کو بھی خوشی ہوگی۔

فرمایا:

لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا.(۱)

ترجمہ: لوگوں کو اس کا پتہ نہ دینا ورنہ وہ اس کے اوپر بھروسہ کر کے بیٹھ رہیں گے (اور عمل سے غافل ہو جائیں گے)

حضرت معاذؓ کی دوسری حدیث ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی اللہ کے ایک ہونے اور محمد کے رسول اللہ ہونے کی سچے دل سے گواہی دے گا، تو اللہ عز اسمہ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دے گا، حضرت معاذؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا لوگوں کو اس کی خبر نہ کر دوں؟ کہ ان کو بھی خوشی ہوگی، فرمایا: نہیں، پھر لوگ اس کے اوپر بھروسہ کر لیں گے،(۲) حضرت معاذ نے اس حدیث کو موت سے کچھ پہلے بیان کیا تا کہ اس حدیث کی وعید سے بچ سکیں جس میں ہے:

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ اُلْجِمَ بِلِجَامٍ مِّنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(۳)

ترجمہ: جس آدمی سے کسی امر دین کے بارے میں سوال کیا گیا جس کو وہ جانتا تھا، پھر اس کو چھپایا تو قیامت میں اس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ کچھ لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ ہوں گے، تذکرۃ القرطبی کی روایت ہے، حضرت انس راوی ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس نے کسی

(۱-۲) بخاری ج: ۱، ص: ۲۰۰

(۳) مسند احمد ج: ۲، ص: ۲۶۳

بھوکے کو کھانا کھلایا، کسی ننگے کو کپڑا پہنایا، کسی مسافر کو ٹھکانا دیا، تو اللہ عزاسمہ اس کو قیامت کے خوف اور پریشانیوں سے نجات عطا فرمائیں گے۔[۱] ایک اور روایت میں ہے، صحیح بخاری کی روایت ہے، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور سوال کیا:

يَارَسُولَ اللّٰهِ! كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ اَحَبَّ قَوماً وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِم.

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو نیک لوگوں سے محبت رکھتا ہے مگر اعمال وغیرہ ان جیسے نہیں کرتا۔

ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.[۲]

ترجمہ: انسان حشر کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ ارشاد فرمایا: تیرا ناس ہو، تو نے قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھی ہے؟ اس نے کہا: تیاری تو کچھ نہیں۔ البتہ مجھے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے۔ ارشاد فرمایا:

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ.

ترجمہ: تیرا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھ کو محبت ہوگی۔

اس حدیث کے راوی حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

فَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِينَ فَرِحُوا بِشَيْءٍ بَعْدَ الإِسْلَامِ فَرحَهُم بِهَا.[۳]

---

(۱) تذکرۃ القرطبی ص: ۲۹۴

(۲) بخاری شریف ج: ۲، ص: ۹۱۱

(۳) بخاری شریف ج: ۲، ص: ۹۱۱ بتغییر.

ترجمہ: میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد اس کلمہ سے زیادہ کسی بات سے خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

یہ چیزیں ہیں جو قیامت کی پریشانیوں اور ہولناکیوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بنیں گی، دنیا میں کوئی انسان کتنا ہی ذی وجاہت کیوں نہ ہو، لیکن اگر اس کے پاس ایمان اور اعمال صالحہ نہیں، تو قیامت میں، ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے اوپر سے عذاب دفع نہیں کرسکتا، اور دنیا کا کوئی تعلق اس کے کام نہ آئے گا۔

ایک واقعہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ میں دو فریق تھے مشرکین اور یہود، مشرکین کے دو قبیلے تھے، اوس وخزرج، اور یہود کے تین قبیلے تھے، بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو المصطلق، اوس وخزرج کی یہودیوں سے لڑائی ہوتی تو یہودی کہتے تھے کہ عنقریب نبی آخری الزماں آئے گا، ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں گاجر مولی کی طرح کاٹیں گے۔ مگر بھائی صرف زبان سے کہنا کافی نہیں۔ دل کی قدر سے کام چلتا ہے، مشرکین (اوس وخزرج) نے یہودیوں سے سن سنا کر رسول کا احترام دل میں بٹھایا، کیونکہ یہودی کہتے تھے:

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ترجمہ: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

مشرکین نے سوچا کہ جب یہ امتی اللہ کے محبوب اور لاڈلے ہیں تو نبی کا درجہ ان سے بھی بڑھا ہوا ہوگا، جب ان کے دل میں قدر ہوئی تو اللہ نے ان کو توفیق دی کہ وہ خود مکہ جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، ایمان لائے اور آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی، کہ آپ یثرب تشریف لائیں، ہم سب کچھ آپ پر قربان کردیں گے، آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے، آپ کی آمد سے پہلے اہل مدینہ عبداللہ بن ابی بن سلول کو سردار بنانا چاہتے تھے مگر آپ کے آنے کے بعد وہ سردار نہ بن سکا، اسی لئے وہ آپ کا مخالف ہوگیا، اور منافقین کا سردار کہلایا اور جب مرنے لگا تو اس نے وصیت کی مجھے حضور کی قمیص میں کفن دیا جائے۔ آپ نے کرتا مرحمت فرمایا، لعاب مبارک

منہ میں ڈالا، دعائے مغفرت بھی کی، اور نماز جنازہ بھی پڑھی، حضرت عمر اس میں آڑے آتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہ وہی خبیث تو ہے جو فلاں فلاں وقت آپ کی شان میں ناشائستہ حرکتیں کرتا تھا، کفر و نفاق ہمیشہ اس کا شیوہ رہا۔ کیا حق تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ نہیں فرمایا:

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ. (۱)

ترجمہ: تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کے لئے ستر بار مغفرت چاہے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔

آپ نے فرمایا: اے عمر مجھے استغفار سے روکا نہیں گیا، بلکہ اختیار دیا گیا ہے کہ استغفار کروں یا نہ کروں، بہرکیف! آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، حضرت عمرؓ نے بھی پڑھی، مگر اس کے بعد قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُواْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُواْ وَهُمْ فَاسِقُونَ. (۲)

ترجمہ: اور ان میں سے جو مر جائے تو کسی پر نماز جنازہ نہ پڑھ، اور کبھی ان کی قبر پر کھڑا نہ ہو، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا، اور وہ نافرمان ہو کر مرے۔

اس آیت کے نزول کے بعد پھر آپ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ (۳)

حضرت عمرؓ کسی ایسے جنازے میں شریک نہ ہوتے تھے جس میں حضرت حذیفہ شامل نہ

(۱) سورۂ توبہ آیت: ۸۰

(۲) سورہ توبہ آیت: ۸۴

(۳) بخاری ج: ۲، ص: ۶۷۳ کتاب التفسیر۔

ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نام بنام منافقین کا پتہ بتادیا تھا۔[1]

تو منافقین کا سردار عبداللہ بن اُبی کے پاس چونکہ ایمان نہ تھا، اس لئے نبی علیہ السلام کا دعا فرمانا بھی اس کے حق میں مفید نہ ہوا۔ خطبے کے دوران جو آیت میں نے تلاوت کی تھی اس میں اسی دن سے ڈرایا ہے۔ جس دن کوئی چیز کسی کے کام نہ آئے گی، نہ مال واولاد کام دے گی، نہ عزت ووجاہت کام دے گی، نہ کسی کی سفارش سے نجات ہوگی، اور نہ کوئی کسی کی نصرت وحمایت کر سکے گا، اس دن دو جماعتیں ہو جائیں گی، **فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ** کچھ لوگ بدبخت ہوں گے کچھ نیک بخت ہوں گے، بعض کے اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، اور بعض کے بائیں ہاتھ میں، بعض لوگوں کے چہرے خوش وخرم ہوں گے۔ بعض کے چہروں پر مایوسی اور بدحواسی چھائی ہوئی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام اہل ایمان کو قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ فرمائے۔ دنیا وآخرت میں عفو وعافیت نصیب فرمائے۔ دونوں جہان کی ذلت اور رسوائی سے بچائے۔ آمین ثم آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِين.

وصلّى الله تعالىٰ علىٰ خَيرِ خَلقه محَمَّدٍ وَّعلىٰ اٰله

وَاصحابه وَذُرِّيَّته واَهْلِ بَيته الطَّاهرِينَ

الطَّيِّبِين اجمعين، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ

العِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ

على المُرْسَلِيْنَ والحَمْدُ لله

رَبِّ العٰلمين.

(۱) بخاری ج: ۲، ص: ۶۷۲ کتاب التفسیر.

اَلدُّعــاءُ هُــوَ الـعِبـادۃ [حـدیـث]

دعا کی حقیقت

اور

فوائد ثمرات

وعظ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی

کچھ اس تقریر کے بارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرشدی حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم تبلیغی جوڑ کے موقعہ پر ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۹۸ء بروز اتوار کو اسارا جامع مسجد میں تشریف لائے تھے، اب جب کہ ضعف ونقاہت کا غلبہ ہے۔ جسمانی قوت وطاقت میں اضمحلال پیدا ہو چکا ہے، آپ کا کسی جگہ تشریف لے جانا بہت اصرار پر ہوتا ہے، چنانچہ اسارا والوں نے بھی اصرار کیا، حضرت عذر ومعذرت کے ساتھ انکار فرماتے رہے، مگر اسارا والوں کا اصرار آپ کے عذر ومعذرت پر غالب آ گیا، آپ تشریف لائے اور وعظ فرمایا، اس وعظ کو میں نے ٹیپ کر لیا تھا، پھر اس کو نقل کیا، اور آیات وروایات اور واقعات کے حوالے تلاش کر کے درج کیے، اس سلسلہ میں، میں نے اپنی پوری کوشش صرف کی ہے، پھر بھی اگر کسی بات کا حوالہ رہ گیا ہو تو وہ میری محنت کا قصور ہے، اگر کوئی صاحب مطلع فرمائیں تو ممنون رہوں گا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپ کا یہ سفر اور وعظ ہریانہ اور پنجاب والوں کی آمد پر ہوا تھا، ۴۷ء کے بعد ہریانہ پنجاب میں جو ارتداد کی وبا پھیلی تھی، اس نے شمالی ہند کے اس پورے خطہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں اپنی ہمہ گیری اور گیرائی کے اعتبار سے یہ فتنہ بہت بڑا اور اپنی نوعیت کا اولین فتنہ تھا، ہر چند کہ علماء صلحاء اور اہل اللہ نے اس فتنہ سے پہلے بھی (جس کو انہوں نے اپنی دور بینی اور نظر فراست سے بھانپ لیا تھا) اور بعد میں بھی اس سے بچنے کی تدبیریں کیں، اور ہر جہت سے اس پر باندھ باندھنے کی کوششیں کیں، مگر ان تمام تر کوششوں اور فکر مندیوں کے باوجود ہریانہ اور پنجاب میں کوئی بڑا انقلاب اور ہمہ جہت تبدیلی برپا نہ ہو سکی، چنانچہ اس علاقہ کا جو حال پچاس سال پہلے تھا وہ ہی اب بھی ہے۔ معمولی تبدیلی کا کیا ذکر؟ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔

حضرت مدظلہ العالی نے بھی اس علاقہ کے لئے اپنی تقریروں اور مجلسوں میں اپنی فکر مندیوں کا بار بار اظہار فرمایا ہے، اور اسی مقصد کی تکمیل کے لئے آپ نے پانی پت مدرسہ گنبدان کو غاصبین سے خالی کرایا، جس میں فی الحال پانچ اساتذہ اور تقریباً دو سو بیرونی ومقامی طلبہ زیر تعلیم ہیں، اللہ تعالیٰ اس کام کو ترقی عطا فرمائے، اور مدرسہ کو تمام شرور وفتن سے محفوظ فرمائے، اور حضرت مدظلہ العالی کو اس مخصوص عمل کی بھرپور جزا عطا فرمائے۔

آمین اللّٰہم آمین

محمد ناصر عفی عنہ تاوَلی

۲ ر رمضان ۱۴۱۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ ثُمَّ قَرَأَ وَقَالَ رَبُّکُمْ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ.(۱)

کچھ اپنے بارے میں: میرے محترم بزرگو! اور میرے پیارے عزیز دوستو! اپنے ضعف اور بیماری کی بنا پر کافی دنوں کے بعد یہاں حاضری ہوئی، اور اب بھی میری ہمت نہیں تھی، اس لئے کہ مجھے کچھ ایسے عوارض ہوگئے ہیں کہ سواری (کار) میں بھی ذرا سی حرکت ہوجاتی ہے تو تکلیف ہوتی ہے، بار بار آپریشن نے حالت ایسی کردی ہے کہ اسفار ہی سے طبیعت گھبراتی ہے، مگر یہاں کے احباب بار بار کانذھلہ جاتے رہے، اور اصرار کرتے رہے، پرسوں اور کل صبح تک بھی حاضری کا بالکل ارادہ نہیں تھا، کل عصر کے بعد اور آج صبح بھی ہمارے بھائی محمد یوسف صاحب کا جب زیادہ اصرار ہوا، اور انہوں نے مجھ سے یہ وعدہ کیا کہ فقط دعا کرانی ہے، دعا میں شرکت کرلینا، تو میں نے سوچا کہ دعا تو عبادت ہے، اور عبادت میں بھی اہم عبادت ہے۔

دعا عبادت کا مغز ہے: حدیث پاک میں اس کو مُخُّ الْعِبَادَۃِ یعنی عبادت کی گری اور عبادت کا مغز بتلایا گیا ہے۔(۲) اور قرآن کریم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ.(۳)

---

(۱) مسند احمد ج:۴، ص:۲۶۷۔ ترمذی ج:۲، ص:۱۷۳

(۲) عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء مخ العبادۃ ھذا حدیث غریب من ھذا الوجہ لانعرفہ الا من حدیث ابن لھیعۃ۔[ترمذی ج:۲، ص:۱۷۳]

(۳) سورۂ مؤمن آیت:۶۰

ترجمہ: بیشک جولوگ میری بندگی (یعنی مجھ سے مانگنے) سے تکبر کرتے ہیں، عنقریب وہ ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔

دعا سے اعراض کرنے والوں کا انجام بد: یعنی جولوگ میری عبادت سے انکار کرتے ہیں، تکبر کرتے ہیں، اوران کی بڑائی میری بندگی سے مانع ہوتی ہے، وہ عنقریب ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں جائیں گے۔

اس لئے یہی سوچ کر، کہ دعا کرانے والے کوئی اور ہی ہوں گے۔ میں بیٹھا ہوا من من میں آمین کہتا رہوں گا، مگر تقدیر الٰہی یہاں آکر دیکھا تو سارا ماحول ہی بدلا ہوا ملا، اور جو وعدہ ہوا اس کے برعکس معاملہ نظر آیا، گویا: ”رات گئی پوت گل گیا“

اب میں کیا کہوں، مجھ سے تو نہ بولا جاتا، نہ سنا جاتا، میرا تو اب سننے سے بھی سر چکراتا ہے۔

بہرکیف! دعا کے بارے میں ترمذی شریف کی ایک حدیث میں نے آپ کے سامنے پڑھی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّعاءُ هُوَ العِبَادَةُ. (۱) دعا ہی عبادت ہے۔

حصر کی ترکیب استعمال فرمائی، اور عبادت کو دعا میں منحصر فرمادیا، اس لئے کہ عبادت کا سب سے نمایاں پہلو دعا میں پایا جاتا ہے۔

عبادت کس کو کہا جاتا ہے: عبادت کس کو کہا جاتا ہے؟ انتہا درجے کی عاجزی کو عبادت کہا جاتا ہے، اور یہ بات دعا میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ (۲)

---

(۱) الترغيب والترهيب: الترغيب في كثرة الدعاء رقم: ۳، ص: ۳۳۱، ج: ۱

(۲) لان حقيقة العبادة هو الخضوع والتذلل وهو حاصل في الدعاء اشد الحصول. [حاشيه مشكوة ص: ۱۹۴]

عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے: پس انسان کی انتہائی درجے کی عاجزی اس ذات عالی کے آگے ہوسکتی ہے جس ذات عالی میں انتہا درجہ کے کمالات ہوں، اور وہ صرف خداوند قدوس کی ذات عالی ہے، اللہ عزاسمہ کی ذات عالی کے علاوہ کوئی بھی ذات ایسی نہیں ہے جس میں بے انتہا کمالات ہوں، انبیاء علیہم السلام حالانکہ مجموعہ کمالات اور مجسمہ کمالات ہیں، لیکن یہ نہیں ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں بے انتہا کمالات ہوں بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی مخلوق ہیں، اور ایک وقت آیا ہے کہ کچھ بھی ان کا وجود نہ تھا، اور پھر ایک وقت آیا کہ وہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔(۱) اور خداوند قدوس کی ذات عالی ازلی ہی، ابدی ہے۔(۲)

آپ حضرات میں سے تو شاید کسی کو یاد نہ ہو، اب سے تقریباً پچاس ساٹھ سال پہلے کاندھلہ کی جامع مسجد میں ایک بزرگ مولوی یونس بگھرہ والے آیا کرتے تھے، جن کا تقسیم کے بعد انتقال ہوا ہے۔ وہ بڑے اچھے انداز کے ایک شعر پڑھا کرتے تھے:

لَاضِدٌ وَلَانِدٌّ وَلَاحَدٌّ لِرَبِّی
اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ وَلَمْ یَلْقِ زَوَالاً

یعنی میرے رب کی نہ کوئی ضد ہے، اور نہ اس کا کوئی شریک ہے، اور نہ اس کی کوئی نہایت ہے، وہ ابھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا، اس پر کبھی زوال طاری نہیں ہوا۔

میں کہتا ہوں کہ میرے رب کے کمالات بیان کرنے پر کوئی قادر نہیں، وہ آج بھی انہیں صفات اور کمالات کے ساتھ متصف ہے، جن کمالات کے ساتھ وہ کروڑوں، اربوں اور کھربوں سال پہلے متصف تھا، اس کی کسی طاقت اور قدرت میں اور سلطنت وحکومت میں کوئی ضعف

---

(۱) هل اتیٰ علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئا مذکوراً[سورۂ دهر آیت:۱ وایضا وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل [سورۂ آل عمران آیت:۱۴۴]

(۲) هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بکل شئ علیم.

نہیں ہوا، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ مالک الملک ہے، پورا پورا مختار ہے، اور قادر ہے، ایک جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا [1]

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں بنائیں، اس کا حکم ان سب میں اترتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، اور ہر چیز اللہ کے علم میں سمائی ہے۔

سات آسمان اور سات زمینیں: یعنی اللہ کی ذات عالی وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور سات ہی زمینیں پیدا فرمائیں، جیسا کہ عدد کے اعتبار سے سات آسمان ہیں اسی طرح عدد کے اعتبار سے سات زمینیں ہیں، [2] ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں اللہ کے احکام نازل ہوتے ہیں، (کہیں احکام تشریعی، کہیں احکام تکوینی) تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں، اور تاکہ تم اس بات کو جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے علم کامل نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔

غیب کا علم صرف اللہ کو ہے: کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کامل سے خارج ہو، زمین میں ہو، آسمانوں میں ہو، ساتویں زمین کی تہہ میں ہو، تحت الثریٰ میں ہو، اللہ کو اس کا پورا پورا علم ہے۔ مخلوق میں یہاں تک کہ فرشتے بھی ساری کائنات کا پورا پورا علم نہیں رکھتے۔

---

(۱) سورۂ طلاق آیت: ۱۲

(۲) مشکوٰۃ ص: ۵۱

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزاسمہ نے ساری مخلوق میں سب سے زیادہ علم سے نوازا تھا لیکن ایسا نہیں ہے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخلوق کا پورا پورا علم ہو۔

جنت کے درجات اور ان کی درمیانی مسافت: حدیث پاک میں ہے کہ جنت کے سو درجات ہیں، اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ یعنی ہر ایک درجے کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے، جنت کا ایک درجہ دروبست چاندی کا ہے، یہاں تک کہ وہاں کھڑکیاں، دروازے، گاؤ تکیے، اور وہاں کے تالے اور تالیاں سب چاندی کی ہیں، اور ایک درجہ خالص سونے کا ہے۔ اور وہاں کی ہر چیز سونے کی ہے، اور ایک درجہ زبرجد، سرخ یاقوت اور موتیوں کا ہے، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تین جنتوں کا ذکر فرمایا، اور ستانویں کے بارے میں فرمادیا:

وَسَبْعٌ وَّتِسعُونَ دَرَجَۃً لَا یَعْلَمُ مَا ھِیَ اِلَّا اللّٰہ.[1]

ترجمہ: ستانوے جنتیں ایسی ہیں کہ ان کو اللہ عزاسمہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کس چیز کی ہیں؟

ساتویں آسمان کے اوپر بیری کا درخت: ساتویں آسمان کے اوپر بیری کا ایک درخت ہے، سدرۃ المنتہیٰ! جس کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی ہے، ارشاد ربانی ہے:

أَفَتُمَارُونَہٗ عَلَی مَا یَرَی ۝ وَلَقَدْ رَآہُ نَزْلَۃً أُخْرَی ۝ عِندَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھَی ۝ عِندَھَا جَنَّۃُ الْمَأْوَی ۝ إِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشَی ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَی ۝ لَقَدْ رَأَی مِنْ آیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرَی.[2]

ترجمہ: کیا اب تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا، اور اس نے

(۱) مختصر تذکرۃ القرطبی ص:۱۰۷

(۲) سورۂ نجم آیت: ۱۲ تا ۱۸

اس کو ایک بار اور بھی اترتے ہوئے دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اس کے پاس آرام سے رہنے کی بہشت ہے، جب چھارہا تھا اس کے اوپر جو کچھ چھارہا تھا، نہ نظر بہکی، نہ حد سے بڑھی، اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

اسی طرح سدرۃ المنتہیٰ (پرلی حد کی بیری) کے پاس ملأ اعلیٰ میں حدیں مقرر کر دی گئی ہیں، اس کے آگے کوئی نہیں جاسکتا، ملائکہ مقربین بھی اس مقام سے ایک بال برابر آگے نہیں بڑھ سکتے، یہاں تک کہ جبرئیل امین بھی (جن کو سید الملائکہ کہا جاتا ہے۔ اس بیری کے درخت کے قریب ہی جنت الماویٰ ہے۔ جب کہ چھارہا تھا اس بیری کے درخت کے اوپر جو کچھ چھارہا تھا، یعنی حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات اس پر چھارہے تھے، مسند احمد بن حنبل کی لمبی روایت کا ایک ٹکڑا ہے۔

فَمَا اَحَدٌ مَنْ خَلَقَ اللّٰہِ یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّصِفَھَا مِنْ حُسْنِھَا.(۱)

ترجمہ: کسی مخلوق میں طاقت نہیں کہ اس وقت کے بیری کے درخت کے حسن کو (اور اس کی بہار کو اور اس کے جمال اور اس کے نزاکت کو) بیان کر سکے۔

بہر کیف! کسی کا علم بھی اتنا کامل و مکمل نہیں کہ وہ ہر ہر چیز کو اور ذرے ذرے کو جانتا ہو، ہاں! اللہ عزاسمہ ہر ہر چیز کو جاننے والے ہیں، تو جس ذات عالی میں انتہا درجے کے کمالات ہوں وہی ذات عالی انتہا درجے کی عاجزی (عبادت) کی مستحق ہے، عبادت کہا جاتا ہے انتہائی درجے کی عاجزی کو، عبادت کسی اور کی نہیں کی جائے گی، نہ کسی نبی کی نہ ولی کی، نہ کسی پیر کی نہ فقیر کی، نہ کسی دیوی کی، نہ دیوتا کی، نہ کسی درخت کی، نہ کسی اور چیز کی، عبادت ہوگی خداوند قدوس کی ذات عالی کی، کسی اور چیز کو عبادت کا حق حاصل نہیں۔

(۱) رواہ احمد ج:۳، ص:۱۴۹

رات دن، سورج اور چاند قدرت الٰہی کی نشانی ہیں: قرآن کریم میں صاف صاف ارشاد فرمایا گیا:

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ.(۱)

ترجمہ: رات اور دن، سورج اور چاند اس کی قدرت کے نمونے ہیں، سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو، اللہ کو سجدہ کرو، جس نے ان کو بنایا ہے، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی سجدہ نہ کرو، نہ سورج کو نہ چاند کو، سجدہ کرو تو اس ذات عالی کو جس نے سورج اور چاند کو بنایا ہے، اور چاند اور سورج جس کے اشارے پر حرکت کررہے ہیں۔

سورج غروب کے بعد کہاں جاتا ہے: حدیث پاک میں آتا ہے، صحیح مسلم کی روایت ہے، حضرت ابوذر غفاریؓ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، غروب کا وقت قریب تھا، سورج چھپنے والا تھا، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

یَا اَبَا ذَرٍّ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْهَبُ الشَّمْسُ؟ قَالَ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُه اَعْلَمُ.(۲)

ترجمہ: اے ابوذر! جانتے ہو سورج چھپنے کے بعد کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ سورج چھپنے کے بعد عرش الٰہی کے سامنے جاکر

(۱) سورۂ حم سجدہ آیت: ۳۷

(۲) مسلم ج: ۱، ص: ۳۰۲، مسند احمد ج: ۵، ص: ۱۵۲

سجدہ کرتا ہے، اور آئندہ نکلنے کی اجازت چاہتا ہے، ایک وقت آئے گا کہ سورج
وہاں جا کر سجدہ کرے گا مگر اس کا سجدہ قبول نہیں ہوگا۔ (۱)

انسان کو غیرت دلانے کے لئے کہ او نادان انسان! تجھے سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور تجھے سجدہ کرنے کو کہا گیا، مگر تو نے ہماری ذات عالی کو سجدہ کرنے سے انحراف کیا، اور اعراض کیا، اور تو یہ سمجھا کہ ہمارے سجدہ کا، اللہ کی ذات عالی کو کوئی فائدہ ہے۔ دیکھ یہ سورج جو لاکھوں کروڑوں اربوں کھربوں سال سے ہمیں سجدہ کر رہا تھا، آج ہم اس کے سجدہ کو بھی رد کر رہے ہیں، اور آئندہ نکلنے کی ضمانت بھی ضبط کر رہے ہیں۔

سورج کے سجدہ کرنے کی تحقیق: تم کہو گے کہ ہماری سائنس میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ سورج غروب ہی نہیں ہوتا، اگر یہاں سے غروب ہو گیا تو امریکہ میں نکل آئے گا، اگر یہاں دن ہے تو امریکہ میں رات ہے، یہاں رات ہے تو امریکہ میں دن ہے، اور تم یہ بھی کہو گے کہ سورج ایک افق سے غائب ہوتا ہے تو دوسرے افق میں طلوع ہو جاتا ہے، نیز کہیں دن ہوتا ہے کہیں رات ہوتی ہے، کہیں دن چھوٹا ہوتا ہے اور رات بڑی اور کہیں اس کا برعکس، اور بلغار میں فجر (صبح صادق) ہو جاتی ہے، حالانکہ مغرب میں ابھی غروب کی شفق (غروب آفتاب کے بعد آسمان کی سرخی) بھی غائب نہیں ہو پاتی، اور ارض تسعین کا حال اس سے زیادہ بھی عجیب ہے کہ جب تک آفتاب بروج شمالیہ میں رہے گا تو طلوع رہے گا، اور جب تک بروج جنوبیہ میں رہے گا تو آفتاب غروب رہے گا، اسی لئے وہاں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہوتی ہے۔

نیز یہ اعتراض بھی ہوگا کہ آفتاب غروب کے وقت ساکن نہیں ہوتا، بلکہ اس کا سفر برابر جاری رہتا ہے، ورنہ تو اس کا طلوع کے وقت میں ساکن ہونا لازم آئے گا۔

نیز آفتاب کے لئے آسمان صرف ایک ہے، پس یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک آسمان

(۱) متفق علیہ ۔ مشکوۃ ص: ۴۷۲

سے غروب ہو کر سجدہ کر کے پھر طلوع کرتا ہے؟

یہ دو اشکالات ہیں جو سائنس دانوں نے اس حدیث پر وارد کئے ہیں، مگر محدثین نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

(۱) اس کا ایک جواب تو یہ ہے (اگر چہ ضعیف ہے) کہ جہات چھ ہیں: مشرق، مغرب، شمال، جنوب، تحت، فوق اگر سورج غروب نہیں ہوتا تو پھر جہت مغرب کو مغرب کیوں کہا جاتا ہے؟

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ آفتاب کا یہ سجدہ کرنا اس صورت (ٹکیہ) سے متعلق نہیں جو ہمیں نظر آ رہی ہے بلکہ آفتاب کی صورت مثالیہ سے متعلق ہے، اس کی مثال یہ ہے (جیسا کہ سادات صوفیہ میں مشہور ہے) کہ ابراہیم ابن ادہم کو ایک ہی وقت میں لوگوں نے بصرہ میں بھی دیکھا اور مکہ میں بھی، حالانکہ ظاہر ہے کہ ان کا جسم حقیقی ایک ہی جگہ تھا، تو در حقیقت ایک جگہ آپ کی صورت مثالیہ تھی اور ایک جگہ آپ کا جسم حقیقی تھا، اور یہ کرامات اولیاء سے ہے، جو اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے۔

پس ایسے ہی سورج کے سجدہ کرنے کا تعلق اس جرم مشاہد سے نہیں بلکہ صورت مثالیہ سے ہے، جس کے لئے نہ سکون کی ضرورت ہے اور نہ کسی وقفے کی حاجت ہے، بلکہ جس خطے کے باشندوں کی نظروں سے سورج غائب ہوگا تب ہی آفتاب تحت العرش ہو کر سجدہ کرے گا اور آئندہ نکلنے کی اجازت چاہے گا۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ جب بھی آفتاب افق مدینہ سے غائب ہوتا ہے، تو عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے، گویا سجود شمس دوسرے افق سے متعلق نہیں بلکہ خاص افق مدینہ کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔

(۴) چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حکیم کا قول ہے جس پر واقعہ کا منطبق ہونا ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ حکیم کے قول کو اس پر منطبق کیا جائے۔ یعنی اگر واقعہ قول حکیم کے خلاف معلوم ہو تو یہ نہیں کہ قول حکیم میں تاویل کی جائے گی، بلکہ واقعہ میں تاویل کی جائے گی، پس اگر سجود شمس کی کیفیت اور حقیقت کا ہم عقلی ادراک نہ کر سکیں تو یہ قول حکیم کا نقص نہیں بلکہ ہماری فہم و عقل کا قصور ہے۔

(۵) پانچواں جواب یہ ہے کہ مخبر صادق امین نے جو فرما دیا وہ حقیقت ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے، خواہ ہماری سمجھ میں آئے، یا نہ آئے، پس جب مخبر صادق امین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ سورج غروب ہونے کے بعد عرش الٰہی کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے، اور آئندہ نکلنے کی اجازت چاہتا ہے تو یہ حق ہے اور بالکل سچ ہے، خواہ اس کی کیفیت کچھ بھی ہو، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔

بہرکیف! اس کے ہمارے پاس متعدد جوابات ہیں۔[1] اور علامہ شبیر احمد عثمانی نوراللہ مرقدہ نے مستقل ایک رسالہ اردو میں تصنیف فرمایا، "سجود الشمس" اس کا نام ہے، اور فتح الملہم شرح مسلم میں بھی اس حدیث کے ذیل میں بعض جوابات کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر مجھے یہاں ان سب چیزوں کی تفصیل بیان نہیں کرنا۔ مجھے تو دعا کے بارے میں مختصر سی بات عرض کرنی تھی کہ دعا کو حدیث پاک میں عبادت اور عبادت کا مغز کہا گیا ہے۔

دعا عبادت کا مغز ہے: ایک نہیں بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادگرامی ہیں۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

(۱) اس کی تفصیل فتح الملہم شرح مسلم ج:۱، میں مذکور ہے، جس کو دیکھنا ہو اس حدیث کے ذیل میں دیکھ لے۔

اَلدُّعاءُ سِلاحُ الْمُؤمِنِ وَعِمادُ الدِّینِ وَنُورُ السَّمٰوٰاتِ والاَرْضِ.(۱)

ترجمہ: دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے، اور زمین وآسمان کا نور ہے۔

دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، مگر یہ ہتھیار اسی وقت کارآمد ہوتا ہے جب تمام مخلوق سے نظر ہٹالی جائے، اگر یہ سمجھا جائے کہ مانگ لو اللہ سے اور کام بدھو اور نھتو سے بھی بن جائے گا، اور وہ غنیا صاحب ہیں، اور یہ ایم پی صاحب ہیں، ان سے بھی میرا کام بن جائے گا، پھر کام نہیں بنتا۔

خلافت فاروقی میں سخت قحط کا واقعہ: حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ نے پاکستان میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کہ حضرت عمر کے دور خلافت [۱۸ھ] میں پورے جزیرۂ عرب میں ایسا قحط پڑا کہ کھانے پینے کی چیزیں بھی کسی قیمت پر نہیں ملیں، فاقوں کی شدت کی وجہ سے لوگ انتقال کر رہے تھے، اسی دوران حضرت عمرؓ کو یہ اطلاع ملی کہ مصر کے اندر بے شمار پیداوار ہے، اور مصر اس سے پہلے فتح ہو چکا تھا، اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کے گورنر تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو خط لکھا کہ:

"یہاں حجاز میں بالکل غلہ نہیں ہے، اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ مصر میں بہت غلہ ہے، لہٰذا یہاں والوں کے لئے وہاں سے غلہ بھیجو"

گورنر صاحب نے جواب تحریر فرمایا:

"آپ مطمئن رہیں میں اتنا بڑا قافلہ غلے سے لدوا کر بھیجوں گا کہ اس کا پہلا اونٹ مدینہ میں اتر رہا ہوگا اور آخری اونٹ مصر میں لدر ہا ہوگا۔

(۱) حصن حصین بروایۃ الحاکم ص: ۱۲

مصر اور حجاز کا ایک مہینہ کا راستہ ہے، جو اس زمانے میں اونٹوں کے ذریعہ سے طے کیا جاتا تھا، یہ سارا راستہ غلہ کے اونٹوں سے بھر دوں گا، چنانچہ غلہ آیا، اور اتنا ہی آیا، اور مدینہ پاک میں اور اطراف میں منادی کروادی گئی کہ جس کا جی چاہے عمر کے دستر خوان پر کھانا کھائے اور جس کا جی چاہے، اپنا راشن اپنے گھر لے جائے، چنانچہ ہزار ہا ہزار لوگوں نے وہیں دستر خان پر کھانا کھایا اور بہت سے اپنے گھر لے گئے۔

ایک صحابی جو جنگل میں اپنے رٹھان (ٹھکانے) پر رہتے تھے، انہوں نے بھی آنے جانے والوں سے سنا کہ مدینہ پاک میں غلہ آگیا ہے، اور تقسیم ہو رہا ہے ان کے پاس ایک بکری تھی، انہوں نے سوچا کہ میں چلا جاؤں گا اور اکیلی بکری کو کوئی جانور وغیرہ کھا جائے گا، لاؤ بکری کو ذبح کر لوں اور کھالوں کی چلنے کی کچھ طاقت آجائے گی، چنانچہ بکری کو ذبح کیا تو ایک قطرہ بھی خون کا نہ نکلا، یہ منظر دیکھ کر وہ صحابی رو پڑے اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے، کہ ہمارا بھی برا حال ہے اور تو اور ہمارے جانوروں کا بھی خون خشک ہو گیا، (بکری میں خون تو جب ہوتا جب چارہ کھاتی، پانی پیتی، جب نہ چارہ کھایا، نہ پانی پیا، تو نہ خون رہا نہ نکلا) وہ صحابی سر پکڑ کر رونے لگے اور روتے روتے گر گئے اور گر کر نیند آگئی، نیند میں انہوں نے دیکھا کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے، اور فرمایا کہ عمر کے پاس جاؤ اور میری طرف سے سلام کہہ دو اور کہہ کہ تو تو بڑا عقلمند تھا تیری عقل کو کیا ہوا؟ یہ صحابی اٹھے اور گرتے پڑتے مدینہ منورہ پہنچے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر دستک دی اور کہا:

اِسْتَاذِنْ لِرَسُوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی بات سن لو۔

حضرت عمرؓ ننگے پیر مکان کے باہر تک آئے، پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے خواب کا پورا قصہ بیان کیا، حضرت عمرؓ سن کر لرز گئے اور کہنے لگے کہ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی؟ اسی وقت مدینہ

پاک میں جواہل الرائے تھے ان کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا کہ بھائی بار بار میں تم لوگوں سے کہتا رہا کہ اگر مجھ سے کوئی چوک ہو جائے تو مجھے متنبہ کر دیا جائے، مگر تم لوگوں نے مجھے متنبہ نہیں کیا، میرے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ پیام بھیجا ہے، بتاؤ مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ صحابہ نے کہا کہ ہماری سمجھ میں تو کوئی غلطی نہیں آتی، ایک صحابی کھڑے ہوئے، اور انہوں نے عرض کیا کہ میری سمجھ ایک بات آئی ہے کہ آپ کے ملک میں قحط پڑ رہا تھا، اور غلہ نہیں تھا، اور لوگ بھوک کی وجہ سے مر رہے تھے، مگر بجائے اس کے کہ آپ اللہ سے مانگتے آپ نے اپنے گورنر اور اپنے ہی جیسے انسان سے درخواست کی، یہ ہے وہ غلطی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: واقعتاً یہی غلطی ہے، پھر سب نے کہا کہ واقعی یہی غلطی ہے، حضرت عمرؓ نے اسی وقت دعا مانگی، اپنی خطا کی معافی چاہی، اور حضرت عباس کے وسیلہ سے استغاثہ کیا، دعا کرنا تھا کہ آسمان کے بادلوں میں کھلبلی مچ گئی، اور دوڑ لگ گئی اور ہر بادل ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہا تھا اور یہ کہہ تھا:

چلو مدینے، عمرؓ نے بلایا ہے

چلو مدینے، عمرؓ نے بلایا ہے (۱)

تو دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، مگر یہ ہتھیار اسی وقت کار آمد ہوتا ہے جب اللہ کی ذات عالی کے سوا ہر ایک سے نظروں کو پھیر لیا جائے، اور کسی کو حاجت روا نہ سمجھا جائے، اور کسی کو بھی صاحب اختیار نہ مانا جائے، ہمارے بہت سے بھائی (چونکہ علم نہیں) پیروں سے، فقیروں سے، قبروں اور مزاروں سے اور بتوں سے اور درختوں سے اپنی حاجتوں کا سوال کرتے ہیں، یہ انسان کی انسانیت کے خلاف بات ہے، انسان کو جو اللہ نے عقل سے نوازا ہے، اس کا مفہوم اور مطلب یہی ہے کہ او انسان! ہم نے تجھے اشرف المخلوقات بنایا ہے، اور تجھے وہ جوہر عطا کیا

(۱) تاریخ کامل ج:۲، ص:۲۳۵، بتغیر۔

ہے اور صلاحیت دی ہے کہ وہ کسی اور کو نہیں دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرپور ہیں: اے انسان! تجھے جو بھی ضرورت ہو، جو بھی مانگنا ہو، ہم سے مانگ، ہمارے خزانے بھرپور ہیں۔

حدیث پاک میں ارشاد عالی ہے:

يَدُ اللّٰهِ مَلْاٰى، لا يَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهارِ اَرَءَ يْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ والارْضَ، فَاِنَّه لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِه. (۱)

ترجمہ: اللہ کے خزانے بھرپور ہیں، رات اور دن خرچ کرنے سے ان میں کمی نہیں آئی، تمہارا کیا خیال ہے کہ جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے کتنا خرچ کیا ہوگا؟ لاریب (اتنا خرچ کرنے کے بعد بھی) اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔

یعنی اللہ کے خزانے بھرپور ہیں۔ ان میں اربوں کھربوں سال سے، دن رات برابر خرچ کرنے سے کوئی کمی نہیں آئی، اندازہ لگاؤ، کہ جس دن سے زمین وآسمان پیدا ہوئے کتنا خرچ کیا ہوگا۔

یہ ہزاروں کا مجمع ہے ایک چیز کے بارے میں اگر سوال کروں تو کوئی جواب دے سکے گا، یہاں کمپیوٹر کے ماہر اور حساب جاننے والے بھی ہیں اگر میں سب سے سوال کروں اور ایک دن کی مہلت بھی دوں کہ کل کو اسی وقت اس کا جواب دیدینا کہ ہم نے آج کتنا پانی استعمال کیا، کوئی بتلا دے گا؟ [مجمع میں سے آواز آئی نہیں] کسی کو علم نہیں، ایک جگہ ایک مسجد کے اصحاب کتنا پانی استعمال کرتے ہیں اس کو بھی نہیں بتلا سکتے، اور دنیا کے اندر صبح سے شام تلک، اور شام سے لے کر

(۱) کنز العمال ج: ۱، ص: ۲۴۲

صبح تلک کتنا پانی استعمال ہورہا ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے، تو فرمایا کہ اللہ کے خزانے بھرپور ہیں، اس مالک کے خزانوں میں دن رات برابر خرچ کرنے سے کوئی کمی نہیں آتی، تو بتاؤ کہ اللہ کی ذات عالی نے جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے کتنا خرچ کیا ہوگا؟

تو بھائی! اسی ذات عالی سے مانگنا چاہئے، اسی سے سوال کرنا چاہئے، ہم نے جو توحید کا اقرار کیا ہے تو توحید کا مطلب یہی ہے کہ اسی ذات کو حاجت روا، مشکل کشا نفع ونقصان کا مالک سمجھا جائے، اور خدا کی ذات عالی کے لئے ان صفات کا اقرار کیا جائے، اور صرف زبانی اقرار نہیں، بلکہ دل سے اعتراف ہو، اور یہ اقرار ہو کہ ان صفات میں اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے۔

ہریانہ والوں سے خطاب: بھائی میں تو "اسارا" والوں کے بہت اصرار پر بہت مختصر بات کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں، ورنہ مجھ میں نہ بولنے کی طاقت ہے، نہ چلنے کی سکت ہے، اور مجھے بتایا گیا ہے کہ ہریانہ سے کچھ ہمارے بھائی بھی آئے ہوئے ہیں، ان کے لئے تو مجھے جب بھی بلاؤ میں اپنے کرائے اور اپنی سواری سے حاضر ہونے کے لئے تیار ہوں، کتنے ہیں یہاں ہریانہ والے ہاتھ اٹھادو، اور مجھے بتاؤ کہ اپنے علاقہ میں مجھے کب بلاؤگے؟ بھائی میں تو وہیں پانی پت میں اپنا ٹھکانہ بنا رہا ہوں اس لئے کہ جو ہمارے بھائی ہریانہ اور پنجاب میں ہیں ہم ان کو بلانا چاہتے ہیں، اور سینوں سے لگانا چاہتے ہیں، ہریانہ کے جتنے حضرات ہیں وہ آنے والی بیس (۲۰/اگست ۱۹۹۸ء) میں پانی پت تشریف لائیں، اور مدرسہ گنبدان میں جہاں قریب ہی جلال الدین کبیر الاولیاء کی خانقاہ ہے، وہاں میری بھی حاضری ہوتی ہے، اور بھی اللہ والے حاضر ہوتے ہیں، وہاں آپ سے بات کریں گے، اور پھر آپ کے یہاں آنے کا نظام بنائیں گے، ہمیں وہاں کے حالات کا بہت قلق ہے کہ ہمارے بہت سے بھائی ایسے ہیں کہ ان سے تقسیم کے بعد کسی نے ملاقات ہی نہیں کی، اور ان کی کسی نے خبر ہی نہیں لی، ہریانہ میں گنور کے

قریب جانا ہوا، وہاں ایک مسجد ہے، وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ معاذ اللہ یہاں کے مسلمان تو دوسری طرف مائل ہوگئے تھے، میں نے کہا کہ نہ، دوسری طرف کیسے مائل ہو جائیں گے، جب اللہ نے عقل دی ہے؟ ارے اُن سے تم نے بات ہی نہیں کی، اس لئے اب تک وہ اس حالت میں ہیں ہمیں چاہئے تھا کہ ہم ان کے در پر جاتے، اوران کی خوشامد کرتے اوران کو سمجھاتے کہ پوجا (عبادت) کے لائق اللہ کی ذات عالی ہے، یہاں تک کہ اولیاء علیہم السلام کی ذات کی بھی عبادت نہیں کرنی ہے، جو مخلوق میں سب سے افضل اور سب سے برتر ہیں، اور اولیاء کی بھی عبادت نہیں ہے، بتوں اور درختوں کی بھی پوجا نہیں ہے، پھل دار ہوں یا بے پھل کے ہوں، اور سورج کی بھی عبادت نہیں کرنی ہے۔ عبادت ہے تو بس اللہ کی ذات عالی کی، یہ بات ان کو سمجھانی ہے۔

اسار اوالے بھائی یوسف کاندھلہ پہنچے، اورانہوں نے بتایا کہ ہریانہ والے آئے ہوئے ہیں، میں نے کہا اچھا ہے، اگر وہ آئے ہوئے ہیں تو ان سے مل لیں گے، اوران کو پانی پت آنے کی دعوت دیں گے، اور پھر انشاء اللہ ان کے دیہاتوں میں جانے کا نظام بنائیں گے، اور میں نے تین مولانا صاحبان اسی لئے پانی پت میں چھوڑے ہیں، کہ وہ ہریانہ کے دیہاتوں میں جائیں اور اپنے بھائیوں سے ملاقات کریں، اور ہمیں افسوس ہے کہ پچاس سال ہوگئے اور ہم اب تک اپنے بھائیوں کی خبر نہ لے سکے۔ ہم بہت ہی معذرت کے ساتھ کہ ہم سے بھول ہوئی اور ہم سے غلطی ہوئی، بھائی تم ہمارے پاس آؤ، جو بھی ہم سے تعاون ہو سکے گا ہم کریں گے اور جو بھی مشکل ہوگی اس کو حل کرنے کی کوشش کریں گے، اور جو شبہ ہوگا اس کو بھی دور کریں گے۔

بہر کیف! میں عرض کر رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے، مؤمن کا ہتھیار ہے، اور دین کا ستون ہے، اور زمین وآسمان کا نور ہے۔

دعا مصیبتوں کو دور کرتی ہے: ایک اور حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

لاَ یُغْنِی حَذَرٌ مِنْ قَدَرٍ، وَالدُّعَاءُ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ، وَاِنَّ الْبَلاَءَ لَیَنْزِلُ وَیَتَلَقَّاهُ الدُّعَاءُ فَیَعْتَلِجَانِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ (۱)

تقدیر سے ڈرنا کام نہیں دیتا، اور دعا ان مصائب کے مقابلہ میں فائدہ پہنچاتی ہے، جو آ چکی ہیں، اور ان پریشانیوں کے مقابلہ میں بھی جو آنے والی ہیں، ارشاد فرمایا: کہ بسا اوقات آسمان سے بلا نازل ہوتی ہے، کسی ملک کے لئے، کسی علاقہ کے لئے، کسی خطہ کے لئے، کسی گھرانے اور خاندان کے لئے، لیکن دنیا سے دعا جاتی ہے، بلا آنا چاہتی ہے، دعا اس کو ہٹانا چاہتی ہے، یہاں تک کہ بلا اور دعا میں کشتی ہوجاتی ہے، اگر دعا طاقتور ہے اور صحیح ہے تو قیامت تک بھی بلا کو نہیں آنے دیتی۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی تقدیر سے نہ ڈرے، اور یہ خیال نہ کرے کہ دعا کے اندر مجھے پریشانی ہے، اور ایسا خیال نہ کرے کہ کہیں کوئی میرا پیر پکڑ کر نہ گھسیٹنے لگے، کوئی دوسرا میری عزت پر قبضہ نہ کر لے، یہ وہ خواہشیں ہیں جن سے انسان ڈرتا ہے، ان کا کیا علاج ہے؟ ارشاد فرمایا ان کا علاج دعا ہے۔

بس بھائی! دعا کرلو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو مل جل کر دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور جن بھائیوں نے نام لکھوائے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے نکلنے کو قبول فرمائے۔

دعا عربی میں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

یَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِیْلَ وَسَتَرَ الْقَبِیْحَ، یَا مَنْ لاَ یُؤَاخِذُ بِالْجَرِیْرَةِ وَ لاَ یَهْتِکُ

(۱) حصن حصین بروایۃ مستدرک حاکم عن عائشۃ وقال صحیح الاسناد ص: ۱۱

السَّتْرِ، يَا عَظِيْمَ العَفْوِ! يَا حَسَنَ التَّجاوزِ! يَا وَاسِعَ المَغْفِرَةِ! يَابَاسِطَ اليَدَيْنِ بِالرَّحْمَةِ يَاصَاحِبَ كُلِّ نَجْوىٰ! يَامُنتَهِيٰ كُلِّ شَكْوىٰ! يَا كَرِيمَ الصَّفْحِ! يَاعَظِيْمَ المَنِّ! يَامُبْدِئَ النِّعَمِ قَبْلَ اسْتِحقَاقِهَا! يَارَبَّنَا وَيَاسَيِّدَنَا وَ يَامَولانَا! وَيَاغَايَةَ رغبَتِنَا! نَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ! اَن لاتَشْوِيَ خَلْقَنَا بِالنَّارِ، يَاكَبِيرًا اَنْتَ الَّذِي لايَعْتَدِلِ الوَاصِفُونَ لِوَصْفِ عَظْمَتِهٖ يَاكَبِيرُ! اَللّٰهُمَّ لامَانِعَ لِمَااَعْطَيْتَ وَلامُعْطِي لِمَامَنَعْتَ وَلارَادَّ لِمَاقَضَيْتَ وَلايَنْفَعُ ذَاالجَدِّ مِنْكَ الجَدُّ.

اَللّٰهُمَّ لَكَ الحَمْدُ كَمَا اَنْتَ اَهْلُهٗ، فَصَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ كَمَا اَنْتَ اَهْلُهٗ، وَافْعَلْ بِنَا مَا اَنْتَ اَهْلُهٗ، فَاِنَّكَ اَهْلُ التَّقْوىٰ وَاَهْلُ المَغْفِرَةِ.

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِعلَ الخَيْرَاتِ، وَتَرْكَ المُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ المَسَاكِيْنِ، وَاَنْ تَغْفِرَ لَنَا، وَتَرْحَمَنَا، وَاِذَا اَرَدتَّ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَتَوَفَّنَا غَيرَ مَفْتُونِينَ وَنَسْئَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ، وَحُبَّ عَمَلٍ يبَلِّغُنَا اِلىٰ حُبِّكَ.

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الاَشْيَاءِ اِلَينَا، وَاجعَلْ خَشْيَتَكَ اَخْوَفَ الاَشْيَاءِ عِنْدَنَا، وَاقْطَعِ عَنَّا حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشَّوقِ اِلىٰ لِقَائِكَ، وَاِذَا اَقْرَرْتَ اَعْيُنَ اَهلِ الدُّنيَا مِنْ دُنيَاهُمْ فَاَقْرِرْ عُيُونَنَا مِنْ عِبَادَتِكَ.

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ سَيِّدُنَا وَمَولانَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، وَنَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ سَيِّدُنَا وَمَولانَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ.

دعا اردو میں: یا اللہ! ہمارے گناہوں سے درگذر فرما، یا اللہ ہماری خطاؤں سے در گذر فرما، یا اللہ! ہم نے دین کے لئے اب تک جو محنت نہیں کی، اس کو معاف فرما، یا اللہ ہم سے ہمارے بھائیوں کے حق میں جو کوتاہی ہوئی ہے، اور ہم نے ان کا حق نہیں ادا کیا، اور یہ

بے چارے روزے نماز سے بے خبر اپنے دیہاتوں میں پڑے رہے، اے اللہ! یہ ذمہ داری ہماری تھی، ہم سے اس میں کوتاہی ہوئی ہے اور بھول ہوئی ہے، اے اللہ! ہماری اس بھول اور کوتاہی کو معاف فرما، ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے بھائیوں کو اپنے سینوں سے لگائیں، اور آپ کی طرف بلائیں، اور ان کو نماز روزے کی تعلیم دیں، اور قرآن ان کو سکھائیں، اے اللہ! جو لوگ وہاں سے دین سیکھنے کے لئے نکل رہے ہیں ان کے اوقات کی بھرپور حفاظت فرما۔

نفس وشیطان ہر ایک کے ساتھ ہے، اور یہ دونوں کے دونوں ایسے ہیں کہ ہم ان سے نہیں بچ سکتے جب تک کہ آپ کی جانب سے ہماری مدد نہ ہو، اے اللہ! نفس وشیطان کے مقابلہ میں ہماری بھرپور مدد فرما، اور نگرانی فرما، اے مالک الملک، ہمارے اوقات کو ضائع ہونے سے محفوظ فرما، اے ہمارے رب! ہریانہ سے جو ہمارے بھائی آئے ہیں ان کو دین کی سمجھ نصیب فرما، انہیں اپنی ذات عالی کا یقین نصیب فرما، اپنے ہمارے نبی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرما، اے اللہ! اپنے لطف وکرم سے اس بستی کو جیسا کہ آپ نے ہمیشہ سے نوازا، اور یہاں ہمیشہ اہل اللہ اور علماء صلحاء کی آمد کا سلسلہ جاری رہا، اے اللہ! اس بستی کو ہمیشہ اپنی رحمت سے نواز، آج اس بستی والوں نے ہمت کر کے اپنے ہریانہ اور پنجاب والے بھائیوں کو بلایا ہے اے اللہ! ان کو اس مخصوص عمل کی بھرپور جزا عطا فرما، وہ ہمارے بھائی جب یہاں سے جائیں تو دین کی مایا لے کر جائیں، اور جو باطل ان کے دماغ میں بیٹھا ہوا ہے اے اللہ! وہ باطل آج ہی ان کے دلوں سے صاف کر دیجئے گا، ان کو گناہوں سے نکال دیجئے گا، یا اللہ یہ لوگ اپنے ان بھائیوں کے پاس جائیں جو کلمہ سے بے خبر ہیں، اور نماز سے ناآشنا ہیں، اے اللہ! ان کے دلوں میں نماز کی دعوت سے کلمہ کا یقین بٹھا دے، اے اللہ! ہمیں اپنی معرفت نصیب فرما، اے اللہ ہم میں جو بیماری ہیں ان کو صحت کاملہ نصیب فرما، اور جو مقروض ہیں ان کے قرضے ادا ہو جائیں، جو پریشان حال ہیں، ان کی پریشانی دور

ہوجائے، اے اللہ! سونی پت سے جو ہمارے بھائی آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے ایک مسجد کے بارے میں ہم سے دعاؤں کے لئے کہا اے اللہ! اس مسجد کی تکمیل کے اسباب پیدا فرما، کوئی جھگڑا مقامی یا بیرونی وہاں نہ ہو، یا اللہ آپ ہی ہمارے معین ومددگار رہیں، اور آپ ہی ہمارے سہارا ہیں، اے اللہ ہریانے اور پنجاب میں جو مسجدیں ہیں اے مالک الملک! وہ ہماری نافرمانی کی وجہ سے ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی ہیں، اے اللہ ان کو ازسر نو پھر سے آباد فرما، اے اللہ! وہ مسجدیں پھر آباد ہوجائیں، اور ان میں آپ کے آگے سجدہ کرنے والے ہوجائیں، اور ان مسجدوں میں آپ کا نام نامی لینے والے ہوجائیں۔ اور ان خانقاہوں اور ان درسگاہوں میں بجائے اس کے کہ غیروں کی پرستش اور غیروں کے قبضے ہوں، اے اللہ ان کو پھر وہاں والوں کے حوالے فرمادیجئے گا، اور اصل ذات عالی آپ ہی کی ہے، اے اللہ! ہماری کوتاہیوں کی بنا پر یہ صورت پیدا ہوئی ہے، اے اللہ! ہم پوری امت کی طرف سے معافی کی درخواست کرتے ہیں، خصوصاً پنجاب اور ہریانہ میں جو کوتاہی ہوئی ہے، اے اللہ! اس کو معاف فرما، جو آپ کے احکام ہم سے ٹوٹے ہیں، اور جن احکام کو ہم نے توڑا ہے، اس کی ہمیں تلافی کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے ان بھائیوں کو دوبارہ نمازی بنادے، اور کلمہ والے اصول ان کے دلوں میں بٹھادے، یا اللہ! محض اپنے لطف وکرم سے جن بھائیوں نے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا، یا اس مجمع میں دعا کا مقصد لے کر آئے سب ہی کے جائز مقاصد میں کامیابی عطا فرما۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى
خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ [الحدیث]

اسلام میں امانت داری

کی

حیثیت اور مقام

وعظ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب

کاندھلوی مدظلہ العالی

عرض حال

مرشدی حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب خلد اللہ ظلالہ ۱۲رمحرم ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۹ر اپریل ۱۹۹۹ء بروز جمعرات انبالہ شریف کے وقف بورڈ کے سالانہ ہونے والے اجلاس میں تشریف لے گئے تھے، موضوع خود اوقاف کے ذمہ داروں نے ہی منتخب کیا تھا، آپ نے اسلام میں امانت داری کی حیثیت ومقام پر تقریباً ایک گھنٹہ پر مغز تقریر فرمائی احقر نے حسب معمول اس کو ٹیپ میں محفوظ کرلیا تھا، اب اس کو حضرت والا کے فرمودہ کچھ اضافے کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

یہ بات قابل تذکرہ ہے کہ حضرت اقدس مدظلہ العالی نے اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود اتنا دراز سفر کیوں کر قبول فرمایا؟ اور خلاف مزاج اور خلاف معمول بشاشت کے ساتھ اس طرح میٹنگ میں شرکت پر کس طرح آمادہ ہوگئے؟

اس کے دو اسباب کی جانب اس وقت اشارہ کرتا ہوں:

ایک تو یہ کہ اس زمانہ میں حقوق کی ادائیگی سے جس قدر غفلت برتی جارہی ہے، اور حق تلفی کا چلن جس قدر عام ہورہا ہے وہ کسی ذی ہوش سے مخفی نہیں، اور اس کا نتیجہ جو کچھ ہونا چاہئے تھا، وہ بھی سب کے سامنے، جان ومال محفوظ نہیں، عزت وآبرو ہر وقت خطرے میں ہے، زلزلوں اور سیلابوں کی بہتات، نت نئی بیماریوں کا ظہور، خانگی، قبائلی قومی اور ملکی پیمانے پر جنگی تباہ کاریاں، ان سب چیزوں کے پس منظر میں اتلاف حقوق کی وجہ کارفرما نہیں تو اور کیا ہے؟

اس حق تلفی کے زمانہ میں حضرت والا کو بھی اس کا خاص اہتمام رہتا ہے، اپنے متوسلین اور دوسرے آنے والوں کو بھی اس امر کی جانب متوجہ فرماتے رہتے ہیں، ہم نے بارہا دیکھا کہ اگر کوئی آدمی آیا اور کہا کہ حضرت حج کو جارہا ہوں، تو آپ فوراً فرمادیتے کہ میراث میں سے بہن کا حصہ نکالا

یا نہیں؟ شاید ہی کوئی مجلس ایسی ہوتی ہو جس میں آپ ادائیگی حقوق کی جانب توجہ نہ دلاتے ہوں، اسی لئے آپ نے انبالہ شریف میں طویل سفر کی زحمت برداشت فرمائی، تاکہ یہ آواز ان حضرات کے بھی گوش گزار ہو جائے جو اوقاف کی املاک اور جائیداد کے امین ومحافظ کہلا رہے ہیں۔

دوسرے ۱۹۴۷ء کے بعد اس علاقے کی دینی آبادی کے لئے آپ ہمیشہ متفکر رہے ہیں، آپ نے خود بھی اس پر درد...... شمالی ہند کے دورے فرمائے، اور اپنے متعلق کو بھی اس طرف رغبت دلاتے رہے ہیں، خانقاہوں اور مسجدوں اور مدرسوں کی نشأۃ ثانیہ کے لئے آپ نے بہت کوششیں فرمائیں ہیں، حتیٰ کہ اپنی جیب خاص کے صرف سے بھی اس علاقے میں بہت سے تبلیغی وفود بھیجے ہیں، آپ نے ایک مرتبہ گاؤں اسارا میں تبلیغی جوڑ کے موقع پر ہریانہ والوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”بھائی میں تو اسارا والوں کے بہت اصرار پر حاضر ہوا ہوں، مجھ میں نہ بولنے کی طاقت ہے، نہ چلنے کی سکت ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ ہریانہ کے کچھ ہمارے بھائی بھی آئے ہوئے ہیں، ان کے لئے تو مجھے جب بھی بلاؤ میں اپنے کرائے اور اپنی سواری سے حاضر ہونے کے لئے تیار ہوں۔

الغرض یہ وہ قلق واضطراب ہے جو آپ کو شمالی ہند پنجاب وغیرہ کے دور دراز اسفار کے لئے آمادہ کرتا رہا ہے۔ الحمد للہ اس کے مثبت اثرات بھی ظاہر ہوئے ہیں۔ پانی پت میں مدرسہ گنبدان اور چند مساجد کی دوبارہ آبادی، براس میں بھی ایک مکتب کا افتتاح اسی کوشش اور جستجو کی کامیابی کی علامتیں ہیں، اللہ عز اسمہ حضرت مدظلہ العالی کے سائے کو دراز فرمائے، اور آپ کے فیوض کو عموم ودوام نصیب فرمائے۔ اور اس تحریک وعمل میں جو آپ کے دست وبازو بن کر کام کر رہے ہیں، بالخصوص مولانا اسجد صاحب ساحجی زیدہ مجدہ ان کو بھی اللہ عز اسمہ بھرپور جزا عطا فرمائے۔ آمین اللھم آمین

محمد ناصر عفی عنہ تاؤلوی

۳ر صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ. نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ وَنَسْأَلُہُ الْکَرَامَۃَ فِیمَا بَعْدَ الْمَوتِ فَانَّہُ قَد دَنیٰ اَجَلِی وَاَجَلُکُمْ ، وَاَشْھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَولَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ، بَعَثَہٗ بَیْنَ یَدِی السَّاعَۃِ لِیَکُونَ لِلْعَالَمِینَ نَذِیْراً. مَن یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولُہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَن یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَایَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئاً نَسْأَلُ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ اَن یَّجْعَلَنَا مِمَّنْ یُّطِیعُہٗ وَیُطِیعُ رَسُولَہٗ وَیَتَّبِعُ رِضْوَانَہٗ وَیَجْتَنِبُ سَخَطَہٗ، فَاِنَّمَا نَحْنُ بِہٖ وَلَہٗ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً. اَمَّا بَعْدُ!

فَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسلم یَاعَدِیُّ اَسْلِمْ تَسْلَمْ، اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ[1]

تقریرِ شانِ نزول: میرے محترم بزرگو! اور میرے پیارے عزیز و دوستو! میں ایک قصبے کا رہنے والا ادنیٰ طالب علم ہوں، ایسی مجلسوں میں کبھی مجھے شرکت کی نوبت نہیں آئی۔ مگر میرے دائیں بائیں جو میرے دو محسن (اوقاف کے ذمہ دار) تشریف فرما ہیں، ان دونوں سے میری پچھلی مرتبہ ملاقات ہوئی، اور ان کا حکم عالی ہوا۔ میں ان کے حکم عالی کی تعمیل میں یہاں

(۱) بخاری شریف: باب کیف کان بدأ الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رقم: ۲، ص: ۵، ج: ۱، تحقیق شبیر احمد القاسمی [مکتبہ الاصلاح مرادآباد] ابن ماجہ: باب فی القدر رقم: ۸۷ ص: ۲۵، ج: ۱ تحقیق: شعیب الارنوط [الرسالۃ العالمیہ]

پر حاضر ہوا ہوں، اور تقدیر الٰہی کہ یہاں حاضری میں بھی گاڑی خراب ہوجانے کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک خصوصیت جوامع الکلم: بہت ہی مختصر سی ایک حدیث میں نے آپ کے سامنے پڑھی۔ اس حدیث پاک کے الفاظ اگرچہ نہایت مختصر، نحوی ترکیب کے لحاظ سے صرف دو جملے ہیں، لیکن اگر یہ کہا جائے کہ پوری شریعت اور پوری طریقت اور پوری سیاست ان دو جملوں کے اندر آگئی ہے، تو اس کے اندر میرے دوستو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ یہ مخبر صادق امین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں جن کے بارے میں خود رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

> ''کہ اللہ عز اسمہ نے مجھے چھ چیزوں میں دوسری انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت عطا فرمائی ہے، منجملہ ان چھ چیزوں کے ایک یہ ہے کہ اللہ نے مجھے جوامع الکلم بنادیا ہے، میری زبان سے نکلنے والے الفاظ مختصر ہوتے ہیں، لیکن اس میں معانی کے سمندر ہوتے ہیں، اور حکمت ومعرفت کے دریا ہوتے ہیں، جن کا کوئی تصور نہیں کرسکتا، اور جن کو بیان کرنے پر قادر نہیں''۔[1]

واقعہ فتح مکہ اور تبلیغی وفود کی روانگی: اس حدیث پاک کا مفہوم بہت ہی اجمال اور اختصار کے ساتھ مجھے آپ کے سامنے بیان کرنا ہے۔ ۸ھ میں اللہ عز اسمہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مکہ مکرمہ فتح فرمایا، اور مکہ مکرمہ کے فتح ہوجانے کے بعد عرب کے بہت سے قبائل از خود حاضر ہوئے، اور مشرف باسلام ہوئے، اس کے بعد رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور مختلف علاقوں میں تبلیغی وفود بھیجے۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: باب فضائل سید المرسلین رقم: ۵۷۴۸ ص: ۱۶۰۱، ج: ۳

قبیلۂ طے، حاتم طائی کا قبیلہ، حاتم طائی کا نام سنا ہوگا، بڑا مشہور شخص ہے، عرب کے مشہور سخیوں میں اس کا شمار ہے، آج تلک اس کی سخاوت کے واقعات مشہور ہیں، اس کے قبیلہ کی طرف رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ کی ماتحتی میں ایک وفد بھیجا، ایک جماعت بھیجی، لمبا قصہ ہے جس کی طرف مجھے اس وقت اشارہ بھی نہیں کرنا۔

عدی ابن حاتم کا راہ فرار: عدی، حاتم کے بیٹے، حاتم طائی کا تو بعثت سے پہلے ہی انتقال ہوگیا تھا، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک زمانہ حاتم طائی نے نہیں پایا، بیٹا، عدی جن کا نام ہے، فتح مکہ کے موقعہ پر یہ اپنا قبیلہ اور اپنا علاقہ چھوڑ کر روم کی سرحدوں کی طرف چلے گئے، اور اپنا جو شرک اور کفر کا طریقہ تھا اس کو چھوڑا اور عیسائی مذہب اختیار کرلیا، اور یہ دل میں فیصلہ کرلیا کہ اگر ضرورت ہوگی تو روم چلا جاؤں گا، لیکن میں اسلام قبول نہیں کروں گا، [معاذ اللہ] ان کی ہمشیرہ مشرف باسلام ہو چکی تھیں، جن کا نام نامی سفانہ تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھائی کی تلاش میں نکلیں، اور بھائی کی خوشامد کی، اور یہ کہا کہ ایک مرتبہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو جاؤ، آگے تمہیں اختیار ہے، خواہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرو یا نہ کرو لیکن ایک مرتبہ زیارت کرلو۔ یہ حاضر ہوئے تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو جملے ان سے ارشاد فرمائے۔ یَا عَدِیُ اَسْلِمْ تَسْلِمْ، اے عدی! اسلام لے آؤ محفوظ ہو جاؤ گے۔

سلامتی اور حفاظت کی راہ: یعنی اے عدی! سلامتی اور حفاظت، خدا کی مان کر چلنے میں ہے، یہ نہ سمجھنا کہ ملک روم میں پہنچ جاؤں گا، اور وہاں میری حفاظت ہو جائے گی، اور وہاں میں بچا رہوں گا، یہ بچاؤ کہیں نہیں ہے، بچاؤ کا ایک ہی طریقہ ہے وہ کیا ہے؟ خداوند قدوس کے حکم عالی کو آدمی مانے، اور محض ماننا نہیں بلکہ اس کے مطابق عمل کرنا بھی تو ارشاد فرمایا:

یَا عَدِیُ اَسْلِمْ تَسْلِمْ! اے عدی! سلامتی اور حفاظت خدا کی مان کر چلنے میں ہے، کامیابی اور فلاح اور کامرانی خدا کی مان کر چلنے میں ہے۔ عدی چونکہ بڑے باپ کے بیٹے تھے،

عرب کے سرداروں میں ان کا شمار ہے، بے تکلف رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بول پڑے، اور عرض کیا کہ میں تو ماننے والا ہی ہوں، چوں کہ عیسائی مذہب انہوں نے اختیار کرلیا تھا، مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَنَا اَعْرِفُ بِدِیْنِکَ مِنْکَ تیرے دین کو تیرے سے زیادہ جانتا ہوں۔ اپنے آپ کو ماننے والا سمجھ لینا یہ اور چیز ہے، اور ماننے والا ہونا یہ اور چیز ہے۔ دونوں میں اتنا فرق ہے جتنا کہ زمین وآسمان میں فرق ہے۔ جیسا کہ ہم اپنے آپ کو ماننے سمجھ رہے ہیں، مگر ماننے والے ہم نہیں ہیں، مان کر چلنا میرے دوستو! یہ کامیابی اور سرخ روئی کی ضمانت ہے۔ اور اس کو چھوڑ کر اپنی من مانی پر عمل کرنا یہ ہلاکت اور خسران ہے۔ تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اَنَا اَعْرِفُ بِدِیْنِکَ مِنْکَ تیرے دین کو تیرے سے زیادہ جانتا ہوں۔

تو اپنے آپ کو کیا ماننے والا بتلا رہا ہے، کیا تو فرقہ رکوسیہ میں سے نہیں ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! فرقہ رکوسیہ میں سے ہوں۔ یہ صابی اور عیسائی کے درمیان ایک فرقہ ہے۔ اور ارشاد فرمایا:

وَاَنْتَ تَاکُلُ مِرْبَعَ قَوْمِکَ وَھٰذَا لَا یَحِلُّ فِي دِیْنِکَ.

ترجمہ: اور تو قوم کا مال کھا رہا ہے، اور یہ تیرے دین میں بھی جائز نہیں ہے۔

زمانۂ جاہلیت کی ایک بے راہ روی: زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ عام طور سے لوگ لوٹ مار کرتے تھے، اور اسی پر ان کا گزارا تھا، قافلوں کو لوٹتے تھے، اور جو کچھ بھی مال ومتاع لوٹتے اس کا چوتھائی حصہ قبیلہ کے رئیس کو دے دیا جاتا تھا، اور بارہ آنے خود استعمال کرتے تھے، تو ارشاد فرمایا کہ تو قوم کا مال کھا رہا ہے جو تیرے دین میں بھی حلال نہیں ہے، اور پھر بھی اپنے آپ کو ماننے والا سمجھ رہا ہے۔

امانت داری کی تاکید اور اہتمام: حضرت انس بن مالکؓ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متواتر دس سال خدمت فرمانے والے صحابی، امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ان کی

روایت نقل کی ہے:

فَلَمَّا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَ: لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَه وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَه.[1]

ترجمہ: بہت کم ایسا اتفاق ہوا کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی تقریر فرمائی اور کوئی وعظ فرمایا اور اس میں یہ مضمون ارشاد نہ فرمایا ہو۔ ایمان والا وہ نہیں ہے وہ شخص جو امانت دار نہیں، اور دین دار نہیں ہے وہ شخص جو اپنے عہد کا اور اپنی بات کا پابند نہیں۔

منافق کی تین نشانیاں: ایک دوسری حدیث میں ارشاد گرامی ہے، صحیحین کی روایت ہے:

آیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.[2]

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، اور جب کوئی وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، اور بعض روایتوں میں ہے کہ جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔

اور فرمایا کہ یہ نفاق ہے اور کھلا نفاق ہے، وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّه مُسْلِمٌ اگرچہ وہ روزہ رکھتا ہو، اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، لیکن جس کے اندر یہ چار باتیں ہیں، بات کرنے میں جھوٹ بولنا، امانت میں خیانت کرنا، اور معاہدے کے خلاف کرنا، اور جھگڑے میں گالی گلوچ پر

(۱) معجم کبیر للطبرانی رقم: ۱۰۴۰۱، ص: ۱۶۰، ج: ۵

(۲) مسلم شریف: باب بیان خصائل المنافق رقم: ۱۰۷، ص: ۳۶، ج: ۱

اترنا، تو وہ اگر چہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھ رہا ہو، مگر وہ سچا اور پکا مسلمان نہیں ہے۔

اسلام اور امانت کا باہمی ربط: میرے دوستو! امانت کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ اسلام اور امانت دونوں مترادف ہیں، یعنی دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے، تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا، اس لئے کہ حق والے کا حق ادا کرنے کا نام دین ہے۔ اللہ عزاسمہ کا جو حق ہے وہ بھی ادا کیا جائے، اللہ کے رسول کا جو حق ہے وہ بھی ادا کیا جائے، اور اہل قرابت کا جو حق ہے وہ بھی ادا کیا جائے، اور زوجین میں ایک کا دوسرے پر جو حق ہے، وہ بھی ادا کیا جائے۔ ایک ادنیٰ درجے کے انسان کا حق ہی نہیں بلکہ ایک جانور کا جو حق ہے وہ بھی ادا کیا جائے، یہی اسلام ہے اور اسی کا نام دین ہے۔

حق والے کا حق پہچانے کے متعلق ایک واقعہ: اور حق والے کا حق ادا کرنے کا اسلام میں کتنا اہتمام کیا گیا ہے، ایک ادنیٰ مسلمان نہیں بلکہ کافر کے بارے میں بھی یہ تاکید فرمائی گئی کہ کافر کو بھی اس کا حق پہنچاؤ، چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ ہجرت سے پہلے خانہ کعبہ کی چابی عثمان بن ابی طلحہ کے پاس تھی، اور ہفتہ میں دو دن وہ بیت اللہ کا دروازہ کھولتے تھے، پیر کے روز اور جمعرات کے روز، ایک مرتبہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب کہ بیت اللہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا، بیت اللہ میں اندر تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا، لیکن عثمان بن ابی طلحہ نے روک دیا، اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اندر نہیں داخل ہونے دیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے طلحہ! ایک وقت آئے گا کہ یہ چابی میرے پاس ہوگی، اور جس کو میں چاہوں گا اس کو دوں گا، تو طلحہ نے ہنس کر کہا وہ دن قریش کے لئے ہلاکت کا دن ہوگا، ارشاد فرمایا: ہلاکت کا نہیں بلکہ قریش کے لئے عزت کا دن ہوگا، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموشی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے، لیکن اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ کے بعد ہجرت فرمائی، اور ہجرت کے آٹھویں سال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ عزاسمہ نے مکہ مکرمہ کو فتح کرایا، جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

ارشاد فرمایا: بیت اللہ کا دروازہ کھولا جائے، لیکن جن کے پاس چابی تھی وہ بیت اللہ کا بڑا زبردست اور مضبوط تالا لگا کر کہیں جا کر چھپ گئے، حضرت علی ان کی ٹوہ اور تلاش میں نکلے، یہاں تلک کہ ان کو پالیا، ان سے چابی مانگی، انہوں نے دینے سے انکار کیا، یہاں تک کہ دونوں میں گتھم گتھا ہوئی، مگر حضرت علیؓ نے چابی ان سے زبردستی لے لی، اور بیت اللہ کا دروازہ کھولا گیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے، بیت اللہ سے جب باہر تشریف لائے ہیں، حضرت علیؓ جو چابی چھین کر لائے تھے، وہ بھی کھڑے ہوئے ہیں اور حضرت عباسؓ جو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ہیں وہ بھی کھڑے ہوئے ہیں، حضرت علیؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ چابی مجھے مرحمت فرما دیجئے گا، حضرت عباسؓ نے عرض کیا: کہ اے اللہ کے نبی چابی مجھے دیدیجئے گا،[1] مگر رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ عز اسمہ نے آیت شریفہ نازل فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا.[2]

ترجمہ: بیشک اللہ عز اسمہ حکم دیتے ہیں تمہیں اس بات کا کہ جس کی امانت ہے اس کی امانت اس کو پہنچا دی جائے۔

فرمایا رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اے علی! نہ چابی تمہیں دی جائے گی، اور اے عباس! نہ چابی تمہیں دی جائے گی، بلکہ چابی جس سے تم چھین کر لائے ہو انہیں دے کر آؤ، حالانکہ وہ اس وقت تلک مشرف باسلام بھی نہ ہوئے تھے، مگر خاندان میں انہیں کے چابی چلی آرہی تھی، حضرت علیؓ نے چابی ان کے سامنے پیش کی اور معذرت کی اس بات کی کہ میں تم سے چابی چھین کر لے گیا تھا، انہیں تعجب ہوا، اور یہ کہا کہ قریشی ہو کر معافی مانگ رہا ہے؟ تب حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا: تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ نازل فرمائی۔ انہوں نے کہا

(۱) تفسیر ابن کثیر: ص: ۵۱۷، ج: ۱، [مکتبہ الریاض الحدیثیہ۔ ریاض]

(۲) سورۂ نساء آیت: ۵۸

کیا؟ حضرت علی نے فرمایا کہ تمہارے بارے میں اللہ عزاسمہ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا.

ترجمہ: بیشک اللہ عزاسمہ حکم دیتے ہیں تمہیں اس بات کا کہ جس کی امانت ہے اس کی امانت اس کو پہنچادی جائے۔

چونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اس لئے میں تم سے معافی چاہ رہا ہوں، طلحہ اسی وقت مشرف باسلام ہوگئے، اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں چابی پیش کردی، اور عرض کیا کہ اب کوئی اختلاف باقی نہیں رہا، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ہاتھ سے چابی لے کر ان ہی کے حوالے کردی، اور یہ ارشاد فرمایا:

خذوہ یا بنی طلحۃ! خالداً تالیاً لایاخذھا منکم الاّ ظالم[1]

ترجمہ: اے طلحہ کی اولاد! یہ چابی تم ہی لے لو، ہمیشہ کے لئے تم سے سوائے ظالم کے کوئی نہیں لے گا، آج تک وہ چابی اسی خاندان میں چلی آرہی ہے، چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا۔

ایک معجزہ جو صدیاں گزر جانے کے باوجود زندہ ہے: میں نے ایک مرتبہ تاریخ کی کتاب اپنے سامنے رکھ کر دیکھا، شمار کیا کہ کتنے خاندانوں کی حکومت رہی، اور کتنے اشخاص وہاں خلیفہ بن چکے ہیں، تقریباً پچیس سال قبل جب میں نے شمار کیا تھا، دو سو پچپن اشخاص خلیفہ بن چکے تھے، لیکن چابی اسی خاندان میں رہی جس خاندان کو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرحمت فرمائی تھی، اسی سے غور فرمالیا جائے کہ کافر کی امانت اسی کے حوالے کی جارہی ہے، آج ہم میں دوستو! یہ امانت داری ہی نہیں رہی، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور

(۱) معجم کبیر للطبرانی رقم: ۱۱۲۳۷، ص: ۲۹۰، ج: ۵، تحقیق ابو محمد الاسیوطی [دار الکتب العلمیۃ لبنان]

بعد میں آنے والی جماعتوں کے اندر جو عدل وانصاف تھا اس کا تو تصور بھی کوئی اس دور میں نہیں کرسکتا، لیکن جن کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتے ہیں، اور ان کو خود بھی عمل کا اہتمام ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کے لئے بارگاہ صمدیت سے راستے آسان فرمادیئے جاتے ہیں، مغل بادشاہ کے عہد کا ایک قصہ سنائے دیتا ہوں۔

نواب سعد اللہ خاں کی امانت داری: شاہ جہاں بادشاہ جو بہت دیندار نہیں دینداری میں مغلوں میں عالمگیر بڑھے ہوئے ہیں، عالمگیر کے والد شاہ جہاں ایک مرتبہ رات کو سو رہے ہیں، دو بجے کے قریب ان کی بیگم صاحبہ نے بادشاہ سے کہا کہ جس شخص کی اتنی عظیم الشان سلطنت ہو، کیا اس کے لئے اتنے بے فکر سونا جائز ہے؟ یہ بیگم صاحبہ نے کہا، وہ فوراً بیدار ہوئے اور کہا اس کا جواب وزیر سعد اللہ خاں دیں گے، فوراً کسی سنتری کو بلایا، اور یہ کہا کہ فوراً جاؤ اور ایک دستہ فوج کا لیجاؤ، نواب سعد اللہ خاں جس حالت میں بھی ہوں اسی حالت میں لے آؤ، وہ فوج کا دستہ وہاں حاضر ہوا، دروازہ کھلوایا اندر جو پہنچے تو دیکھا کہ نواب سعد اللہ خاں کرتا اتارے بیٹھے ہیں لیمپ جل رہا ہے برسات کا زمانہ ہے، بے شمار پروانے لیمپ کے اوپر پڑے ہوئے ہیں، اور ان کے اوپر بھی چمٹ رہے ہیں، اور نواب صاحب بیٹھے ہوئے حساب لگا رہے ہیں، جو دستہ آیا تھا، اس نے کہا: ظل سبحانی کا حکم ہے کہ نواب صاحب جس حالت میں بھی ہوں اسی حالت میں حاضر کرو، ہم آپ کو اسی حالت میں لے کر جائیں گے، انہوں نے کہا بہت اچھا کرتا اتار رکھا ہے، تہ بند باندھ رکھا ہے، اور کاغذوں کی پڑتال کر رہے ہیں، جس تخت کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے وہ تخت اٹھالیا، اور وہ اس میں وہی کام کرتے رہے، یہاں تلک کہ قلعہ کے اندر پہنچ گئے، بادشاہ کو اطلاع ہوئی، بادشاہ نے پردہ کرایا اور اندر بلالیا، اور فرمایا کہ نواب صاحب رات گئے اتنے وقت کیا کر رہے تھے؟ نواب سعد اللہ خاں نے جواب دیا کہ ابھی چند روز ہوئے فلانے علاقے کی مال گزاری آئی، اور پچھلے سال کی مال گزاری سے تین آنے بڑھ گئے،

میں نے پچھلے سال کی مال گزاری کی بھی پڑتال کی، اور اس سال کی بھی کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے ملازمین میں سے کسی نے ظلم کر کے کسی سے زائد لے لئے ہوں، میں بار بار پچھلے سال کا بھی حساب دیکھ رہا ہوں، اور اس کا بھی میں نے حساب دیکھا، بادشاہ نے پوچھا پھر اس کا کیا جواب ہے؟ کیسے بڑھ گئے یہ تین آنے؟ کہا کہ گھر سے جب مجھے لے کر آئے ہیں، اس وقت تلک تو کوئی جواب نہیں تھا، لیکن راستے میں مجھے فکر تھی کہ بادشاہ مجھ سے سوال کریں گے کہ تین آنے کیسے بڑھ گئے تو میں کیا جواب دوں گا؟ راستے ہی میں اللہ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا، اور کاغذات ہی میں مل گیا، کہ فلاں تحصیل دار نے نئے تالے کی منظوری حاصل کی تھی کہ محافظ خانے کا تالہ پرانا ہو گیا ہے، نئے تالے کی اجازت دے دی جائے، نئے تالے کی اجازت دی گئی اور نیا تالا لایا گیا اور پرانا تالا بیچ کر تین آنے مال گزاری میں داخل کر دیئے گئے، وہ تین آنے بڑھ گئے، تب شاہ جہاں نے اپنی بیگم سے کہا کہ ایسے بادشاہ کے لئے جس کا وزیر اتنا دیانت دار ہو، اور اتنا فکر مند ہو کہ تین آنے بڑھ جانے پر راتوں کو آرام قربان کر دیتا ہو، اس کے لئے سونے میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے۔

امانت داری اور اکابر علماء: تو بھائی یہ چیز تھی، قرآن پاک میں نہ معلوم کتنی آیات ہیں، اور احادیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر ارشاد گرامی ہیں جن کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا جا سکتا، آج میرے دوستو! یہ امانت داری بالکل ختم ہو گئی، ہم نے اپنے اساتذہ کرام کو دیکھا، جن حضرات سے ہم نے دین سیکھا ان کو دیکھا، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ایک بڑے عالم گزرے ہیں، مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ ہمارے حضرت شیخ کے استاذ بھی ہیں، اور پیر بھی ہیں، مولانا الیاس صاحب کے بھی شیخ ہیں، ایک شخص حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ایک قیمتی قالین لے کر آیا، اب سے تقریباً اسی سال قبل اس کی قیمت کوئی ڈیڑھ دو ہزار ہو گی، حضرت نے فرمایا بھائی میں بوریا نشین قالین پر

بیٹھ کر کیا کروں گا، اس نے بہت خوشامد کی، حضرت نے قبول نہیں فرمایا، اس نے عرض کیا حضرت اس پر بیٹھ کر حدیث پڑھایا کیجئے گا، حضرت نے فرمایا: بہت اچھا رسید کٹوالو، اور دارالحدیث میں بچھادو، وہ قالین دارالحدیث میں بچھا دیا گیا، اور اس پر بیٹھ کر مولانا خلیل احمد صاحب بخاری اور ترمذی کا درس دیتے تھے، اگر کوئی بات کرنے کے لئے آ گیا وہاں سے اٹھ کر چٹائی پر بیٹھ کر بات کرتے تھے، کہ دینے والے نے یہ شرط لگائی تھی کہ اس پر بیٹھ کر حدیث پڑھایا کیجئے گا۔ ہماری طالب علمی کے زمانے تلک وہ قالین رہا، لیکن اس پر دو شخصیتیں بیٹھتی تھیں، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم بخاری شریف پڑھانے کے لئے یا حضرت شیخ الحدیث ابوداؤد شریف پڑھانے کے لئے، اور اساتذہ اس پر بیٹھنا اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے تھے، کہ ہمارا پڑھانا نہ پڑھانے کے برابر ہے، مولانا شاہ اسعداللہ خاں صاحب اور مولانا عبدالشکور صاحب اور دوسرے حضرات اس پر نہیں بیٹھتے تھے، مدرسہ مظاہر علوم کی دارالحدیث میں ہم نے خود دیکھا یہ تھی بھائی امانت داری۔ یہی مجھے آپ کے سامنے عرض کرنا تھا، کہ حضرت عدی سے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یا عَدِی اَسْلِمْ تَسْلِمْ! اے عدی سلامتی اور حفاظت خدا کی مان کر چلنے میں ہے۔ عرض کیا: میں تو ماننے والا ہوں ارشاد فرمایا: میں جانتا ہوں ماننے والا کون ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو سمجھ لینا اور چیز ہے اور ماننے والا ہونا اور چیز ہے، ماننے والے تو ایسے ہوتے ہیں۔

امانت داری اور حضرت عمر کا مشہور واقعہ: جیسے حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ کسی اہم مقصد کے لئے تمام اہل مدینہ کو جمع فرمایا، اور تقریر سے پہلے ایک جملہ ارشاد فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا — اے لوگو! سنو اور مانو

ایک بڑھیا کھڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے لَا نَسْمَعُ وَلَا نُطِیْعُ کہ نہ تیری بات سنیں گے اور نہ مانیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ایسا کیا مجھ سے جرم ہوا، کہ میری بات سننے کے لئے تیار

نہیں، میری بات ماننے کے لئے تیار نہیں، اس بڑھیا نے کہا کہ فلانی جگہ سے چادریں آئیں، اور آپ نے تمام مدینہ والوں کو ایک ایک چادر دی اور آپ اس وقت ایک چادر اوڑھے ہوئے ہیں، اور ایک تہبند کی جگہ باندھے ہوئے ہیں، دو چادریں آپ کے حصہ میں کیسے آئیں؟ حضرت عمر ایک دم ممبر سے نیچے اتر آئے، اور فرمایا کہ اس کا جواب میرا بیٹا عبداللہ دے گا، بھائی بلاؤ عبداللہ کو، عبداللہ بلائے گئے، اور پوچھا کہ اس سوال اور اعتراض کا جواب دو، بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جان کا کرتا پھٹ گیا تھا، ابا جان کو کچھ ضروری بات کہنی تھی، اتنا موقع نہیں تھا کہ کرتا سلوایا جائے، میں نے اپنی چادر ابا جان کی خدمت میں پیش کردی، دو چادریں اس طریقے سے ابا جان کے پاس ہوگئیں ایک میری ہے اور ایک ابا جان کی ہے، تب بڑھیا کھڑی ہوئی اور کہا الآنَ نَسمعُ ونُطِیْعُ اب سنیں گے اور مانیں گے بھی، اب کہو کیا کہنا ہے؟ یہ ہے امانت داری اور یہ ہے عدل وانصاف [1]

یہی حضرت عمرؓ ایک مرتبہ چند صحابہ کی جماعت کے ساتھ بڑے ضروری کام سے تشریف لے جارہے ہیں، راستہ میں ایک بڑھیا ملی، جن کی کمر مبارک بھی جھک گئی تھی، اور لاٹھی کے سہارے سے آہستہ آہستہ چل رہی تھیں، حضرت عمرؓ سے فرمایا: قِفْ یَا عُمر عمر ٹھہر جا! کہاں لپکا جارہا ہے، حضرت عمر ٹھہر گئے، اور بڑھیا لاٹھی کے سہارے سیدھی کھڑی ہوگئی، اور فرمایا اے عمر میرے سامنے تیرے اوپر تین دور گزر چکے ہیں، ایک دور تو وہ تھا کہ تو سخت گرمی کے زمانے میں اونٹ چرایا کرتا تھا، اور اونٹ بھی چرانا نہیں آتا تھا، صبح سے شام تک حضرت عمر اونٹ چرایا کرتے تھے، تو خطاب کی مار پڑتی تھی کہ اونٹوں کو اچھی طرح چرا کر کیوں نہیں لایا؟ ان کی بہن عمر کو یہ کہتی تھی کہ عمر تجھ سے تو بچلی نہیں پھوٹتی، تو اس بڑھیا نے کہا کہ تو اونٹ چرایا کرتا تھا، اور تیرے سر پر ٹاٹ کا یا کمبل کا ٹکڑا ہوتا تھا، اور ہاتھ میں پتے جھاڑنے کا آنکڑا ہوتا تھا، دوسرا دور وہ آیا کہ

(۱) الریاض النضرة في مناقب العشرة ج:۲، ص:۳۸۹، ذکر شفقته علی رعیته.

لوگوں نے تجھے عمیر کہنا شروع کیا، اس لئے کہ ابوجہل کا نام بھی عمر تھا، اس کی طرف سے پابندی تھی کہ میرے نام پر نام نہ رکھا جائے، گھروالوں نے حضرت عمر کے نام میں تصغیر کر کے عمیر کہنا شروع کر دیا تھا۔ ۲ھ میں غزوۂ بدر ہوا، اور اس میں ابوجہل مارا گیا، اس وقت تلک ان کو عمیر ہی کہا جاتا تھا، بڑھیا نے کہا اب تیسرا دور یہ ہے کہ اب تجھے نہ کوئی عمیر کہتا ہے نہ عمر، بلکہ امیر المومنین کہہ کر پکارتے ہیں اس تمہید کے بعد بڑھیا نے کہا:

اِتَّقِ اللّٰہ تعالیٰ فِی الرَّعِیَّۃِ[1] رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

امیر المومنین بننا آسان ہے، مگر حق والے کا حق ادا کرنا مشکل ہے، کل حقوق کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ لہٰذا ہر حق والے کا حق ادا کرو، عمرؓ زار و قطار رو رہے ہیں، یہاں تلک کہ داڑھی مبارک سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں، صحابہ جو ساتھ تھے انہوں نے بڑھیا کی طرف اشارہ کیا کہ بس تشریف لیجاؤ، حضرت عمرؓ کے رونے کی وجہ سے زبان بھی نہ اٹھ سکی، اشارہ سے ہی منع فرمادیا کہ ان کو فرمانے دو جو فرما رہی ہیں، جب وہ چلی گئی تب صحابہ میں سے کسی نے پوچھا: کہ یہ بڑھیا کون تھیں جس نے آپ کا اتنا وقت ضائع کیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ ساری رات کھڑی رہتی تو عمر یہاں سے سرکنے والا نہیں تھا، بجز فجر کی نماز کے، یہ بی بی صاحبہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جن کی بات کی شنوائی ساتویں آسمان کے اوپر ہوئی۔ اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِی تُجَادِلُکَ فِی زَوْجِھَا وَتَشْتَکِیْ اِلَی اللّٰہِ[2]

ترجمہ: بالیقین اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کے آگے جھینک رہی تھی۔

فرمایا: عمر کی کیا مجال تھی کہ ان کی بات نہ سنے جن کی بات ساتویں آسمان کے اوپر سنی گئی،

(۱) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ. حافظ ابن حجر ۱۱۰۹۱۔ ۴/۲۹۰.

(۲) سورۃ مجادلہ آیت: ۱

حضرت عمر نے ان بی بی صاحبہ کے ارشاد عالیہ کو اپنے لئے لائحۂ عمل اور دستور بنالیا تھا، اور پوری زندگی حق والے کا حق ادا فرماتے رہے، اور اس میں کسی طرح کی کوئی خیانت نہیں کی، ایک مرتبہ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہاتھ دھونے کے لئے صابون وغیرہ کوئی چیز ہے؟ کسی نے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا: ابھی مسلمانوں کو مشک تقسیم کر کے آیا ہوں، اور میں نہیں چاہتا کہ اس کی خوشبو سے نفع حاصل کروں۔

پس ہمیں چاہئے کہ ہم صحابہ کے طریقہ کو اختیار کریں اور ان کے ارشادات و فرمودات کو اپنائیں، اس لئے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ[1]

ترجمہ: میرے صحابہ آسمان کے تاروں کے مثل ہیں، ان میں سے جس کا بھی اتباع کرلوگے کامیاب ہوجاؤ گے۔

اور خلفائے راشدین کے اتباع کی بالخصوص تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ.[2]

ترجمہ: میری سنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑلو جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔

قرآن پاک کی تعلیم کا خلاصہ: قرآن پاک میں ایک سو چودہ سورتیں اور چھ ہزار چھ سو چھپن آیتیں ہیں، اس کتاب عظیم کی تعلیم کا خلاصہ چار چیزیں ہیں، اللہ کی عبادت رسول کی اطاعت، صحابہ کی محبت، مخلوق کی خدمت، اور جو مضامین قرآن پاک میں ارشاد فرمائے گئے

(۱) مشكوة المصابيح: باب مناقب الصحابه، رقم: ۶۰۱۸، ص: ۱۶۹۶، ج: ۳

(۲) رياض الصالحين ص: ۹۰، رقم: ۱۵۷، باب في الأمر بالمحافظة على السنة وآدابها. رواه ابوداؤد والترمذي.

ہیں وہ انہیں چار چیزوں کی وضاحت ہے، خواہ امم ماضیہ کے واقعات ہوں یا مثالیں ہوں۔

بہر کیف! حضرت عمرؓ نے ان بڑی بی کے ارشاد کو ایسی مضبوطی کے ساتھ پکڑا کہ زندگی بھر اس کو نباہتے رہے، ایک مرتبہ کسی ملک کے نمائندے کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے حاضر ہوئے، جب حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ زبانیں خشک ہوگئیں اور منہ سے کچھ کہنا چاہتے تھے اور نکل کچھ اور رہا تھا، حضرت عمرؓ کے دل میں خطرے کے طور پر یہ بات آئی کہ یہ مجھ سے ڈر رہے ہیں، اور اس کے بعد فوری اس کا علاج تجویز فرمایا، اور آنے والے وفد سے فرمایا کہ آپ آرام کریں کل ملاقات ہوگی، حضرت عمرؓ نے تمام اہل مدینہ کو جمع فرمایا، اور منبر پر تشریف فرما ہو کر ایک جملہ فرمایا: کہ عمر نے کھرسا (گرمی) کے زمانہ میں خطاب کے اونٹ چرائے ہیں اور آج یہ حالت ہے کہ عمر کے اوپر بجز اللہ کی ذات عالی کے کوئی اور حاکم نہیں۔

تو عمر جو جنگل میں مارے مارے پھرتے تھے، اور اونٹوں کو چراتے تھے جب اَسْلِمْ تَسْلَمْ پر پورے طور پر عمل ہوا تو اللہ نے ان کے قدموں میں قیصر و کسریٰ کے تاج ڈلوادیئے، اور عمرؓ نے اپنے ٹوٹے ہوئے جوتوں سے ان عظیم الشان سلطنتوں کو کچل دیا۔

قیصر نہ تھا نہ کسریٰ تھا میدان شجاعت میں
جب ارض مقدس سے بے برگ و نوا نکلے

تو یہ حضرات تھے امانت کے ادا کرنے والے، آج دنیا میں یہ الفاظ موجود ضرور ہیں مگر میرے دوستو! یہ زبان زبان پر ہیں، اور اس پر عمل کرنے والے رخصت ہو چکے ہیں، اور جب تک عمل نہیں ہوگا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامیابی کا فیصلہ نہیں ہوگا۔

آج جو ہماری حفاظت نہیں ہو رہی ہے، جب کہ ہم کروڑ ہا کروڑ ہیں، لیکن جو حال ہے سب کو معلوم ہے، کیوں؟ اس لئے کہ ہم خدا کے احکام کو توڑ رہے ہیں، خدا کی طرف سے ہماری حفاظت نہیں ہے، خدا کی طرف سے ہمارے لئے سلامتی کا فیصلہ نہیں ہے۔

چھ چیزوں کا ظہوراور زندگی کی بے لطفی: حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

بَادِرُوا بِالمَوتِ سِتّاً: اِمرةُ السُّفَهَاءِ و كثرة الشرط، وبيع الحكم، واستخفافاً بالدم، ونشأ يتخذون القرآن مزامير يقدمونه ليغنيهم وان كان أقلهم فقهاً[1]

ترجمہ: مرنے کی جلدی کرو، چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے چھ چیزیں ظاہر ہوجائیں گی تو زندگی کا کوئی مزہ نہیں، اوران چھ چیزوں کی تفصیل بیان فرمائی۔

اِمَارَةُ السُّفهاء: نادانوں کی، بے وقوفوں کی جن کو علم نہیں ہے، انصاف کو جو جانتے والے نہیں ہے، ان کی امارت اوران کی حکومت۔

بَیْعُ الحُکْمِ: اور فیصلے کی بیع، حاکم خود ہی نفس کے کہہ رہے ہیں کہ ہمارا قلم تو یہ کہہ رہاہے کہ ہم تو اس کے لئے لکھیں گے جو موٹا لفافہ دے گا، پہلے وکیل اوران کے اسٹینو اوران کے کام کرنے والے چپ چپاتے رشوت دلوایا کرتے تھے، اب تو وہیں کرسی کے اوپر بیٹھ کر معاملہ ہوتاہے، اسی کو فرمایا: بیع الحکم فیصلے کی بیع۔

اِسْتِخفَاف بالدّم: اور خون کا بہانا بہت آسان ہوجائے گا، ذرا ذرا سی بات پر خون بہایا جائے گا، ہمارے یوپی کے اندر اور یوپی میں بھی ضلع مظفرنگر کے اندر تو اس قدر خون خرابے ہورہے ہیں کہ کوئی دن بھی ایسا نہیں جاتا جس میں پچاس ساٹھ لاشیں پوسٹ مارٹم کے لئے نہ آتی ہوں، مظفرنگر میں ایک موقع پر میں نے یہ حدیث سنائی تو ایک وہاں کے لیڈر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے بالکل صحیح پچاس لاشیں پوسٹ مارٹم کے لئے روزانہ یہاں آتی ہیں، اور جو لاشیں

(۱) کنز العمال ج: ۱۱، رقم: ۳۱۴۱۲، ص: ۵۰-۲۴۹، مؤسسة الرسالة بیروت: ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء

بہادی گئی ہیں، اور جو جلادی گئی ہیں، یا گاڑدی گئی ان کا کوئی اندازہ نہیں، اسی کو فرمایا استخفاف بالدم
قَطِیعۃُ الرَّحم: اپنوں سے قطع تعلق، دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، اور ارشاد فرمایا
کَثْرَۃُ الشُرط: پی اے سی اور سپاہیوں کی کثرت، آج پولیس پی اے سی، اور فوج والے کروڑوں
کی شمار ہیں، لیکن پھلی نہیں پھوٹ رہی، بلکہ پی اے سی والے اور زیادہ ظلم ڈھا رہے ہیں، اور پی
اے سی والے زیادہ خرابی مچا رہے ہیں، لیکن یہ نہیں کہ اس کے آنے سے فتنہ و فساد بند ہو، اور ختم ہو۔

بہر کیف! رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ میں تیرے دین کو تجھ سے
زیادہ جانتا ہوں تو فرقۂ رکوسیہ میں سے ہے، اور لوگوں کا مال کھا رہا ہے، عدی جو کہ فیصلہ کر کے
آئے تھے، کہ میں کبھی بھی (معاذ اللہ) اسلام قبول نہیں کروں گا، اسی وقت رائے بدل گئی کہ یہ
حکیم حاذق ہیں، جنہوں نے مریض کو دیکھتے ہی مرض پہچان لیا بالکل صحیح فرمایا، اور جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تیرے لئے اسلام قبول کرنے سے کون چیز
روکاٹ بن رہی ہے؟ تو یہ سمجھے ہوئے ہے کہ ایمان لانے والے غریب غرباء ہیں، رسول پاک
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حیرہ شہر دیکھا؟ عرض کیا حیرہ جانے کی نوبت تو نہیں آئی، لیکن
میں نے سنا ہے کہ ملک یمن میں ایک مشہور شہر ہے، ارشاد فرمایا جب یہ دین زندگی میں آجائے
گا، ایک تو ہے زبان پر جیسا کہ ہماری زبانوں پر ہے، تقریر کے وقت تو دو گھنٹے کی تقریر کر دیں
گے لیکن عمل کے وقت میں بالکل صفر۔

دینی زندگی اور برکات کا ظہور: ارشاد فرمایا کہ جب دین زندگی میں آجائے گا
حیرہ شہر سے ایک بڑھیا سفر کرے گی، اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے چلی جائے گی، کوئی اس کی
طرف انگلی سے اشارہ کرنے والا نہیں ہوگا، کوئی اس کی طرف تیز نگاہ سے دیکھنے والا نہیں ہوگا،
حضرت عدی نے عرض کیا کہ قبیلہ غفار کے ڈاکو اور قبیلہ دوس کے لٹیرے کہاں چلے جائیں گے؟
ارشاد فرمایا کہ یہ سارے کے سارے دیندار ہو جائیں گے۔

ابوذر غفاریؓ جو قبیلہ غفار کے چودھری ہیں، اور قبیلہ غفار ڈاکوؤں کا قبیلہ ہے، لیکن جب دین زندگی میں آیا تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص عیسیٰ ابن مریم کو اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص عیسیٰ بن مریم کے زہد کو دنیا میں دیکھنا چاہے تو وہ ابوذر غفاریؓ کو دیکھ لے[1] ایک اور حدیث پاک میں فرمایا گیا:

مَا اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لهجة اصدق من ابی ذرؓ.[2]

ترجمہ: اس نیلی چھت کے نیچے، اور اس غبار آلود زمین کے اوپر انبیاء کے بعد ابوذر غفاریؓ سے سچا کوئی نہیں۔

جب دین زندگی میں آیا تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سندان کو مرحمت فرمائی، آج دین ہماری زبان پر ہے، اگر ہم دیندار بن جاتے تو نہ معلوم کتنے لوگوں کے لئے اسلام کو سمجھنے اور قبول کرنے میں کتنی سہولت ہو جاتی، کسی زمانے میں عمدہ اخلاق اور امانت داری اہل اسلام کی علامت سمجھی جاتی تھی، اور غیر مسلم بھی یہ کہتے تھے کہ حق ادا کرنے کا خیال تو مسلمانوں کو ہے۔

حضرت محبوب الٰہی اور حق کی ادائیگی: حضرت سلطان الاولیاء سلطان نظام الدین حضرت محبوب الٰہی پڑھنے سے جب فارغ ہو گئے، پیر کی تلاش میں نکلے، چوبیس سال تک مختلف جگہ کے اسفار کئے ہیں، لیکن کوئی ایسا کامل شخص نہیں ملا، جس کے ہاتھ پر بیعت کر سکیں، پتہ چلا کہ اجودھن میں (جس کو پاک پٹن شریف کہا جاتا ہے وہاں) کوئی بزرگ ہیں، بابا فرید گنج شکران کا نام نامی ہے، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا کہ حضرت بیعت فرمالیجئے، حضرت نے فرمایا آجاؤ، مگر فرمایا کہ کسی کا کوئی حق تو تمہارے ذمہ نہیں، بیعت سے

(۱) ترمذی شریف: ابوب المناقب۔ مناقب ابی ذر ص: ۲۲۰، ج: ۲

(۲) ترمذی شریف: ابواب المناقب مناقب ابی ذر ص: ۲۲۰، ج: ۲

جب فائدہ ہوتا ہے جب کسی کا کوئی حق نہ ہو، ایک دم پرانی بات یاد آ گی، عرض کیا دو پیسے لالہ کے ہیں، طالب علمی کے زمانہ میں کتاب کی جلد بندھوائی تھی، اس وقت ادھار کرلیا تھا، اور کافی عرصہ تلک دینے کا ارادہ کرتا رہا، مگر موقع نہیں ہوسکا، اور پھر میں بھول گیا، آج حضرت کے فرمانے پر چوبیس سال کے بعد یہ بات آئی، فرمایا پہلے یہ پیسہ دے کر آؤ، پاک پٹن شریف سے پیدل چلے ہیں، نہ کرایا ہے، نہ راستے متعین ہیں، نہ کوئی سواری ہے، دہلی میں آ کر اس کو تلاش کیا، معلوم ہوا کہ مدت سے اس نے کام چھوڑ دیا ہے، بہت بوڑھا ہوگیا، حضرت نظام الدین تلاش کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچے اور دو پیسے اس کے سامنے رکھ دیئے اس نے پوچھا کہ کاہے کے ہے؟ حضرت نے پورا حال سنایا کہ چوبیس سال پہلے تجھ سے جلد بندھوائی تھی، اس بنئے نے کہا، ارے کہاں سے آ رہا تو؟ بتلایا کہ اجودھن سے، اس نے کہا ہاں وہاں مسلمان رہتے ہیں، جب ہی تو تجھے دو پیسے ادا کرنے کا خیال آیا، دو پیسے ادا کر کے پھر وہاں حاضری ہوئے کہ جی اس کا جو حق تھا وہ میں نے ادا کر دیا، حضرت نے فرمایا اب آ جاؤ، پھر تو محبوب الٰہی بنے، اور اللہ نے ان کو بڑی طویل عمر عطا فرمائی، نوے سال کی ان کی عمر ہوئی، چھ یا سات بادشاہ ان کی زندگی میں گزرے ہیں، علاؤ الدین خلجی جیسے جاہ وجلال والے اور ان کی تمنا یہ رہی کہ ایک مرتبہ حضرت کی زیارت کرلیں، حضرت نے اپنے یہاں آنے کی اجازت نہیں دی، بادشاہوں کے تاج کو ٹھکرا دیا، جب کہ حق والے کو حق ادا کیا ہے، پھر تو اللہ نے اتنا نوازا کہ ہندوستان میں ان کے جیسا کہ درجہ چند ہی بزرگوں کو ملا ہے۔ یہ کب ہوا؟ یہ اس وقت جب کہ عدل وانصاف کیا، اور حق والے کے دو پیسے بھی ادا کیے۔

بہر کیف! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب یہ دین زندگی میں آ جائے گا تو بڑھیا حیرہ صنعاء یمن سے سفر کرے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے چلی جائے گی، اور کوئی بھی اس کی طرف تیز نگاہ سے دیکھنے والا نہیں ہوگا،

اور ارشاد فرمایا:

تم کسریٰ کی سلطنت کو فتح کروگے، عدی کی عقل میں یہ بات نہیں آئی، کہ کسریٰ کون سا؟ پوچھا کیا ہرمز کا بیٹا کسریٰ؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں! ہرمز کا بیٹا کسریٰ، کسریٰ کی سلطنت کو فتح کروگے جب دین تمہاری زندگی میں آجائے گا، حضرت عدی فرماتے ہیں کہ میں اس لشکر میں تھا جو حضرت سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں ایران کو فتح کرنے گیا تھا اور خود میرے سامنے یہ ملک فتح ہوا، اور میں نے اپنی آنکھوں سے حیرہ شہر سے ایک بڑھیا کو آتے ہوئے اور خانہ کعبہ کا طواف کرکے واپس جاتے ہوئے دیکھا، واقعی کوئی اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے والا نہیں تھا، اور یہی حضرت عدی جب ان کی زندگی میں اَسْلِمْ تَسْلَمْ کا ظہور ہوا اور عمل ہوا تو عدی کی ایک سو اسی سال کی عمر ہوئی، اور نماز کا کوئی وقت ایسا نہیں ہوا جس میں یہ وضو کرکے پہلے سے تیار نہ ہوں، جنگ صفین میں یہ حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں سے تھے، ان کی آنکھ میں تیر لگا، مگر اسی حالت میں نماز ادا فرمائی، تیر لگنے کی وجہ سے نماز پڑھنا مشکل تھا ان کے گھر میں ایک دیوار تھی، اسی پر سجدہ فرمالیا۔

صحابہ کرام کی وجہ امتیاز: ہم میں اور صحابہ کرام میں یہی فرق ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو سنتے تھے عمل کے لئے سنتے تھے، اور جو کچھ بھی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سنا ہے، اس کے اوپر عمل کیا ہے، اور آج ہم سن لیتے ہیں، اور اپنے سینے کے اندر محفوظ کرلیتے ہیں کہ وقت ضرورت اس پر تقریر کردیں گے کہ اس کو لوگوں کو سنادیں گے، عمل سے میرے دوستو! ہم سب محروم ہوگئے، اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم ذلت کی طرف جارہے ہیں، ہمیں چاہئے کہ جیسا ہمیں اللہ نے حکم فرمایا ہے کہ جس کی امانت ہے اس کی امانت کو اس کے مصرف پر خرچ کیا جائے، اس کے مال میں کوئی خیانت نہ کی جائے۔

امانت کے اقسام: مسند ہند حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے سورہ معارج کی تفسیر فرماتے ہوئے وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ [۱] کے ذیل میں تحریر فرمایا: کہ امانت کی گیارہ قسمیں ہیں، ان میں دو کی طرف میں اشارہ کئے دیتا ہوں، ایک علماء اور مفتیان کرام کے ذمہ ہے کہ حکم خداوندی کے بیان کرنے میں کوئی لچک نہ ہو، اور کسی کی کوئی رعایت نہ ہو، اور دوسرے جس کو عرف عام میں عامتاً امانت کہا جاتا ہے کسی کی زمین ہے، کسی کا مکان ہے، کسی کی دوکان ہے، کسی کا قرض ہے، کسی نے اور کوئی چیز حفاظت کے لئے رکھوائی ہے، اس میں جس کی چیز ہے اس کے منشأ کے خلاف اس کو استعمال کرنا یہ خیانت ہے، اسی لئے فقہ کا مسلم مسئلہ ہے:

شرط واقف کو بدلا نہیں جاسکتا: شَرْطُ الواقِفِ کنصِّ الشارعِ [۲] کہ واقف کی شرط نص شارع کے مثل ہے، وقف کرنے والے نے جو کہا کہ اس چیز کی آمدنی فلاں مصرف میں خرچ کی جائے، اسے کوئی بدل نہیں سکتا، جیسا کہ قرآن کی آیت کو کسی کو بدلنے کا حق نہیں، اسی طرح شرط واقف کا کسی کو بدلنے کا حق نہیں ہے، جو واقف کی شرط ہے اسی کے مطابق وہ چیز استعمال ہوگی۔

امانت داری اور صوفیائے کرام کا قول: صوفیائے کرام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی ساری نعمتیں اور ساری طاقتیں یہ امانت ہیں، اللہ کے حکم عالی کے خلاف ان کا استعمال امانت میں خیانت ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

لَایَزالُ قَدما ابنُ آدمَ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ اَرْبعٍ عَن عُمرِہٖ فیما اَفْنَاہ، وَعَنْ شَبَابِہٖ فِیما اَبْلاہ وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبہ وَفِیما اَنْفَقَہ،

---

(۱) سورۂ معارج آیت: ۳۲

(۲) الأشباہ والنظائر۔ کتاب الوقف ص: ۱۵۹۔

وَعَنْ عِلْمه مَاذا عمِلَ فِيْمَا عَلِمَ[1]

ترجمہ: قیامت میں ابن آدم کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے عمر کس چیز میں خرچ کی، اور جوانی کس کام میں لگائی، اور مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اپنے علم پر کتنا عمل کیا۔

معلوم ہوا کہ جملہ قویٰ اور جملہ نعمتیں یہ اس مالک الملک کی امانتیں ہیں ان کا استعمال صاحب امانت کی مرضی کے مطابق کرنا چاہیے، مرضی کے خلاف استعمال کرنا خیانت ہوگی، اسی لئے حکم عالی ہے۔

طلبُ الحَلالِ فَرِيْضَةٌ بَعدَ الفَرائِض[2]

ترجمہ: حلال کمائی کرنا یہ بھی ایک فرض ہے۔

یعنی جس کی امانت ہے اس سے اس کا مصرف معلوم کرلیا جائے کہ اس کی امانت کو کس جگہ صرف کیا جائے، اور یہی ارشاد گرامی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان دنیا کو جو دعوت اسلام پیش کی تھی، اس میں تحریر فرمایا تھا کہ اَسْلِمْ تَسْلَم قیصر و کسریٰ کو خصوصیت سے مخاطب فرما کر اتنا اور اضافہ فرمایا: فَاِنْ اَبَيْتَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ اِثْمُ الاَرِيسِيِّيْنَ[3] کہ ملک و مال

(۱) الترغيب والترهيب: فصل في الحساب وغيره، رقم: ۳۶، ص: ۲۱۳، ج: ۴

(۲) الترغيب والترهيب: الترغيب في طلب الحلال، رقم: ۳، ص: ۳۴۵، ج: ۲

(۳) بخاری شریف: باب كيف كان بدأ الوحي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم رقم: ۶، ص: ۵، ج: ۱، تحقيق شبير احمد القاسمي [مكتبه الاصلاح مرادآباد] ابن ماجه: باب في القدر رقم: ۸۷ ص: ۲۵، ج: ۱ تحقيق: شعيب الارنوط [الرسالة العالميه]

میں حفاظت نہیں ہے۔ حفاظت ہے خدا کی مان کر چلنے میں، آج بھی کسری کا محل عبرت گاہ بنا ہوا ہے، کہ ان رہنے والوں کی کوئی حفاظت نہ کر سکا، یہ مضبوط قلعہ بھی ان کو نہ بچا سکا۔

وَبَاتَ اِیْوَانُ کِسْریٰ وَھُوَ مُنْصَدِعٌ

کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْریٰ غَیْرُ مُلْتَئِم

اخیر میں ایک واقعہ سنا کر بات ختم کرتا ہوں۔

حضرت یحییٰ اندلسی کی امانت داری: یحییٰ اندلسی (اندلس جو کسی وقت میں علم وفن کا، خصوصیت سے علم حدیث کا مرکز تھا، حافظ ابن عبدالبر اور علامہ حمیدی اور شیخ اکبر جیسی شخصیتیں وہاں کی مٹی سے پیدا ہوئیں، وہیں حضرت یحییٰ حدیث پاک کا درس دیتے تھے، اور بے شمار اشخاص ان سے استفادہ کرتے تھے، ایک دن حضرت یحییٰ نے پڑھانے کی طویل چھٹی کر دی، طلباء نے معلوم کیا کہ اتنی لمبی چھٹی جس کی مدت بھی متعین نہیں، کس بنا پر کی گئی، فرمایا مجھے افریقہ کے آخری کنارے پر قیروان جانا ہے، عرض کیا کہ حضرت کیوں؟ وہاں تو جانا بڑا ہی مشکل ہے، بڑے بڑے بن ہیں، اور زہریلے جانور، فرمایا کہ ایک بقال یعنی لالہ کے میری طرف ساڑھے تین آنے یعنی ایک درہم ہے، ان کے ادا کرنے کے لئے جا رہا ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایک درہم ہی تو ہے، فرمایا مجھے ایک حدیث پہنچی ہے، اور پھر اپنی سند کے ساتھ حدیث پڑھی، کہ ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ یعنی چھ لاکھ کا نفلی صدقہ کرنے میں اتنا ثواب نہیں جتنا ایک درہم حق والے کا ادا کرنے کا ثواب ہے، اللہ عزاسمہٗ ہمیں بھی حقوق ادا کرنے والا بنائے، اور جن لوگوں نے حق ادا کئے ہیں، ان کے صدقے اور طفیل میں ہمیں بھی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والا بنا دے۔ آمین اللھم آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی ہمیشہ پڑھئے۔

نماز کی اہمیت

اور

اجر و ثواب

وعظ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب

کاندھلوی مدظلہ العالی

عرض واقعی

مورخہ ۲۱ر شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱ر دسمبر ۱۹۹۸ء بروز جمعہ کو حضرت والا اسارا تشریف لائے تھے، بعد نماز جمعہ حضرت والا نے نماز کی اہمیت اور اجر وثواب اور امت محمدیہ کی نماز کی خصوصیات پر تقریباً سوا گھنٹہ پر مغز اور بصیرت افروز بیان فرمایا، راقم الحروف نے اس کو ٹیپ سے نقل کر کے اس پر حواشی لکھے ہیں، اور کوشش کی ہے کہ کوئی بات بدون حوالہ نہ رہے، اللہ تعالیٰ اس کوشش کو میرے لئے دونوں جہاں کی سعادت اور بھلائی کا ذریعہ بنائے۔ اور حضرت والا کے فیوض کو عموم ودوام نصیب فرمائے۔ اور زندگی میں صحت وعافیت کے ساتھ خوب خوب برکت فرمائے۔ والسلام

محمد ناصر عفی عنہ تاؤلوی

۲۵ رر مضان ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
سَیِّدنا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بعد!

فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہ تبَارَکَ وَتعالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمْعَةُ اِلَی الْجُمْعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰی
رَمَضَانَ مُکَفِّرَاتٌ لِمَا بَیْنَھُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْکَبَائِرُ، اَوْ کَمَا قَالَ
عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ[1]

ترجمہ: پانچوں وقت کی نمازیں، اور جمعہ کی نماز اس جمعہ سے لے کر اس جمعہ تک، اور رمضان المبارک کا روزہ اس رمضان سے لے کر اگلے رمضان تک کے گناہوں کے لئے کفارہ (یعنی گناہوں کو مٹانے والے) ہیں۔

میرے محترم بزرگو! اور میرے عزیز دوستو! لمبی چوڑی بات کرنے کی اب ہمت نہیں رہی، تقریر یا وعظ تو کبھی پہلے بھی مجھ سے نہیں آیا اپنے بزرگوں سے دین کی جو موٹی موٹی اور ضروری باتیں سنی تھیں وہ عرض کر دیا کرتا تھا، مگر اب اتنی بھی ہمت نہیں رہی، بولنا اور سفر کرنا بھی میرے لئے انتہائی مشکل اور دشوار ہو گیا، مگر محض ایک بات کا خیال کر کے اس وقت حاضری ہوئی ہے کہ آنے والا مہینہ بہت ہی خیر اور بہت ہی برکتوں کا مہینہ ہے۔

سنت نبوی اور اکابر کا اس پر عمل: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے کی برکات کا اس کے آنے سے پہلے ہی تذکرہ فرمایا کرتے تھے، بہت سی روایتوں میں رسول پاک

(۱) مسلم شریف: کتاب الطہارۃ ج:۱، ص:۱۲۲

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ خطبات وہ کلمات طیبہ اور مواعظ حسنہ بیان فرمائے گئے ہیں، جو رمضان کی آمد سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے۔ جن میں رمضان ہی کے احکام اور فضائل بیان ہوتے تھے۔

ہمارے اکابر میں حضرت اقدس حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کے یہاں معمول تھا کہ رجب کے مہینے سے رمضان کے متعلق تنبیہ اور تاکید شروع فرما دیتے تھے، ان مہینوں میں حضرت کے جو مواعظ ہوتے تھے وہ بھی رمضان ہی کے متعلق ہوتے تھے۔

سنت نبوی اور طریق اکابر کی قدر دانی: تو میں نے بھی یہی سوچا کہ اگر میرے لئے بیٹھنا مشکل اور بولنا دشوار ہے کہ چلو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ اور اپنے اسلاف کا اس کے اوپر عمل رہا ہے تو جو مثل مشہور ہے کہ انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام بھی لکھوالوں کہ رمضان کی اہمیت کو عرض کرنے کے لئے میں بھی حاضر ہوا تھا۔

حق تعالیٰ کے بے شمار احسانات: رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مختصر سا ارشاد عالی میں نے آپ کے سامنے پڑھا، اس ارشاد گرامی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا؟ اس کی طرف تو میرے جیسا نااہل طالب علم اشارہ بھی نہیں کرسکتا، اور اس کے رموز و اسرار اور حکمتوں کی تو میرے جیسا ادنیٰ طالب علم نہیں بلکہ بڑے سے بڑا علامہ بھی وضاحت نہیں کرسکتا، میں تو ایک بات بیان کرنے کا ارادہ کررہا ہوں کہ اس میں پیارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند قدوس کے بے انتہا اور بے شمار انعامات میں سے تین مخصوص نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے، اللہ عز اسمہ کے انعامات بے انتہا ہیں، ان انعامات کا نہ کوئی تصور کرسکتا ہے اور نہ ان کی طرف کوئی اشارہ کیا جاسکتا ہے، اور شمار کرنا تو انسان نہیں بلکہ فرشتوں اور جنات کے بھی قابو کی بات نہیں، خود قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے اپنی بعض نعمتوں کا مختصراً تذکرہ فرمانے کے بعد انسان کی شکایت کی ہے، ارشاد عالی ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ[1]

ترجمہ: اور اگر اللہ کے احسان شمار کرو تو ان کو شمار نہ کر سکو گے بے شک انسان بڑا ناشکرا بے انصاف ہے۔

یعنی اللہ کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ اگر تم سارے مل جل کر سارے دھندے (کام) چھوڑ چھاڑ کر خداوند قدوس کی نعمتوں کی ایک فہرست تیار کرنا شروع کر دو تو سارے کے سارے بھی نہیں کر سکتے مگر انسان بڑا ہی ظلم کرنے والا اور بڑا ہی ناشکرا ہے۔

خداوند قدوس کے انعامات میں سے جو اللہ عز اسمہ نے اپنے پیارے نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے طفیل سے آپ کی امت پر فرمائے وہ انعامات ایسے ہیں کہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی نہیں فرمائے گئے، یہ جمعہ کی نماز جو ہم نے پڑھی ہے یہ کیا ہے؟ ظاہر میں تو ہم نے صرف دو رکعت پڑھی ہیں آ گئے تو کچھ نہیں، جیسے مجھ سے کوئی پوچھ رہا تھا کہ جی عمرہ کر کے آئے میں نے کہا اچھا کیا ہوتا ہے عمرہ؟ میں نے سنا دیا:

مکہ گئے مدینہ گئے کربلا گئے

جیسے گئے تھے ویسے ہند پھر کے آ گئے

وہاں خوب خاطر ہوئی، ہوٹل میں ٹھہرے مزے اڑائے، اور آ گئے ہے[2]

نماز جمعہ امت محمدیہ کی خصوصیت: لیکن اس جمعہ کی نماز کی کیا اہمیت ہے ہمیں اس کا علم نہیں، انبیاء سابقین میں سے کسی کو یہ نماز مرحمت نہیں فرمائی گئی، یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کی خصوصیت ہے یہود کے لئے ہفتے کا دن عبادت کے لئے تجویز ہوا،

---

(۱) سورۂ ابراہیم آیت: ۳۴

(۲) ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں حضرت والا عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تھے اسی سفر کے متعلق یہ واقعہ ہے۔

نصاریٰ کے لئے اتوار کا دن منتخب ہوا، جمعہ اللہ عز اسمہ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو مرحمت فرمایا[1]

زمانہ جاہلیت میں جمعہ کا نام: اس کو زمانہ جاہلیت میں یوم العروبہ کہتے تھے،[2] اور جمعہ اس کو کیوں کہا جانے لگا اس کی بہت سی وجوہ علمائے حدیث نے بیان کی ہیں، ہمارے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے اوجز المسالک کی پہلی جلد کتاب الجمعۃ میں اس کی آٹھ وجہیں بیان کی ہیں۔

جمعہ نام رکھے جانے کی پہلی وجہ: ان میں سے ایک یہ کہ اللہ عز اسمہ نے جب سیدنا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ وہ زمین سے مٹی لے کر آئیں، حضرت جبرئیل زمین پر تشریف لائے اور مٹی لینے کا ارادہ فرمایا، زمین نے سوال کیا کہ مٹی کا کروگے؟ حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اس مٹی سے اللہ عز اسمہ ایک مخلوق پیدا فرمائیں گے، جو اللہ کی نافرمان بھی ہوگی اور روئے زمین پر خون خرابے بھی کرے گی، زمین نے گریہ وزاری کی اور کہا کہ میرے اندر سکت نہیں ہے کہ مجھ سے ایسی مخلوق پیدا ہو جو اللہ کی نافرمانی کرے، میں اس سے حق تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں، حضرت جبرئیل خالی واپس ہوگئے اور بارگاہ الٰہی میں زمین کی گریہ وزاری اور اپنا رحم عرض کیا، حق تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے

---

(۱) اضل اللّٰہ عن الجمعة من كان قبلنا فكان لليهود يوم السبت وكان للنصارى يوم الاحد فجاء اللّٰه بنا فهد انا يوم الجمعة، وفي رواية نحن الاخرون السابقون يوم القيامة بيدانهم اوتوا الكتاب من قبلنا واوتيناه من بعدهم ثم هذا يومهم الذى فرض عليهم يعني يوم الجمعة فاختلفوا فيه فهدانا اللّٰه له والناس فيه تبع اليهود، مسلم ج: ۱، ص: ۱۹۹

(۲) وقال ابن حزم: هو اسم اسلامي ولم يكن في الجاهلية، انما كانت تسمى في الجاهلية العروبة اهـ اوجز المسالک ج: ۱، ص: ۳۱۹.

حضرت میکائیل واسرافیل کو بھیجا مگر زمین نے ان کے سامنے بھی عاجزی کی اور وہ بھی خالی واپس چلے گئے، تب اللہ نے حضرت عزرائیل کو حکم دیا کہ جاؤ اور مٹی لے کر آؤ، وہ زمین پر آئے، زمین نے پہلے فرشتوں کی طرح ان کے سامنے بھی گریہ وزاری کی، اور ہر چند باز رکھنے کی کوشش کی مگر حضرت عزرائیل نے ایک نہ سنی اور کہا کہ جس مالک نے مجھے بھیجا ہے وہ اطاعت کا زیادہ مستحق ہے، مختلف علاقوں اور مختلف ملکوں کی مٹی حضرت عزرائیل نے جمع کی، کہیں امریکہ کی، کہیں آسٹریلیا کی، کہیں فیجی کی، اور کہیں لنکا کی، کہیں ہندوستان کی، اور کہیں پاکستان کی تھوڑی تھوڑی مٹی لائے اور مٹی کو جمع کیا گیا، اور اس سے خمیر بنایا گیا، جس سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم عالی تیار ہوا[1]

سلمان فارسی کی حدیث اور تعارف: اور یہ وجہ حدیث پاک میں بیان فرمائی گئی ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا:

سلمان فارسی بڑے مدبر سمجھدار اور بڑے طویل العمر صحابی ہیں، بہت سے دور، ان پر گزرے ہیں، اور انہوں نے بہت سے مذہب اور ملتیں اختیار کیں، یہودی بھی یہ رہے، عیسائی بھی یہ بنے[2] مگر کہیں اطمینان نہ ہوا، عمر بھی اللہ تعالیٰ بڑی طویل عطا فرمائی تھی، ایک قول یہ ہے کہ ساڑھے تین سو سال کی عمر پائی،[3] ایک قول یہ ہے کہ ساڑھے تین سو ہی نہیں بلکہ اس سے

(۱) وقيل لانه جمع فيه خلق آدم عليه السلام، حكاه في المحكم عن الفراء اتحاف ج: ۱، ص: ۲۱۲.

(۲) عن سلمان الفارسي، قال: تداولني بضعة عشر من رب الى رب، سير اعلام النبلاء ج: ۱، ص: ۵۳۸

(۳) عاش سلمان ثلاث مائة وخمسين سنة فاما مئتان وخمسون فلا يشكون فيه سير اعلام النبلاء، ج: ۱، ص: ۵۵۵

زائد انہوں نے عمر پائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین سے ان کی ملاقات ہوئی ہے۔[۱]
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے سلمان! جانتے ہو جمعہ کو جمعہ کیوں کہا جاتا ہے؟ عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں، ارشاد فرمایا: تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیار ہوا تھا تو اسی دن مٹی جمع ہوئی تھی تو مٹی جمع ہونے کا یہ دن ہے،[۲] اس لئے اس کو جمعہ کا دن کہا جاتا ہے۔

جمعہ نام رکھے جانے کی دوسری وجہ: دوسری وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے تقریباً دوسوسال پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے دادا قصی بن کلاب لوگوں کو جمع کرتے تھے اور یہ بتلایا کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں عنقریب لوگوں میں تشریف لانے والے ہیں، آسمانی کتابوں میں ان کی خبر دی گئی ہے، جب وہ تشریف لائیں تو ان کا اتباع کرنا قصی بن کلاب لوگوں کو چوں کہ جمع کرتے تھے اس لئے اس دن کا نام ہی یوم الجمعۃ ہو گیا، اکٹھے ہونے کا دن، جمع ہونے کا دن۔[۳]

تاریخ اسلام سے ہماری بے خبری: اور یہ قصی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۱) وقال یونس: عن ابن اسحاق، حدثني عاصم، حدثني من سمع عمر بن عبدالعزیز بنحو ما مر وفیہ: وقد اظلک نبي یخرج عند اھل ھذا البیت، ویبعث بسفک الدم فلما ذکر[سلمان] ذالک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: لئن کنت صدقتني یا سلمان! لقد رأیت حواری عیسیٰ: أخرجہ ابن سعد ج:۴، ص:۵۷، وابن ھشام ج:۱، ص:۲۲۱، سیر اعلام النبلاء ج:۱، ص:۵۱۲.

(۲) وقیل لانہ جمع فیہ خلق آدم علیہ السلام، حکام في المحکم عن الفراء، اتحاف ج:۳، ص:۲۱۲

(۳) وفي الامالي لثعلب انما سمي بھا لان قریشا کانت تجتمع الی قصي في دار الندوۃ وقیل کعب بن لوی کان یجمع فیہ قومہ فیذکرھم دیارھم بتعظیم الحرم.[اوجز ج:۱، ص:۳۱۹]

کے چوتھے دادا ہیں، اگرچہ اب ہم لوگوں کو یہ باتیں یاد نہیں رہیں، کیونکہ ہمیں تو اسکولوں میں بچوں کو راجہ دشرتھ کی تاریخ پڑھائی جاتی ہے، کہ راجہ دشرتھ کے چار بیٹے تھے، رام چندر، لکشمن، شتروگن اور بھرت ہم نے بھی انہیں لکھے پڑھوں سے سن رکھا ہے، لیکن اگر معلوم کرلیا جائے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتنی بیویاں تھیں، کیا ان کے اسمائے گرامی تھے؟ اور صاحب زادے اور صاحب زادیاں کتنی تھیں؟ تو ہم نہیں بتلا سکتے، حالانکہ یہاں لکھے پڑھے بھی ہیں اور کالج کے ذمہ دار بھی ہیں۔

پرانے اور نئے زمانے کا ایک فرق: اور پہلا دور جس میں ان پڑھ لوگ تھے، دیہات کی عورتیں بھی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب نامے کے چالیس نام یاد رکھتی تھیں، اور اس کو نبی پاک کی چالیس کری کہتی تھیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ،[1] اس طرح چالیس نام عورتیں یاد رکھتی تھیں، لیکن اب پڑھے لکھوں کو بھی یاد نہیں۔

جمعہ نام رکھے جانے کی تیسری وجہ: بہرکیف! تیسری وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے سے پہلے اسعد بن زرارہؓ ایک انصاری صحابی اپنے دونوں قبیلوں کو جو مشرکین کے دو قبیلے اوس وخزرج وہاں آباد تھے، اور مصعب بن عمیر کی جدوجہد اور کوشش سے مشرف باسلام ہوچکے تھے، ان کو جمع کرتے اور ایک بکرا ذبح کرتے تھے، اور ان کے لئے کھانا تیار کرتے تھے، اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خبر سناتے تھے کہ عن قریب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر یہاں تشریف لائیں گے، جب وہ

(۱) اس سے آگے کا نسب نامہ اس طرح ہے: بن کعب بن لوی، بن غالب، بن فہر، بن مالک، بن نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مضر، بن نزار، بن معد، بن عدنان، یہاں تک کا سلسلۂ نسب متفق علیہ ہے۔ اس سے آگے اختلاف ہے۔ [روض الانف ص: ۸ تا ۱۱]

تشریف لے آئیں تو تم اپنا سب کچھ ان کے لئے قربان کر دینا، سب ان کی اطاعت کرنا، اسعد بن زارہؓ کی اس محنت پر اللہ عز اسمہ نے اس دن کا نام ہی جمعہ کا دن کر دیا۔[1]

جمعہ نام رکھے جانے کی چوتھی وجہ: چوتھا قول یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو جب جنت سے بھیجا گیا تو دونوں کو علیحدہ علیحدہ بھیجا گیا، حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان کے کسی جزیرے میں اتارے گئے، اور حضرت حوا مکہ مکرمہ میں عرفات شریف کے اندر جبل رحمت جو پہاڑ ہے اس پر اتارا گیا، مدتوں ایک کی دوسرے سے ملاقات نہیں ہوئی، اوران کے سوا پورے عالم میں کوئی تیسرا انسان نہ تھا، حضرت حواء حضرت آدم علیہ السلام کی تلاش میں پھرتی تھیں، اور حضرت آدم حضرت حوا کو تلاش فرماتے رہے، دوسو سال کے بعد دونوں کی جبل رحمت پر ملاقات ہوئی،[2] اور دونوں نے زبان حال سے یہ کہا:

آیا ہے بعد مدت بچھڑے ہوئے ملے یار
دل سے لپٹ لپٹ کر غم بار بار رویا

ابتداء حضرت حواء حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پہچان سکیں، اس لئے کہ جنت میں ان کا جسم عالی انتہائی چمک دار تھا، سورج کی تابانی اور چاند کی روشنی بھی ان کے جسم عالی کے آگے ہیچ تھی، دنیا کے اندر جب تشریف لائے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی خطا کا بے انتہا

---

(۱) في تفسير عبد بن حميد عن ابن سيرين، قال: جمع اهل المدينة قبل ان يقدم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم المدينة، وقبل ان تنزل الجمعة وهم سموها الجمعة. [اوجز ج:۱، ص:۳۱۹]

(۲) قال، قال لي رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يا سلمان! ما يوم الجمعة؟ قلت اللّٰه ورسوله اعلم، قال: يا سلمان يوم الجمعة فيه جمع ابوكم وامكم، اتحاف، ج:۳، ص:۲۱۳، مستدرک حاكم ج:۱، ص:۲۷۷.

احساس تھا، اس پر جو آنسو بہائے ہیں اس کی بنا پر ان کا جسم عالی بالکل سیاہ ہو گیا تھا۔

غم اور فطرت انسانی کا تأثر: یہ غم ایسی ہی چیز ہے؟ سیدہ فاطمہ زہراؓ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں، ایسی حسین و جمیل اور ایسی خوبصورت کہ ان کے حسن و جمال اور ان کی سمجھ کو کون بیان کر سکتا ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر، قلب عالی کا ٹکڑا۔[1]

حضرت فاطمہ زہراؓ کی فراست: ایسی سمجھدار کہ ایک مرتبہ مجلس مبارک میں بہت سے صحابہ بیٹھے ہوئے تھے، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے دریافت کیا کہ بتلاؤ عورت کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ چیز کیا ہے؟ صحابہ نے غور کیا مگر سمجھ میں نہ آیا، حضرت علیؓ اٹھے اور بالکل مسجد نبوی کے برابر ہی میں حضرت فاطمہؓ کا حجرہ تھا، وہاں جا کر سیدہ فاطمہؓ سے پوچھا کہ عورت کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پیاری چیز کیا ہے؟

عورت کی سب سے زیادہ پیاری چیز: حضرت فاطمہؓ نے ارشاد فرمایا کہ عورت کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پیاری بات یہ ہے کہ عورت کو کوئی اجنبی آدمی نہ دیکھے اور عورت کی نگاہ کسی اجنبی آدمی پر نہ پڑے۔

جنتی عورتوں کی خوبی: مگر یہ بات تو جنت کی حوروں کی ہے، حضرت فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں، اس لئے انہوں نے جنتی عورتوں ہی کی بات بتلائی، جنت میں حوروں کی یہی صفت اور خوبی ہے، قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ۔[2]

---

(۱) قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انما فاطمة بضعة مني، وفي رواية مضغة مني، سیر اعلام النبلاء ج: ۲، ص: ۱۹، ترمذی ج: ۲، ص: ۲۲۵

(۲) سورۂ رحمٰن آیت: ۵۶

ترجمہ: ان جنتوں کے اندر نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں، ان کے شوہروں سے پہلے ان کو کسی نے نہیں چھوا، نہ کسی انسان نے، نہ کسی جن نے۔

اور بعض جگہ فرمایا کہ وہ ایسی ہیں جیسے سیپی کے اندر موتی ہوا کرتا ہے،[1] حضرت علیؓ نے جب مجلس مبارک میں آکر یہ جواب نقل کیا تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت خوش ہوئے اور فرمایا: فاطمہؓ میرے دل کا ٹکڑا ہے، میرے دل کی بات بتلائی۔

وصال نبوی اور حضرت فاطمہؓ کا حزن وملال: بہر کیف! انتہائی حسن وجمال حضرت فاطمہ کا تھا، لیکن رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات نے چہرہ بالکل نڈھال کر دیا تھا۔[2] علماء نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ کے حجرے کی حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں [جو بالکل برابر میں تھا اور حضرت فاطمہ کے حجرے کی حضرت عائشہؓ کے حجرے میں کھڑکی کھلی ہوئی تھی وہاں] تشریف لائیں اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کی مٹی اٹھا کر سونگھی اور برجستہ یہ اشعار کہے:

مَاذا عَلیٰ مَنْ شَمَّ تُربَۃَ اَحمد ۔۔۔ اَلَّا یَشُمَّ مدی الزمانِ غوالیا

صُبَّت عَلیٰ مصائبٌ لو انَّھا ۔۔۔ صُبَّت علی الأیّام صِرنَ لَیالِیا[3]

ترجمہ: اس شخص کے لئے کیا ہے جس نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر

---

(۱) وحورٌ عین کامثال اللؤلؤ المکنون. سورۂ واقعہ آیت: ۲۲-۲۳

(۲) ولما توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حزنت علیہ وبکتہ وقالت: یا ابتاہ! الی جبرئیل ننعاہ! یا ابتاہ! اجاب ربا دعاہ! یا ابتاہ! جنۃ الفردوس ماواہ! وقالت بعد دفنہ: یاانس، کیف طابت نفسکم ان تحثوا التراب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. سیر اعلام النبلاء ج:۲، ص:۱۲۰

(۳) مشہور تو یہی ہے کہ یہ اشعار حضرت فاطمہؓ کے ہیں، مگر یہ نسبت صحیح نہیں، حافظ ذہبی تحریر فرماتے ہیں: ومما ینسب الی فاطمہ ولا یصح، سیر اعلام النبلاء ج:۲، ص:۱۳۷

مبارک کی مٹی کو سونگھ لیا کہ اب وہ کسی بھی خوشبو والی چیز کو نہ سونگھے، اب اسے کسی عطر کی، کسی خوشبو کی، اور کسی کیوڑے کے سونگھنے کی ضرورت نہیں، جس نے قبر مبارک کی مٹی کو سونگھ لیا، جس سے پورا مدینہ معطر ہو گیا اور پورا مدینہ نہیں بلکہ پورا علاقہ اور پورا جہان مہک گیا۔

میرے اوپر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ دن پر ڈال دی جاتیں تو دن اس غم کی شدت کی وجہ سے رات ہو جاتا۔

ایک دیہاتی کے متعلق بشارت نبوی: ایسا ہی ایک اور واقعہ حافظ ابن کثیر نے سورۂ آل عمران کی تفسیر میں نقل کیا ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا، ایک بدوی [گاؤں کا رہنے والا] آیا، کیسے تھے وہ گاؤں والے، اب تو جان بچانے کے لئے کہتے ہیں کہ جی ہم تو گاؤں کے رہنے والے ہیں، پڑھے لکھے نہیں، وہ بھی ایسے ہی تھے مگر اللہ نے کتنی سمجھ دی تھی، روضۂ اقدس پر آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں نے سنا ہے، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا[1]

ترجمہ: اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کئے ہیں، آپ کی خدمت عالیہ میں آئیں، اور اپنی خطاؤں کی خود بھی بخشش چاہیں اور آپ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کریں تو اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا انتہائی مہربان پائیں گے۔

یہ آیت پڑھی اور عربی کے چند اشعار پڑھے:

---

(۱) سورۂ نساء آیت: ۶۴

یا خیر ا من دفنت بالقاع اعظمه　　قد طاب من طیبهن القاع و الاکم

نفسی الفداء لقبرٍ انت ساکنه　　فیه العفاف وفیه الجود و الکرم

ترجمہ: اے بہترین وہ شخص! جس کی مبارک ہڈیاں یہاں پر دفن کی گئی ہیں، آپ کے جسم عالی کے دفن ہونے سے یہاں کے پہاڑ اور ٹیلے خوشبودار ہوگئے، میں اس قبر پر قربان ہوجاؤں، جس میں آپ تشریف فرما ہیں، اس قبر مبارک میں عفت اور پارسائی کا خزانہ مدفون ہے، اس میں جودوکرم کا خزانہ مدفون ہے، اس میں کرم اور بخشش کا خزانہ مدفون ہے۔

اس دیہاتی نے یہ اشعار کہے اور چل دیا وہ بزرگ جو بیٹھے ہوئے تھے انہیں ذرا اونگھ (نیند) سی آ گئی، تو دیکھا کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں، اور فرما رہے ہیں کہ جلدی اس سے کہہ دو کہ اے گاؤں والے! تیری مغفرت ہوگئی اور تیرا کام بن گیا، یہ اس کے پیچھے دوڑے اور اس کو یہ بشارت سنائی۔[1]

بہرکیف! میں تو عرض کر رہا تھا کہ جمعہ کو جمعہ کیوں کہا جاتا ہے؟ آٹھ وجہیں ہمارے حضرت شیخؒ نے بیان کی ہیں، اگر کاندھلہ میرا ارادہ نماز عصر پڑھنے کا نہ ہوتا تو میں ان وجوہ کی اتنی وضاحت کرتا کہ عصر ہوجاتی۔

جمعہ کو جمعہ کہنے کی پانچویں وجہ: ایک وجہ جو حضرت امام شافعیؒ نے کتاب الام

(۱) عن العتبی، قال: کنت جالسا عند قبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فجاء اعرابی فقال: السلام علیک یا رسول اللّٰہ! سمعت اللّٰہ یقول ولو انہم اذظلموا انفسہم جاؤک الایۃ، فقد جئتک مستغفراً لذنبی مستشفعا الی ربی ثم انشاء یقول: یا خیر ا من دفنت الخ ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرأیت النبی فی النوم، فقال: یا عتبی! الحق الاعرابی مبشرہ ان اللّٰہ قد غفر لہ. تفسیر ابن کثیر ج: ۱، ص: ۵۱۹، القول البدیع للسخاوی.

میں بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیل امین ایک نہایت صاف وشفاف آئینہ لئے ہوئے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جبرئیل امین نے عرض کیا کہ یہ جمعہ کا دن ہے، جو آپ کو اور آپ کی امت کو مرحمت فرمایا گیا ہے، اس کے بیچ میں ایک سیاہ نقطہ لگا ہوا تھا، جیسا کہ کوئی حسین وجمیل اور خوبصورت شخص ہے مگر اس کو ایک کالا تل بھی ہے جس سے اس کا حسن اور بھی دوبالا ہوگیا ہے، تو اس صاف وشفاف آئینے میں ایک سیاہ نشان بھی تھا، پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا: یہ قیامت کا نشان ہے، اسی دن میں قیامت آئے گی، یہ اسی کا نشان ہے، حدیث پاک میں ہے:

خیر یوم طلعت علیه الشمس یوم الجمعة، فیه خلق آدم، وفیه ادخل الجنة وفیه اخرج منها، وفیه تیب، وفیه مات، ولاتقوم الساعة الا فی یوم الجمعة[1]

ترجمہ: بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اور اسی دن جنت میں داخل کئے گئے، اور اسی دن جنت سے دنیا میں بھیجے گئے، اور اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

آسمانوں پر جمعہ کا نام یوم المزید: تو جبرئیل امین نے عرض کیا کہ یہ جمعہ کا دن ہے، اور ہمارے یہاں اس کو "یوم المزید" کہتے ہیں، وہاں اس کا نام نہ یوم العروبہ ہے اور نہ یوم الجمعہ ہے، بلکہ جنت میں اس کا نام یوم المزید ہے، (یعنی زیادتی کا دن) رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اے جبرئیل! یوم المزید کا کیا مطلب ہے؟ وہاں تو پہلے ہی سے ہر چیز زائد ہے پھر آسمانوں پر اس کو زیادتی کا دن کس بنا پر کہا گیا ہے؟ عرض کیا:

(۱) مسلم شریف ج: ۱، ص: ۲۸۲

جنت الفردوس میں ایک بہت بڑا میدان ہے اتنا بڑا کہ ساتوں جنتوں والے اس میں آسکیں۔
پس جب جمعہ کا دن ہوگا تو حق تعالیٰ اس وادی میں فرشتوں کے ساتھ نزول فرمائیں گے جیسا کہ
ان کے شان کے لائق ہے، اور اس کے چاروں طرف نور کے منبر ہیں ان پر انبیاء تشریف فرما
ہوں گے، اور ان منبروں کے اُدھر کچھ منبر ہیں جو سونے یاقوت اور زبرجد سے جڑے ہوئے ہیں
ان پر شہدا اور صدیقین تشریف فرما ہوں گے، اور باقی لوگ مشک کے ٹیلوں کے چاروں طرف
بیٹھ جائیں گے، تب اللہ عزاسمہ فرمائیں گے مانگو کیا مانگتے ہو؟ میں نے تمہیں آج کچھ اور دینے
کے لئے بلایا ہے؟ جنتی ایک دوسرے کو دیکھیں گے کہ کیا مانگیں؟ کوئی چیز ایسی نہیں جو ہمیں نہ مل
گئی ہو، پھر عرض کریں گے اے رب کریم! ہمیں آپ کے فضل اور آپ کی رحمت کی ضرورت
ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اگر میرا فضل تمہارے اوپر نہ ہوتا تو تم میری جنت میں نہیں آسکتے
تھے، میرا فضل ہو چکا کچھ اور مانگو، جنتی عرض کریں گے کہ اے ہمارے مالک! کیا آپ نے
ہمارے چہروں کو منور نہیں کر دیا؟ کیا آپ نے ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات نہیں دی؟ کیا
آپ نے ہمیں اپنی جنت میں جگہ مرحمت نہیں فرمائی؟ ہم مانگیں تو کیا مانگیں؟ حق تعالیٰ فرمائیں
گے نہیں، مانگو، جو بھی مانگو گے وہ ملے گا، آپس میں وہ حیران ہوں گے کہ مانگیں تو کیا مانگیں؟
وہاں تو ہر چیز پہلے سے موجود ہے۔

اہل جنت کا علماء کی طرف رجوع: تب اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بات
ڈالیں گے کہ جس شخص کا جس عالم سے تعلق تھا اور دنیا میں جس سے مسائل معلوم کیا کرتا تھا،
اور اصلاح کے لئے جس کی خدمت میں جایا کرتا تھا، ان سے رجوع کریں، چنانچہ یہ لوگ اپنے
اپنے علماء سے رجوع کریں گے اور عرض کریں گے کہ اللہ کی جانب سے ارشاد گرامی ہے کہ مجھ سے
مانگو، ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا، کہ کیا مانگیں، ہم جیسا کہ دنیا میں آپ کے محتاج تھے ویسے ہی
آج بھی آپ کے محتاج ہیں یہ تو کالج والوں نے کہہ دیا کہ مولویوں اور ملاؤں کی نہ سنو۔

علماء کا وجود زندگی کی ایک ضرورت: ارے میں کہتا ہوں کہ بغیر مولویوں اور ملاؤں کے کام نہیں چلے گا، بچہ پیدا ہوگا تو بچے کی پیدائش سے پہلے ہی ملاجی کے پاس دوڑے ہوئے جاؤ گے کہ جی مولوی صاحب! گز پڑھ دو، گھر والی کو تکلیف ہو رہی ہے، اچھا بھائی! ملاجی نے گز پڑھ کر دے دیا، پھر آئے گا کہ ملاجی! اللہ کا شکر ہے لڑکا ہو گیا ہے، چلو اذان دے دو، یہ کان میں اذان پڑھنے کا تقاضہ کر رہا ہے ادھر مولوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ ارے پیڑے تو منگوا لے جلدی کیا ہے؟ وہ پیڑے منگا رہا ہے اور مولوی صاحب اذان دے رہے ہیں، غرض اس طرح پیدائش سے لے کر مرتے دم تک مولویوں کی ضرورت ہے، اور مرنے کے بعد بھی ضرورت ہے، کہ میرا باپ اتنی مایا چھوڑ گیا ہے اس کی تقسیم کیسے ہوگی؟ یہ مسئلہ مولوی ہی بتلا سکتے ہیں کمپیوٹر والے اور کالج والے نہیں بتلا سکتے۔

تقسیم میراث اور ہشام بن عبدالملک کا واقعہ: ہشام بن عبدالملک کا واقعہ ہے، بادشاہ وقت کسی ضروری کام سے تشریف لے جا رہے ہیں، راستے میں ایک بڑھیا بھی لاٹھی کا سہارا لئے ہوئے کھٹ کھٹ کرتی ہوئی جا رہی ہے، بڑی بی کو بادشاہ نے دیکھ کر خود ہی سلام کیا، بڑی بی نے دیکھا کہ بادشاہ نے منہ پھیر لیا، اور بالکل گری ہوئی آواز سے جواب دیا وعلیکم السلام ....

بادشاہ کو بہت تعجب ہوا کہ کیسی سرپھری [بدتہذیب] بڑھیا ہے، بادشاہ نے سلام کیا اور اس نے اچھے طریقے سے جواب بھی نہ دیا، بادشاہ نے کہا: بڑی بی تمہیں خلیفۃ المسلمین نے سلام کیا تم نے بادشاہ کو دعا بھی نہ دی، بڑھیا نے صاف کہہ دیا کہ مجھے ایسے بادشاہ کو دعا دینے کی کیا ضرورت ہے جس کے دور حکومت میں ظلم ہو رہا ہے، یہ سن کر بادشاہ کے بھی کان کھڑے ہو گئے کہ اس بڑھیا پر کیا ظلم ہوا؟ بڑھیا نے کہا کہ پرسوں بھائی کا انتقال ہو گیا تھا چھ سو اشرفیاں اس کے پاس تھیں، مولویوں سے میں نے بھی پوچھا اوروں نے بھی پوچھا سب نے مجھے ایک ہی اشرفی

دلوائی، ایسے ایسے مولوی بادشاہ نے رکھ رکھے ہیں، ضعیف عورت ہوں نہ مجھ سے چلا جاتا نہ پھرا جاتا، نہ میں محنت مزدوری کر سکوں، اگر کچھ اور مجھے مل جاتا تو میرے بڑھاپے کا سہارا ہو جاتا ایک اشرفی میں کیا ہوگا؟ بادشاہ کو یہ سن کر پسینے آ گئے کہ واقعی مولوی صاحبان نے ان کے اوپر زیادتی کی ہے، اپنا کام چھوڑا، واپس آئے اور دمشق کے اندر جتنے مفتیان اور علماء تھے سب کو جمع کیا، اور پوچھا کہ تمہارے پاس ایک بڑھیا کوئی سوال لے کر آئی تھی؟ ایک نے کہا: جی ہاں میرے پاس آئی تھی، بادشاہ نے پوچھا کیا جواب لکھا؟ فرمایا جو اس کا حق تھا وہ لکھ دیا، چھ میں سے ایک اشرفی، بادشاہ نے کہا آپ نے اس بڑھیا کو دیکھا نہیں اس کی کمر جھکی ہوئی ہے، اس سے چلا بھی نہیں جاتا، تمہیں اس کا خیال نہیں آیا، جواب دیا کہ خیال کرنے کی ضرورت نہ تھی یہ قانون خداوندی ہے جس کی رو سے اس کی ایک اشرفی بیٹھی، پوچھا کیسے؟ انہوں نے وضاحت کی کہ خداوند قدوس کے یہاں کا قانون ہے کہ اگر مرنے والے کی ایک لڑکی ہے تو آدھے مال کا وہ مالک ہو جائے گی، یعنی ایک روپئے میں اٹھنی (آٹھ آنے) کی وہ مالک ہو جائے گی، اور اگر دو یا دو سے زائد لڑکیاں ہیں تو پھر دو تہائی مال لڑکیوں پر تقسیم ہوگا، اور ایک تہائی مال چھ سو میں سے چار سو لڑکیوں کو مل گئے، اور مرنے والے کی بوڑھی ماں بھی موجود تھی، اگر ماں زندہ ہو اور مرنے والے کی اولاد بھی ہو تو چھٹا حصہ ماں کو دیا جائے گا، تو سو اشرفی والدہ کو دی گئی، اور مرنے والی کی بیوی بھی موجود تھی اگر اولاد ہے تو بیوی کو آٹھواں حصہ ہے تو آٹھواں حصہ پچھتر اشرفی بیوی کو دی گئی، پانچ سو پچھتر تو تقسیم ہو گئیں مرنے والے کے بارہ بھائی اور ایک بہن بھی تھی عصبہ ہونے کی وجہ سے دو دو اشرفیاں بھائیوں کو مل گئیں اور ایک اشرفی بہن کو مل گئی،(۱) اس لئے کہ اصول خداوندی ہے:

(۱) ایسا ہی ایک واقعہ امام اعظم ابوحنیفہ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا، ملاحظہ ہو: تذکرۃ النعمان ترجمہ اردو عقود الجمان ص: ۲۳۱۔

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

اس پورے رکوع میں یہی تفصیل بیان کی گئی ہے، تو بھائی عالم کی تو بچے کی پیدائش کے پہلے سے ضرورت پیش آتی ہے، گڑ پڑھوانے کے لئے، تعویذ لکھوانے کے لئے، اور ساتویں دن جب عقیقہ ہو رہا ہے تو اس کا نام تجویز کرانے کے لئے، غرض یہ کہ ہر ہر قدم پر عالم کی ضرورت ہے، یہاں تک کہ مرنے کے بعد جنت میں بھی عالم کی ضرورت ہوگی، اپنے اپنے علماء سے اہل جنت معلوم کریں وہ علماء جواب دیں گے بھائی سب کچھ تمہیں مل گیا اور اللہ نے فضل فرمایا مگر ایک چیز ابھی نہیں ملی، اہل جنت عرض کریں گے وہ کیا ہے؟ وہ ہی بتلا دیجئے ہم اسی کو مانگیں گے، علماء بتلائیں گے کہ "اللہ کا دیدار" دیدار خداوندی ابھی نہیں ہوا تو جنتی سارے کے سارے اکٹھے ہو کر عرض کریں گے کہ اے رب کریم! آپ نے سب کچھ عطا فرما دیا، لیکن ابھی آپ کی زیارت سے ہم مشرف نہیں ہوئے۔

اہل جنت کو خداوند عالم کا دیدار: تو وہ پردہ جو خالق اور مخلوق کے درمیان پڑا ہوا ہے وہ ہٹا دیا جائے گا،[2] اور خالق کو تو کوئی پردہ نہیں چھپا سکتا، مگر مخلوق کی نگاہوں پر جو پردہ پڑا ہوا ہے وہ ہٹا دیا جائے گا، اور اللہ کی زیارت سے سارے کے سارے مشرف ہوں گے، اسی مضمون کو قرآن کریم میں اس طرح فرمایا گیا ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ[3]

ترجمہ: اس دن بہت سے چہرے خوش و خرم ہوں گے، اور اپنے رب کریم کی

(۱) سورۂ نساء آیت: ۱۱

(۲) بدور سافرہ ص: ۵۸۶ (۳) سورۂ قیامۃ آیت: ۲۲،۲۳

طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ اہل جنت کو دیدار الٰہی سے مشرف فرمایا جائے گا، اور یہ ایک ایسی نعمت ہوگی جو تمام نعمتوں سے بڑھ جائے گی۔

دیدار الٰہی اور امت کا اختلاف: معتزلہ وغیرہ اگرچہ اس کا انکار کرتے ہیں، لیکن علمائے اہل سنت والجماعت میں اس پر اتفاق ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کی رات میں دیدار حاصل ہوا یا نہیں؟

شب معراج میں دیدار کی بحث: حضرت عائشہؓ کی روایت ہے، حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ تو نے ایسی بات پوچھی ہے کہ خوف کی وجہ سے میرا رونگٹا کھڑا ہو گیا، حضرت مسروق نے اثبات رویت کی تائید میں یہ آیت پڑھی:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى[1]

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ آیات تو رویت جبرئیل کے بارے میں ہے۔

تین چیزیں جن کی آپ ﷺ کی طرف نسبت کرنا بہتان ہے: پھر فرمایا کہ اگر کوئی تجھ سے کہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ کی زیارت کی ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچ چیزوں کے بارے میں جانتے ہیں، جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ

(۱) سورۂ نجم آیت: ۱۳-۱۵

تَمُوتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ[1]

تو اس نے بڑا بہتان باندھا۔

حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل کو اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا: ہاں آپ نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے، ایک تو شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب، دوسری مقام اجیاد میں کہ اس وقت حضرت جبرئیل کو چھ سو بازو تھے، جن سے پورا افق بھرا ہوا تھا، انہیں دو روایتوں کا تذکرہ ان آیتوں میں ہے، حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ پھر میں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنیٰ ہیں؟

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی[2]

ارشاد فرمایا کہ یہ بھی جبرئیل ہی کے بارے میں ہے، کہ عموماً حضرت جبرئیل کسی انسان کی شکل میں وحی لے کر تشریف لاتے تھے، اور اس مقام میں وہ اپنی اصلی صورت میں تشریف لائے ہیں جس سے افق بھر گیا تھا، تو ایک تو یہ حدیث ہے جس سے رویت کی نفی ہوتی ہے، اور دوسری حدیث ابوذر غفاریؓ کی ہے:

عَنْ اَبِی ذَرٍّ قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم هَلْ رَأیتَ رَبَّکَ؟ قَالَ اَرَاهُ نُوْرَانِیٌّ[3]

ترجمہ: ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے رب کریم کی زیارت کی ہے؟ فرمایا: جی ہاں مجھے زیارت کرائی گئی ہے۔ اور وہ نور ہی نور تھا۔

---

(۱) سورۂ لقمان آیت: ۳۴

(۲) سورۂ نجم آیت: ۸-۹

(۳) مسلم شریف ج: ۱، ص: ۹۹، ترمذی: ۲، ص: ۱۶۳، مشکوۃ ص: ۵۰۱

ابوذر غفاریؓ کی صداقت کی گواہی: یہ روایت ابوذر غفاری کی ہے، جن کی صداقت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ ولا اَقَلَّتِ الغَبْرَاءُ مِنْ ذِیْ لهجة اَصْدق ولا اَوفیٰ من اَبی ذرٍ[۱]

ترجمہ: اس نیلی چھت کے نیچے، اور اس غبار آلود زمین کے اوپر (انبیاء کے بعد) ابوذر غفاریؓ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کس کی مانیں؟ حضرت عائشہؓ کی یا حضرت ابوذرؓ کی؟ حضرت عائشہؓ انکار کرتی ہیں۔ حضرت ابوذرؓ تصدیق کرتے ہیں۔

اثبات رویت کی تین دلیلیں: جواب یہ ہے کہ دونوں کی مانو، اس طرح کہ عائشہؓ کا انکار اس معنی کر ہے کہ حق تعالیٰ کی تمام صفات کا احاطہ نہیں کیا۔ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کے اثبات کا مطلب یہ ہے کہ ذات باری کی ایک تجلی دیکھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جو دیکھا وہ آسمانوں میں عرش کے قریب دیکھا، اور جو رویت کی نفی کی گئی ہے وہ اس دنیا کے اعتبار سے ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو لَنْ تَرانِی اسی معنی میں ہے کہ اس فانی دنیا میں ان ظاہری آنکھوں سے کوئی مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ نیز ایک اور جگہ ارشاد ہے:

لاَ تُدْرِکُهُ الاَبْصارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الاَبْصارَ[۲]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے، اس کو تو کوئی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی۔

---

(۱) ترمذی شریف ج: ۲، ص: ۲۲۰

(۲) سورۃ انعام آیت: ۱۰۳

تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث پاک کے الفاظ میں ''اُراہ'' یعنی مجھے دکھایا گیا ہے یہ نہیں کہ میں نے دیکھا ہے، بلکہ دکھایا گیا ہے، اور وہ ذات عالی قادر ہے کہ جب چاہے اور جس کے لئے چاہے اپنی ذات عالی کی تجلی ظاہر فرما دے۔

بہر کیف! جنت میں اہل جنت کو دیدار الٰہی کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔

خواب میں دیدار الٰہی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور دنیا میں خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ علمائے سمرقند کے قول کے مطابق خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں ہوسکتی، اور علمائے بخارا کے قول کے مطابق ہوسکتی ہے۔ اور واقعات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

امام احمد کا دیدار الٰہی کا واقعہ: چنانچہ امام احمد بن حنبل نے ننانوے مرتبہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی پھر سوچا کہ اگر اب کی مرتبہ زیارت کی تو معلوم کرلوں گا کہ جنت میں لے جانے والی کیا چیز ہے؟ چنانچہ سوویں مرتبہ زیارت کی تو پوچھا کہ جنت میں لے جانے والی کیا چیز ہے؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: تلاوت قرآن، سوال کیا: کیا سمجھ کر ہو یا بے سمجھے؟ فرمایا: سمجھ کر ہو یا بے سمجھے[1]

خواب میں زیارت الٰہی کا ایک واقعہ: خود حدیث پاک میں ایک واقعہ منقول ہے کہ آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد کبھی حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے جاتے، کبھی خواب وغیرہ بیان فرماتے۔ ایک مرتبہ فجر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھائی کہ سورج نکلنے کے قریب ہوگیا، نماز کے بعد سب کو رک جانے کا اشارہ فرمایا: سب صحابہ ٹھہر گئے، فرمایا: رات کو میں معمولات

(۱) وفی مناقب الامام احمد لابن الجوزي، رأيت رب العزة عزوجل في المنام، فقلت: یارب امام افضل ما تقرب به المتقربون الیک؟ فقال: کلامي، یا احمد! قال، قلتُ: یا رب! بفهم او بغیر فهم؟ قال: بفهم او بغیر فهم. مناقب الامام احمد ص:۵۲۷]

سے فارغ ہوکر لیٹنا، اور پھر اٹھ کر نفل وغیرہ پڑھی۔ اس کے بعد نیند کا غلبہ ہوگیا، تو میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا، یعنی تجلی الٰہی بڑی شفقت کے ساتھ ظاہر ہوئی، اللہ عزاسمہ نے مجھ سے سوال فرمایا: فِيمَ يَخْتَصِمُ المَلأُ الأعلي؟ کہ ملائے اعلیٰ کے فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آپ ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ حق تعالیٰ نے میرے دونوں کندھوں کے درمیان میں اپنی ہتھیلی رکھی، یعنی حق تعالیٰ نے فضل فرمایا اور اس ہاتھ کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے تک محسوس کی، اس کی برکت سے مجھ پر زمین وآسمان کی تمام چیزیں (جو اللہ نے چاہیں) مجھ پر ظاہر ہوگئیں۔ تب میں نے جواب دیا: کفارات میں اور درجات میں۔

گناہوں کو مٹانے والی چیزیں: کفارات یعنی گناہوں کو مٹانے والی چیزیں یہ ہیں:

اِسبَاغُ الوُضُوءِ فِي المَكَارِهِ وَنَقلُ الأَقدَامِ إِلي المَسَاجِدِ، وانتِظَارُ الصَّلوٰةِ بَعدَ الصَّلوٰةِ.

ترجمہ: سردی وغیرہ کے وقت میں اچھی طرح وضو کرنا، مسجد کی طرف چلنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

مراتب بلند کرنے والی چیزیں: اور درجات یعنی مرتبے بلند کرنے والی چیزیں یہ ہیں:

اِفشَاءُ السَّلامِ

وَاِطعَامُ الطَّعامِ

وَالصَّلاةُ بِاللَّيلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ

سلام کا پھیلانا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، رات کو نماز پڑھنا جب کہ لوگ سوئے

ہوئے ہوں۔

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحیح جواب دیا تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مانگو کیا مانگنا چاہتے ہو؟ تو آپ نے نو چیزوں کا سوال فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ، وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ، وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ، وَتَرْحَمَنِیْ، وَاِذَا اَرَدْتَّ بِقَوْمٍ فِتْنَۃً فَتَوَفَّنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ، وَاَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ، وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ اِلیٰ حُبِّکَ۔[1]

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے اچھے کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی توفیق اور مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں، اور یہ بات بھی کہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو مجھ کو آزمائے بغیر اٹھالینا، اے اللہ! میں آپ سے آپ کی محبت، اور اس شخص کی محبت مانگتا ہوں جو آپ سے محبت رکھتا ہو، اور اس کام سے محبت مانگتا ہوں جو مجھ کو آپ کی محبت عطا کرے۔

بہر کیف! جنت میں خداوند قدوس کی زیارت ہوگی، اور یہ بھی اللہ کے ان انعامات میں سے ہے جو اللہ عزاسمہ نے اپنے بندوں کے اوپر فرمائے ہیں، اور خطبہ کے دوران وہ حدیث میں نے پڑھی تھی اس میں بھی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے، ان میں سب سے پہلا انعام نماز پنج گانہ ہے۔

پانچ وقت نمازوں کی قیمت: پانچ وقت کی نمازوں کی کیا قیمت ہے؟ ہمیں اس کی خبر نہیں ہمیں تو گھر میں اماں جی نے اور مکتب میں حافظ جی نے جو نماز سکھادی تھی، مدرسہ میں

(۱) مشکوٰۃ ص: ۷۰

پڑھنی پڑتی تھی، اور حافظ جی قچی (ڈنڈی) لے کر کھڑے ہو جاتے تھے، اگر کسی نے غلطی کر دی تو وہیں نماز میں کھڑے کھڑے ہی حافظ جی پٹائی کر دیتے تھے، ہماری تو وہی نماز ہے۔

نماز کی اصلاح سے ہماری بے خبری: ہم نے کبھی التفات نہیں کیا کہ ہم اپنی نمازوں کو نماز بنالیں، ہمیں اتنا وقت نہیں ملا، جماعت والے کوشش کرتے کرتے تھک گئے، کہ بھائی اپنی نمازیں درست کرلو، ہر چیز کی درستگی کا ہمیں خیال ہے، یہاں تک کہ اپنے کھیت کی ڈول (نالی) درست کرنے کے لئے ہم تیار ہیں، گھر کے اندر جو کریک (دراڑ) آ گیا ہے اس میں سمینٹ بھروانے کے لئے تیار ہیں، لیکن کبھی اس کا خیال نہیں آیا کہ اپنی نماز کو ہم نماز بنالیں۔

نماز ابتداء سے لے کر انتہا تک کیا ہے؟ شروع اللہ اکبر سے لے کر اور سلام پھیرنے تک نماز کے ایک ایک رکن ایک ایک تسبیح میں خداوند قدوس کے وہ انعامات ہیں کہ جن کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا جا سکتا۔

خالق ومخلوق کے درمیان ایک انعام کی تقسیم: صحیح مسلم کی روایت ہے:

قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ. حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے سورۂ فاتحہ کو اپنے اور بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے، جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: حَمِدَنِي عَبْدِي میرے بندے نے میری تعریف کی ہے اور جب بندہ کہتا ہے: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وہ بخشش کرنے والے انتہائی مہربان ہیں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِي میرے بندے نے میری ثنا بیان کی ہے، اور جب بندہ کہتا ہے ملک یوم الدین حق تعالیٰ فرماتے ہیں مَجَّدَنِي عَبْدِي میرے بندے نے میری بزرگی بیان

کی ہے۔ جب بندہ کہتا ہے، اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ھٰذَا بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَ عَبۡدِیۡ وَلِعَبۡدِیۡ مَا سَأَلَ یہ میرے اور میرے ایمان والے بندے کے درمیان ہے، اور میرا بندہ جو مجھ سے مانگ رہا ہے وہ اس کو ملے گا، اور جب بندہ کہتا ہے، اِھۡدِنَــــا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ أَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ہم کو سیدھی راہ چلا، ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ کہ ان لوگوں کی راہ جن پر آپ کا غضب ہوا اور وہ گمراہ ہوئے، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرا بندہ جو کچھ مانگ رہا ہے وہ اس کو ملے گا۔[1] یہ ہے سورۃ فاتحہ جو ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے۔

عرش الٰہی کا خزانہ: اور یہ اللہ عز اسمہ کا خاص انعام ہے جو عرش الٰہی کے خزانوں میں سے امت محمدیہ کو عطا فرمایا گیا ہے، حدیث پاک میں ہے:

اُعۡطِیۡتُ فَاتِحَۃَ الۡکِتَابِ مِنۡ تَحۡتِ الۡعَرۡشِ۔[2]

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ فاتحہ مجھے عرش الٰہی کے خزانوں میں سے عطا ہوئی ہے۔

سورۃ فاتحہ کے نزول میں علماء کے مختلف اقوال: اسی لئے اس کے نزول میں بھی اختلاف ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی؟ اس سلسلے میں علمائے مفسرین کے چار قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ مکی ہے، اور دلیل اس کی یہ ہے کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَ الۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ۔[3]

---

(۱) مسلم شریف ج: ۱، ص: ۱۷۰ باب وجوب قراۃ الفاتحۃ۔

(۲) تحفۃ الذاکرین للامام النووی ص: ۲۶۴، کنز العمال ج: ۱، ص: ۵۵۹

(۳) سورۃ حجر آیت: ۸۷

ترجمہ: اور ہم نے تجھ کو سات آیتیں وظیفہ اور بڑے درجہ کا قرآن دیا ہے۔

یہ آیت سورۂ حجر کی اور سورۂ حجر مکی ہے، اور اس میں سورۂ فاتحہ کے انعام واحسان کو جتلایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ مکہ میں سورۂ حجر سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اور اس چھوٹی سی سورت کو قرآن عظیم (بڑا قرآن) فرمانا درجہ اور فضیلت کے اعتبار سے ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِہٖ مَا اُنْزِلَتْ فِی التَّوْرَاۃِ، وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ، وَلَا فِی الْفُرْقَانِ مِثْلُھَا وَاِنَّھَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ[1]

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس جیسی سورت نہ توریت میں ہے، نہ زبور میں، نہ انجیل میں، اور نہ ہی قرآن کریم میں ہے، بلا شبہ یہ سات آیتیں وظیفہ اور قرآن عظیم ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مدنی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آدھی مکی ہے، اور آدھی مدنی ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ دو مرتبہ نازل ہوئی ایک مرتبہ مکہ میں نازل ہوئی، اور ایک مرتبہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

اور جار اللہ زمخشری نے کہا ہے کہ یہ عرشی ہے فرشی نہیں ہے۔[2]

سب سے پہلی وحی جو نازل ہوئی: یہاں یہ بات بھی قابل عرض ہے کہ سب

---

(۱) ترمذی شریف ج:۲، ص:۱۱۵، وقال ھذا حدیث حسن صحیح، مشکوۃ ص:۱۸۷

(۲) تفسیر کشاف ج:۱، ص:۲

سے پہلی وحی کون سی ہے؟ بعض روایات میں ہے کہ سب سے اول سورۂ فاتحہ نازل ہوئی، اور دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ اقرأ کی ابتدائی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں، رواتیوں میں آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۴۱ر سال کی ہوئی تو آپ کو مجمعوں (بھیڑ بھاڑ) سے وحشت ہونے لگی۔ اور آپ خلوت پسند ہوگئے، اور مکہ کے قریب ایک غار (حراء) میں جا کر عبادت کرنے لگے[1]

غارحرامیں آپ کی عبادت کیا تھی؟

مگر سوال یہ ہوگا کہ اس زمانے میں آپ کی عبادت کیا تھی؟

اس کا جواب تو یہ ہے کہ، آپ کی عبادت تفکر تھا کہ اللہ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے قائم فرمایا، اور زمین کو پانی پر بچھایا وغیرہ وغیرہ، یہ فکر کرنا قرب کا باعث ہے، حدیث پاک میں ارشاد عالی ہے کہ اللہ کی مخلوقات میں غور کرو اور اس کی ذات میں غور نہ کرو۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی مشروع عبادتیں آپ کا وظیفہ تھا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کی کوئی خاص عبادت نہ تھی۔ بلکہ جو امر مشروع بھی شرائع سابقہ میں سے آپ کو معلوم ہوجاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو اختیار فرمالیا کرتے تھے، خواہ وہ سنت ابراہیمی سے ثابت ہوتا، یا حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی شریعت سے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ شرع محمدی میں جو احکام آئندہ نازل ہونے والے تھے وہ آپ کے قلب مبارک میں ڈال دیئے جاتے تھے، آپ انہیں کے مطابق عمل کرتے تھے[2]

اسی لئے جیسا کہ رواتیوں میں آتا ہے کہ چھ ماہ ایسے گزرے ہیں کہ آپ کو سچے

(۱) مشکوٰۃ شریف ص: ۵۲۱

(۲) رد المحتار ج: ۱، ص: ۱۹۸، ج: ۲، ص: ۳ مطبوعہ مکتبہ زکریا بک ڈپو دیوبند

خواب دکھائے جاتے تھے، جن کی تعبیر صبح کے اجالے کی طرح بالکل صاف اور سچی ہوتی تھی،[1] اسی لئے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ فرمایا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کی نبوت تئیس سال سے ہے، اور اس کا دوگنا چھیالیس ہے، اور چھ ماہ سچے خواب میں گزرے۔ اسی لئے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔[2] پس جب عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہوگئے، تو رمضان کے اخیر عشرے میں حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سبز رومال لئے ہوئے تشریف لائے، اور اس کے اوپر کچھ لکھا ہوا تھا، اس کو دکھا کر حضرت جبرئیل نے فرمایا:

اِقْرأ.............................. پڑھئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَاأنَا بِقَارِیٔ.............................. میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

فرشتے نے سینے سے چمٹا کر زور سے دبایا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسینہ پسینہ ہوگئے، پھر چھوڑ دیا، اور کہا:

اِقْرأ.............................. پڑھئے۔

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، فرشتے نے پھر دوبارہ زور سے دبایا یہاں تک کہ آپ پسینہ پسینہ ہوگئے، پھر چھوڑ دیا، اور کہا:

اِقْرأ.............................. پڑھئے۔

(۱) اوّل ما بدیٔ به رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من الوحی الرؤیا الصادقة فی النوم فکان لا یری رویا الا جائت مثل فلق الصبح، بخاری ج: ۱، ص: ۲، ترمذی ج: ۲، ص: ۲۰۳

(۲) ورؤیا المسلم جزء من ستة واربعین جزءٍ من النبوة، ترمذی ج: ۲، ص: ۵۳

آپ نے پھر وہی جواب دیا تو فرشتے نے تیسری مرتبہ زور سے دبایا یہاں تک کہ آپ پھر پسینہ پسینہ ہوگئے، پھر فرشتے نے آپ کو چھوڑ دیا اور کہا:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ [۱]

ترجمہ: اپنے رب کے نام سے پڑھئے، جو سب کا بنانے والا ہے، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے بنایا، پڑھئے! اور آپ کا رب بہت کریم ہے، جس نے قلم سے علم سکھایا، اور انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

سب سے اول وحی جو آپ پر نازل ہوئی وہ یہی پانچ آیات ہیں، اور بعض روایات سے جو معلوم ہوتا ہے کہ سب سے اول سورۂ فاتحہ نازل ہوئی تو دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ سب سے پہلے مکمل طور پر جو سورت نازل ہوئی وہ سورۂ فاتحہ ہے، اگرچہ اس سے پہلے سورۂ اقرأ، مزمل، مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہو چکی تھیں۔[۲]

بہرکیف! سورۂ فاتحہ خداوند قدوس کا خاص عطیہ ہے، جو نماز میں پڑھی جاتی ہے۔

رکوع کی حقیقت وفضیلت: اور رکوع میں جب بندہ جھک گیا اور کہہ رہا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم میرے پالنے والا پاک ہے جو سب سے بڑا ہے، اور پھر سر اٹھا کر امام کہتا ہے، سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اللہ نے اس بندے کی بات سن لی جس نے اس کی تعریف کی، پھر خوشی میں مقتدی کہتا ہے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد اے ہمارے رب! آپ ہی کے لئے تعریف ہے کہ آپ نے ہماری درخواست کو رد نہیں کیا بلکہ قبول فرمالیا۔

تحمید کے چار منقول طریقے: اور تحمید کے چار طریقے ہیں:

(۱) بخاری شریف ج: ۱، ص: ۳

(۲) معارف القرآن ج: ۱، ص: ۷۰

(۱) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَ لَکَ الحَمْدُ.

(۲) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمْدُ.

(۳) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَ لَکَ الحَمْدُ.

(۴) رَبَّنَا وَ لَکَ الحَمْدُ[1].

ان میں افضلیت بھی ترتیب کے اعتبار سے ہے، چنانچہ سب سے زیادہ افضل پہلی تحمید کا کہنا ہے پھر اسی طرح اخیر تک۔

رکوع سے اٹھ کر پڑھی جانے والی دعا: اور سنتوں اور نفلوں میں اس کے ساتھ اور بھی الفاظ پڑھے جاسکتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے: رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھا رہے ہیں۔ رکوع سے سر اٹھاتے ہیں **سمع اللّٰہ لمن حمدہ** کہا۔ صحابہ نے **ربنا لک الحمد** کہا، ایک صحابی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے **رَبَّنا ولک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یُحبُّ رَبُّنا ویَرضی** نماز سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنِ المُتکلم بِھٰذہ الکلمات؟ ان کلمات کا کہنے والا کون ہے؟

صحابہ سہم گئے ڈر گئے کہ شاید ناگوار خاطر بات ہوئی ہے۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ جی میری زبان سے نکل گئے، فرمایا تمیں فرشتے اس پاک کلمے کے اجر و ثواب کو لکھنے کے لئے دوڑے، مگر اس کا ثواب لکھنے پر قادر نہ ہوسکے۔[2] پوری نماز کی فضیلت اور اجر و ثواب کو تو کون بیان کرسکتا ہے۔ نماز کے ایک کلمہ کا اتنا ثواب ہے۔

---

(۱) ویکتفی (بالتحمید المؤتم) وافضلہ اللھم ربنا ولک الحمد، ثم حذف الواو، ثم حذف اللھم فقط، وفی الشامیۃ: وبقی رابعۃ وھی حذفھما، والاربعۃ فی الافضلیۃ علی ھذا الترتیب کما افادہ بالعطف بثم، ردالمحتار ج:۲، ص:۲۰۱.

(۲) مسند احمد ج:۳، ص:۱۹

نماز کے لئے اٹھائے جانے والے قدموں کا ثواب: نماز کے لئے مسجد کی طرف چلنے میں جو قدم اٹھائے گئے، ہمیں تو خبر بھی نہیں کہ کتنے قدم اٹھائے ہیں، مگر کراما کاتبین نے ایک ایک قدم لکھا ہے، اور ایک ایک قدم پر ایک ایک نیکی درج کی ہے، اور ایک ایک گناہ معاف کیا ہے، اور ایک ایک درجہ بلند ہوا ہے۔

حدیث پاک میں ایک واقعہ منقول ہے، کہ عوالی مدینہ میں مسجد نبوی سے تقریباً ڈھائی تین کلومیٹر کے فاصلے پر بعض صحابہ رہتے تھے، پانچوں وقت مسجد میں حاضر ہوتے تھے، بڑے بوڑھے تو اپنے ضعف کی وجہ سے ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے آتے تھے، اور بس عشاء پڑھ کر واپس ہوتے تھے، کہ بھائی چلنا پھرنا ہمارے بس کا نہیں، نوجوان ایک آدھ چکر بیچ میں گھر کا بھی لگا لیتے تھے، مسجد نبوی کے قریب کچھ مکانات خالی ہوئے تو انہوں نے مشورہ کیا کہ اگر رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں اجازت مرحمت فرمادیں تو ہم ان مکانوں میں منتقل ہو جائیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو ان سے ارشاد فرمایا:

اِنَّہ بلغنی اِنکم تریدون ان تنتقلوا قُربَ المسجد؟

ترجمہ: مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟

عرض کیا:

نَعَمْ! یَا رَسُولَ اللّٰہِ! قد اَرَدْنَا ذٰلک.

جی ہاں! اے اللہ کے رسول ہم نے اس کا ارادہ کیا ہے۔

ارشاد فرمایا:

یَابَنِی سلمۃَ! دِیارکم تکتب اٰثارکم.

اے سلمہ کی اولاد! تمہارے گھروں کی دوری کی وجہ سے تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جتنے تم قدم اٹھاتے ہواتنی ہی نیکیاں تمہارے اعمال نامے میں وہاں درج ہوجاتی ہیں، اتنے ہی تمہارے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔[1] انہوں نے کہا بس جی پھر تو ہم وہیں رہیں گے، اور پانچوں وقت وہیں سے حاضر ہوتے رہیں گے۔

جمعہ کی نماز کے لئے چلنے کا ثواب: اور جمعہ کی نماز کے لئے جو قدم اٹھائے جاتے ہیں ابوداؤد کی روایت کے مطابق ایک ایک قدم پر ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب دن کے روزہ رکھنے کا اور رات کو جاگنے کا اعمال نامے میں لکھا جاتا ہے۔[2]

اور مسند سعید بن منصور کی روایت کے مطابق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایک ایک قدم پر بیس بیس سال کی عبادت کا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔[3]

نماز جمعہ پڑھنے والے اشخاص تین قسم کے ہیں: مگر حدیث پاک میں جمعہ پڑھنے والے تین قسم کے لوگ بتلائے گئے ہیں، ایک تو وہ ہیں کہ مسجد میں آئے تھے اور مسجد میں آکر انہوں نے بات چیت شروع کردی کہ بھائی! میل چالو ہوگیا تمہارے یہاں؟ ہاں جی میل چالو ہوگیا وہ بے چارہ مسجد سے یہی لے کر جارہا ہے۔

---

(۱) معناہ الزموا دیارکم فانکم اذا الزمتموھا کتبت آثارکم وخطاکم الکثیرۃ الی المسجد، وبنو سلمۃ بکسر اللام قبیلۃ معروفۃ من الانصار، مسلم مع فتح الملھم ج: ۱، ص: ۲۳۵، مشکوۃ ص: ۶۸

(۲) من غسل یوم الجمعۃ واغتسل، ثم بکروا بتکرر ومشیٰ ولم یرکب، ودنا من الامام واستمع ولم یلغ کان لہ بکل خطوۃ عمل سنۃ اجر صیامھا وقیامھا، نور اللمعۃ فی خصائص الجمعۃ للسیوطی ص: ۱۹۹.

(۳) من حدیث ابی بکر الصدیق، واذا اخذ المشی الی الجمعۃ کان لہ بکل خطوۃ عمل عشرین سنۃ، نور اللمعۃ فی خصائص الجمعۃ، للسیوطی ص: ۱۹۹.

دوسرے وہ لوگ ہیں کہ ان کو نماز کے لئے بلایا جاتا تھا مگر وہ نہیں آتے تھے، لیکن کوئی مقدمہ پیچھے لگ گیا، جھوٹا کیس ان کے اوپر چل گیا، وہ بے چارے سب سے پہلے مسجد میں آکر بیٹھ گئے ہیں اور جہاں نماز کا سلام پھیرا گیا انہوں نے فوراً اعلان کیا کہ بھائی میرے لئے دعا کرنا میں جھوٹے کیس میں پھنس گیا ہوں، حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اس کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے چاہے اس کی دعا قبول کرے یا رد کرے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جس وقت اس پر عیش کا دور تھا، اس کو نماز کے لئے بلایا جاتا تھا، جماعت والے اس کی منت اور سماجت کرتے تھے، تو یہ مسجد میں آنے کے لئے تیار نہ تھا، اور اب جو مصیبت پڑی ہے تو سب سے پہلے مسجد میں آرہا ہے۔

تیسرے وہ شخص ہے جو مسجد میں آیا ہے، اور اس آنے والے نے کسی کو کوئی اذیت اور تکلیف نہیں پہنچائی، اور وہاں آکر دنیا کی کوئی بات نہیں کی، اللہ کے ذکر عالی میں مشغول رہا تو اس کے لئے اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک اور اگلے جمعہ تک نہیں بلکہ مزید تین دن کے گناہوں کی مغفرت کا فیصلہ ہو جاتا ہے، یہ ہے اصل میں جمعہ پڑھنے والا۔[1]

پانچ نمازیں امت محمدیہ کی خصوصیت: بہر کیف! میں عرض کر رہا تھا کہ پانچ نمازیں جو اللہ عزاسمہ نے امت محمدیہ پر فرض کی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کی امت پر بھی پانچ وقت کی نمازیں فرض نہ تھیں، حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جن کی شریعت شریعت محمدیہ سے بہت احکام میں مطابق ہے کہ ان پر ایک وقت کی نماز فرض تھی، مگر

(۱) یحضر الجمعة ثلثة نفر فرجل حضرها یلغو فذالک حظه منها، ورجل حضرها بدعاء فهو رجل دعا الله، ان شاء اعطاه وان شاء منعه، ورجل حضرها بانصات وسکون ولم یتخط رقبة مسلم ولم یوذ احداً فهي الى الجمعة التي تليها وزيادة ثلثة ايام، وذلک بان الله يقول: من جاء بالحسنة فله عشر امثالها، ابوداؤد ج: ۱، کتاب الجمعة، مشکوٰة ص: ۱۲۳ .

پانچ نمازیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فرض ہوئی ہیں[1]

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نماز کا تذکرہ: اللہ عز اسمہ نے بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نماز مرحمت فرمائی، جس کا تذکرہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے، مثلاً حضرت نوح، حضرت ابراہیم، اور حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی نماز کے تذکرہ میں ہے:

فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا.[2]

ترجمہ: پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا، اور مزوں (عیش وآرام) کے پیچھے پڑ گئے، سو وہ عنقریب خرابی دیکھیں گے۔

اور حضرت اسماعیل کی نماز کے تذکرہ میں ہے:

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا.[3]

ترجمہ: اور (حضرت اسماعیل) اپنے متعلقین کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے رہتے تھے، اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

اور حضرت سلیمان کی نماز کے تذکرے میں ہے:

إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّي حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.[4]

---

(۱) ولم تخل عنها شريعة مرسل ، وفي الشامية: اى عن اصل الصلاة، قيل الصبح صلاة آدم، والظهر لداؤد، والعصر، لسليمان، والمغرب ليعقوب، والعشاء ليونس، عليهم السلام وجمعت في هذه الامة ، وقيل غير ذلك. شامي مثل بيروت: ج: ۲، ص: ۳

(۲) سورۂ مریم آیت: ۵۹

(۳) سورۂ مریم آیت: ۵۵

(۴) سورۂ ص: آیت: ۳۱-۳۲

ترجمہ: جب کہ شام کے وقت ان کے روبرو اصیل عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے کہ میں اس مال کی محبت میں اپنے رب کی یاد (یعنی نماز) سے غافل ہو گیا۔

غرض یہ کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ فرشتوں اور پرندوں کو بھی حق تعالیٰ نے نماز مرحمت فرمائی ہے۔

امت محمدیہ کی نماز کل مخلوقات کی نماز کا مجموعہ ہے: اور سب سے آخر میں اللہ عزاسمہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہ نماز جو سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں اور ساری مخلوق کو عطا فرمائی گئی تھی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔

آپ نے اپنی نماز امت کو عطا فرمائی: اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والی نماز امت کو مرحمت فرمائی، حدیث پاک میں ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي[1]

ترجمہ: نماز پڑھو جیسا کہ تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

روزہ آپ کا مخصوص تھا: روزہ یہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مخصوص تھا، آپ کئی کئی دن روزہ افطار نہیں فرماتے تھے، صحابہ کرام نے روزے میں آپ کا اتباع کرنا چاہا، آپ نے یہ کہہ کر منع فرما دیا:

أَيُّكُمْ مِثْلِي؟ تم میں کون میرے مثل ہو سکتا ہے؟ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي مجھے تو میرے رب کریم کھلا دیتے ہیں، اور پلا دیتے ہیں۔[2]

(۱) مسند احمد ج:۳، ص:۲۳۶، بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبهائم

(۲) مشکوٰۃ ص:۱۷۵، ترمذی ج:۱، ص:۱۶۳

لیکن وہ ہی دی گئی ہے جو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرحمت فرمائی گئی تھی، اور ایسی نماز جیسی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی کسی کی بھی نہیں ہو سکتی۔

نماز میں مجرم اقراری بننے کا حکم: اسی لئے حکم ہوا ہے کہ نماز کے اندر مجرم اقراری بن جاؤ، کہ اے رب کریم! نہ تو ہمارا قبلے کی طرف پورے طریقے سے رخ ہے، نہ ہمارا جسم پاک ہے، نہ ہی ہمارے کپڑے پاک ہیں، نہ ہی ہم نے سچے دل سے اللہ اکبر کہا ہے، نہ کسی چیز کی بڑائی ہمارے دل سے نکلی ہے، ایک نہیں سینکڑوں جرم ہم اس وقت کر رہے ہیں پس آپ سے ان تمام جرائم کی معافی کی درخواست ہے۔

حدیث پاک میں ہے صدیق اکبرؓ نے عرض کیا:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! عَلِّمْنِیْ دُعَاءً اَدْعُوبِہٖ فِیْ صَلٰوتِیْ.

اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی دعا سکھلا دیجئے جس کو میں اپنی نماز میں پڑھ لیا کروں؟ ارشاد فرمایا: یہ دعا پڑھا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ.

نماز میں مجرم اقراری بننے کی حقیقت: پس وہ ظلم کیا ہے جس کا اس دعا میں اقرار کر لیا گیا ہے؟ وہ ظلم یہی ہے کہ ہم نے تکبیر تحریمہ کہہ کر اللہ کی کبریائی زبان سے اعلان تو کر دیا مگر کسی چیز کی بڑائی ہمارے دل سے نہیں نکلی، روپے پیسے کی بڑائی ہمارے دل میں ہے، دنیاداروں کے عہدوں اور منصوبوں کی بڑائی ہمارے دل میں ہے، ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ فلانے ایم پی اور نیتا صاحب بھی ہمارا کام بنا دیں گے، غرض یہ کہ ہر چیز کی بڑائی ہمارے دل میں ہے ہم اس سے پاک نہیں ہوئے تو اسی طرح کے تمام جرموں سے معافی مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے، اور

(۱) ترمذی شریف ج:۲، ص:۱۹۲، مشکوٰۃ ص:۸۷

جب صدیق اکبرؓ کو بھی اس کا حکم ہے، تو پھر ہماری کیا حیثیت اور کیا مجال کہ ہم جرم کا اعتراف نہ کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیائے سابقین اور جملہ مخلوقات کو جو نماز مرحمت فرمائی گئی تھی وہ آپ کو مرحمت فرمائی گئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی نماز امت کو عطا فرمائی۔

امت محمدیہ کی نماز امام والی نماز ہے: اور امت محمدیہ کی نماز کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ شب معراج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نماز مرحمت فرمائی گئی تھی وہ امام والی نماز تھی، امامت کا درجہ مرحمت فرما کر اس کا اظہار فرمایا گیا تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام بنے اور جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مقتدی بنے۔

امام اور مقتدی کی نماز کا فرق: اور امام اور مقتدی کی نماز میں پچاسوں جگہ فرق ہے، مثلاً امام کے لئے امامت کی نیت کا کرنا ضروری نہیں، امامت کی نیت کرے گا تو اجر وثواب ملے گا، ورنہ امام اور مقتدی سب کی نماز ہو جائے گی، اور مقتدی کے لئے اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے۔[1] امام کے لئے تعوذ کا پڑھنا مستحب ہے، اور تسمیہ پڑھنا سنت ہے۔[2] اور امام کے لئے قرأت کا کرنا فرض ہے، اور مقتدی کے لئے خاموش رہنا واجب ہے۔[3] امام رکوع سے سر اٹھا کر

---

(۱) وشروط صحة الاقتداء اربعة عشر اشياء تقريباً نية المقتدى نية المقتدى المتابعة مقارنة لتحريمة واما نية الامامة فليست بشرط الافي حق النساء اھ طحطاوی مع المراقي ص:۱۵۸۔

(۲) واما من يسن في حقه التعوذ: فهو الامام، والمنفرد، دون المقتدى في قول ابي حنيفة ومحمد، بدائع ج: ۱، ص: ۴۷۳۔

(۳) ولا يقرء المؤتم بل يستمع حال جهر الامام وينصت حال اسراره واتفق الامام الاعظم واصحابه والامام مالک والامام احمد بن حنبل على صحة صلاة المأموم من غير قرائته شيئاً، وان قرأ المأموم الفاتحة او غيرها كره ذلك تحريماً لنفي اھ مراقي الفلاح: ۱۲۳۔

سمع اللّٰہ لمن حمدہ پڑھے گا اور مقتدی ربنا ولک الحمد[1] امام کا مقتدی سے آگے ہونا ضروری ہے، مقتدی اگر امام سے آگے سرک جائے گا تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی[2]

غرض یہ کہ امت محمدیہ کی نماز امام والی نماز ہے، اور کل مخلوقات کی نماز کا مجموعہ ہے، اور پہلے انبیاء کی نماز اس نماز کا جزو تھی، اسی لئے قیامت کے قریب جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں گے تو پہلے مقتدی بن کر نماز پڑھیں گے۔

حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ اِبْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکم منکم.

کتنا بابرکت زمانہ ہوگا جب کہ ابن مریم تم میں نزول فرمائیں گے۔ اور امام تمہیں میں کا ہوگا۔

علمائے حدیث نے بیان فرمایا ہے کہ جامع اموی جو دمشق (ملک شام) میں بڑی عظیم الشان مسجد ہے اس میں عصر کی نماز تیار ہوگی، مکبر تکبیر کہہ رہا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چوتھے آسمان سے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تشریف لائیں گے، مسجد کے شرقی مینارے پر فرشتے ان کو بٹھا کر چلے جائیں گے اور سیڑھی لگائی جائے گی، سیڑھی کے ذریعہ نیچے تشریف لائیں گے، حضرت مہدی مصلیٰ پر تشریف فرما ہوں گے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے دونوں ہاتھوں سے ان کو آگے بڑھادیں گے، اور حضرت مہدی ہی نماز پڑھائیں گے۔

---

(۱) فیجمع بین التسمیع والتحمید لو کان اماما ھذا قولھما وھو روایۃ عن الامام او منفرداً والمقتدی یکتفی بالتحمید اھ مراقی ص: ۱۵۴.

(۲) وتقدم الامام بعقبہ عن عقب الماموم حتی لو تقدم اصابعہ لطول قدمہ لا یعتبر اھ مراقی ص: ۱۵۸.

حضرت مہدی کے امام بننے کی حکمت: اس میں کیا مصلحت ہے، حالانکہ شرعی حکم یہ ہے کہ تم میں جو افضل ہو وہ نماز پڑھائے[1] اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی نہیں بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام حضرت مہدی سے افضل ہیں، تو حضرت عیسیٰ امامت کیوں نہیں فرمائیں گے؟ اس کی وجہ علماء نے بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نماز رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کا ایک جزء ہے، اس لئے امامت نہیں فرمائیں گے کہ کہیں امتیوں کو یہ تشویش نہ ہو کہ کونسی نماز پڑھائیں گے؟ اپنے والی پڑھائیں گے یا امت محمدیہ والی، اقتداء میں نماز پڑھ کر عملی طور سے سب کو بتلادیں گے کہ میں شریعت محمدیہ کا تابع بن کر آیا ہوں۔[2]

بہرکیف! تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز بڑی دولت ہے، اس میں ابتداء سے لے کر انتہا تک حق تعالیٰ کے وہ انعامات ہیں کہ جن کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا جاسکتا، مگر یہ سب قدر کرنے والوں کے لئے ہے، ابتداء میں جو حدیث میں نے پڑھی تھی اس کا ایک مرتبہ اور ترجمہ کئے دیتا ہوں۔

پانچوں وقت کی نمازیں، اور جمعہ کی نماز اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اور رمضان المبارک کا روزہ ایک رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک بیچ کے گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتے ہیں، اور بیچ کے گناہوں کے لئے صرف اور پاؤڈر کا کام دیتے ہیں، جیسا کہ میلا کپڑا جس کے اوپر داغ دھبے لگے ہوئے ہوں، اس کو صرف [واشنگ پاؤڈر] سے دھویا جائے، تو وہ صاف وشفاف ہوجاتا ہے، اسی طریقے سے یہ تین چیزیں حق تعالیٰ نے ہمیں

---

(۱) اذا لم یکن بین الحاضرین صاحب منزل ولا ذو سلطان فا لاعلم احق بالامامة ثم الأقرأ ثم الأورع ثم الأسن، الی آخره، مراقی ص: ۱۶۳۔

(۲) وقیل معناه انه یحکم بینکم بسنة نبیکم لا بالانجیل، کذا فی اللمعات، حاشیه مشکوٰة ص: ۴۸۰

گناہوں کو دھونے والی عطا فرمائی ہیں۔

مگر یہ قدر کرنے والوں کے لئے ہے، اور اس کی قدر دانی یہ ہے کہ جو کچھ سنا ہے اس پر عمل کیا جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور اعمال صالحہ کی رغبت عطا فرمائے۔

آخِرُ دَعوانَا اَنِ الحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلمین وَصَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنا وَمَولانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعین، بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحمین.

مَنْ جَاءَ الموتُ وَھو یَطْلُب العلم لیُحیي به الاسلام فَبَینه وَبَین النَّبِیِّین دَرَجَة وَاحدۃٌ فی الجنَّة.

علم کیسے حاصل کیا جاتا ہے؟

وعظ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب

کاندھلوی مدظلہ العالی

عرض واقعی

مورخہ ۲۹/۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۵/۶، اپریل ۲۰۰۰ء بروز بدھ و جمعرات کو دارالعلوم دیوبند کے ارباب بست وکشا وعلماء وفضلاء اور اکابر کی دعوت پر غلہ اسکیم کے عنوان سے ہونے والے اجلاس میں حضرت والا تشریف لے گئے تھے، حضرت والا نے تقریباً سوا گھنٹہ بیان فرمایا۔ اور راہ علم میں پیش آنے والی مشقت اور تحصیل علم کے لئے اکابر اور بزرگان دین کی بے مثال قربانی، قوت حافظہ کے چند رہنما اصول اور دوسرے متعلقات علم کے موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی، عمومی افادے کے پیش نظر اب اس کو شائع کیا جارہا ہے، اصل تقریر پر حضرت والا نے بعض مضامین کا اضافہ بھی فرمایا ہے، اور بار بار سن کر مضامین کی تصحیح و تنقیح کرائی ہے، رب کریم دوسرے خطبات کی طرح اس وعظ کو بھی نافع بنائے۔ والسلام

محمد ناصر عفی عنہ تاؤلوی

۱۲/ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بعد!
عَنْ سَیْفٍ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ سَیِّدِنَا الخالدبنِ الولید رَضِیَ اللّٰہُ
تعالٰی عنہ وَاَرْضَاہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ
وسلم، فَقَالَ یَانَبِیَّ اللّٰہِ! اِنِّیْ سَائِلُکَ عَمَّا بَدَالَکَ،فَقَالَ یَانَبِیَّ
اللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَعْلَمَ النَّاسِ، قَالَ: اِتَّقِ اللّٰہَ تعالٰی تَکُنْ
اَعْلَمَ النَّاسِ. اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ[1]

حدیثِ دل یا پیشِ گفتار: میرے محترم بزرگو! اور میرے پیارے عزیز دوستو! میں انتہائی ندامت اور شرمندگی کے ساتھ اپنے بزرگوں کے ارشادِ عالی کی تعمیل میں اس جگہ پر بیٹھ گیا ہوں، ورنہ میں تو اس قابل بھی نہیں کہ جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں وہاں بھی بیٹھ سکوں، اور مجھے حکم ہوا کہ میں آپ کے سامنے اپنا سبق دہراؤں، میری ہمیشہ یہاں حاضری کی نیت رہی، لیکن مجھے ہمیشہ یہی ڈر لگتا رہا کہ اگر حاضری ہوئی اور کسی نے حکم دیا کہ اپنا سبق سنا تو میں کیا سناؤں گا۔

مجھے تو اب کچھ یاد بھی نہیں رہا، اور ضعف اور بڑھاپے کی بنا پر میرے لئے بولنا بھی مشکل اور دشوار ہو گیا ہے، مگر میرے دوستو! بزرگوں کے حکم عالی کی تعمیل میں جیسا کہ یہاں پر بیٹھ گیا

(۱) کنز العمال ج:۱۶، ص:۱۲۷

ہوں ایسے ہی اس وقت ایک بہت لمبی حدیث پاک کا ابتدائی ٹکڑا میں نے آپ کے سامنے پڑھا۔

مگر چونکہ اس جلسے کی غرض کچھ اور ہے، اس بنا پر شاید زیادہ وقت نہ مل سکے، میں اس حدیث پاک کے اس ایک جملہ کی بھی وضاحت نہیں کرسکوں گا جو میں نے پڑھا، بلکہ صرف اس کی سند کے بارے میں آپ کے سامنے مجھے عرض کرنا ہے۔

جلال سیوطی، مختصر تعارف: ایک مشہور عالم ہیں، جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ جو تصانیف کے اعتبار سے صف اول کے علماء و محدثین میں شمار کیے جاتے ہیں، اور ان کی کثیر تعداد میں تصانیف ہیں، اللہ عزاسمہ نے ان کے قلم کے اندر وہ زور رکھا تھا کہ ہر موضوع پر اور ہر فن میں انہوں نے کتابیں تصنیف فرمائیں۔

علامہ سیوطی کا جمع احادیث کا ارادہ: انہوں نے ارادہ کیا کہ ایک ایسی کتاب لکھوں جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جتنے اقوال اور آثار ہیں، سب ایک جگہ جمع ہو جائیں، خواہ سند کے اعتبار سے کسی بھی درجہ کے ہوں، آنے والے علماء کھرے کھوٹے، صحیح اور غلط کی تحقیق اور وضاحت فرماتے رہیں گے۔

ایک مرتبہ ایک مجموعے کے اندر وہ سارے کے سارے جمع ہو جائیں۔

جمع احادیث کے ارادے پر بشارت نبوی: یہ ارادہ فرما کر جو کتابیں جلال الدین سیوطی کے کتب خانہ میں تھیں ان میں سے کچھ احادیث منتخب فرما کر ایک مسودہ تیار فرمالیا کہ خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور خواب ہی میں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے اس ارادے کا تذکرہ کیا کہ یارسول اللہ! میرا یہ ارادہ ہے کہ آپ کے جملہ ارشادات عالیہ اور صحابہ کرام کے جملہ آثار ایک جگہ جمع کروں، اور میں نے

اس کا تھوڑا سا حصہ لکھ بھی لیا ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا:

ھَاتِ یَا شَیخَ الحدیثِ...... اے شیخ الحدیث! وہ مسودہ مجھے بھی دکھلاؤ، علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

هذه البشریٰ عِندِی خَیرٌ مِنَ الدُّنیا بحذافیرھا[1]

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے اپنی زبان مبارک سے شیخ الحدیث فرما دینا پوری دنیا اور پوری دنیا کے مال ومتاع سے بڑھ کر ہے۔

جمع الجوامع کی تبویب بنام کنز العمال: تو علامہ سیوطی نے ایک کتاب جمع فرمائی، جس کا نام جمع الجوامع یا جامع کبیر رکھا، یہ ایک ایسا سمندر تھا کہ اس سے موتیوں کا نکالنا بڑا مشکل تھا، اور اس سے استفادہ کے لئے بڑے وقت کی ضرورت تھی، ہندوستان کے ایک بڑے مشہور عالم علی متقی نے اس کے ابواب قائم فرما دیئے ہیں، اور ایک ایک صحابی کی کسی خاص مضمون سے متعلق جو احادیث ہیں ان کو باب در باب جمع فرمایا ہے، جس کا نام کنز العمال ہے، بڑی اہم کتاب ہے، اس وقت احادیث کی جو کتابیں ہیں ان میں کنز العمال کی بڑی اہمیت ہے، اور اب تک اس کی طباعت کی نوبت نہیں آئی تھی، ابھی تقریباً دس سال قبل اس کی بھی طباعت ہوگئی ہے۔

---

(۱) رایت فی المنام لیلة الخمیس، ثامن شهر ربیع الاول سنة ۹۰۴ هجریة کانی بین یدی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فذکرت له کتابا شرعت فی تالیفه فی الحدیث وهو جمع الجوامع او الجامع الکبیر فقلت: اقرأ علیک شیئا منه؟ فقال لی: هات یا شیخ الحدیث! فکانت هذه بشارة عندی اعظم من الدنیا بحذافیرها. [جامع الاحادیث للسیوطی ج: ۱، ص: ۱۱]

مفتی الٰہی بخش صاحب نور اللہ مرقدہ کے باقیات یعنی ذخیرۂ کتب میں موجود جمع الجوامع کے صفحۂ اول پر حضرت مفتی صاحب نے اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا ہے کہ میں نے علی متقی کی نوشتہ تحریر میں یہ خواب پڑھا ہے۔

کنز العمال کی سولہویں جلد ص: ۲۷، ۲۹ تقریباً ڈھائی صفحے پر یہ حدیث پھیلی ہوئی ہے، مگر پوری حدیث کے بارے میں مجھے زیادہ وضاحت نہیں کرنی ہے، مجھے صرف اس کے ٹکڑے کے بارے میں کچھ بیان کرنا ہے۔

جلال سیوطی فرماتے ہیں کہ میں نے شمس الدین قماح کی بیاض حدیث میں یہ واقعہ ان کے دست مبارک سے لکھا ہوا پڑھا، ان کی جو حدیث درج کرنے کی کاپی تھی، اس میں یہ واقعہ تحریر ہے۔

حدیث پاک کا اصل حق: اور میں کہا کرتا ہوں کہ نوٹ بک میں، بیاض میں، اگر کسی نے یہ حدیث پاک نقل بھی کر لی تو اس کا حق ادا نہیں ہوگا، اور اگر کسی شخص نے پنے کی تختی پر (پنا جو ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے) ہیرے کے قلم سے بھی لکھ لی تب بھی اس کا حق ادا نہیں ہوگا، اس کا حق تو یہ ہے کہ یقین کے قلم سے دل کے اوپر اس حدیث پاک کو لکھا جائے۔

تو میں نے بیاض حدیث میں پڑھا کہ ابو العباس مستغفری، محدث ابو حامد مصری کی خدمت میں مصر حاضر ہوئے، اور درخواست کی کہ میں حدیث کی سماعت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اور خصوصیت سے وہ حدیث سننا چاہتا ہوں جس کے راوی حضرت خالد بن ولیدؓ ہیں۔

حضرت خالدؓ، ایک تعارف: حضرت خالدؓ کی شجاعت اور دلیری کے کارنامے اسلامی تاریخ میں رہتی دنیا تک باقی رہیں گے، اور آج بھی ان کے کارنامے پڑھ کر اسلامی روح تازہ ہو جاتی ہے، اور رگ و ریشے میں اسلامی خون دوڑنے لگتا ہے، اور کفار ان کے نام سے کانپ جاتے ہیں، جنگ موتہ کے موقعہ پر دربار رسالت سے آپ کو "سیف اللہ" کا خطاب ملا تھا، جس میں مسلمانوں کے تین بڑے سپہ سالار زید بن حارثہؓ، حضرت جعفر طیارؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ شہید ہوئے تھے، اور ان تینوں کی شہادت کے بعد جب آپ کو لشکر اسلام کی سپہ سالاری ملی تو

آپ نے اس حسن تدبیر سے لشکر کو ترتیب دے کر مقابلہ کیا کہ دشمن کو پسپا ہونا پڑا،[1] اور جنگ اگرچہ فیصلہ کن نہیں ہوسکی لیکن رومیوں کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت بیٹھ گئی، یہ ہیں حضرت خالدؓ، ان کی مرویات کتب حدیث میں ہیں تو ضرور، مگر بہت کم ہیں، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے جس کو علامہ سیوطی نے نقل فرمایا ہے۔

اور ابو العباس مستغفری نے جس کے سننے کی درخواست کی، تو ابو حامد مصری نے سر ہلادیا کہ نہ بھائی اس کا سننا اتنا آسان نہیں، یہ حدیث پاک اگر آپ کو سننی ہے تو ایک سال کے روزے رکھو، تب یہ حدیث سناؤں گا۔

ایک فطری اور عقلی قانون: اور یہ ایک عقلی چیز ہے کہ جب تک کسی چیز کی قیمت کا علم نہیں ہوتا تو انسان اس کی قدر نہیں کرتا، اور جب قیمت کا علم ہوجاتا ہے تو اس کی قدر کرتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے، اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے، بہت سے قیمتی پتھر اور جواہر پہاڑوں میں پڑے رہتے ہیں، کوئی ان کو نہیں جانتا اور نہ ان کی قدر کرتا، کیونکہ ان کی قیمت کا علم اور اندازہ نہیں ہوتا ہے۔

طلباء کے ایک خاص نصیحت: میرے عزیزو! یہ جو سال آپ کا چل رہا ہے اس کی قدر کرلینا، اس کی اہمیت بتلانے ہی کے لئے میں یہاں بیٹھا ہوں، آپ نے جو اپنا گھر بار چھوڑا ہے یہ نہ سمجھنا کہ پریشانی ہوگی، دشواری پیش آئے گی۔

میرے دوستو! محنت ومشقت کے بعد ہی آسانی حاصل ہوتی ہے۔

یہ دین جو ہم تک پہنچا ہے یہ ہمارے اکابر کی محنتوں کا نتیجہ ہے، انہوں نے ایک ایک

---

(۱) اخذ الرواية زيد فاصيب، ثم اخذها جعفر فاصيب، ثم اخذها ابن رواحة فاصيب، ثم اخذها سيف من سيوف الله ففتح الله عليه۔ [بخاری کتاب فضائل الصحابة، فتح الباری ج:۶، ص:۱۰۰، جامع المسانيد والسنن ج:۳، ص:۳۵۳]

حدیث کو حاصل کرنے کے لئے ہزاروں ہزاروں میل اور مہینوں مہینوں کا سفر کیا، اور دنیا کے مال ومتاع اور ہر چیز سے بے نیاز ہو کر انہوں نے حصول علم کے لئے جدوجہد کی۔

حضرت اعمش اور اعور کا واقعہ: عبدالملک بن مروان کے زمانے میں حضرت اعمش [بمعنی چوندھا] کوفہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور ایک عالم اور تھے جن کا لقب تھا اعور [بمعنی بھینگا] ایک مرتبہ حضرت اعمش تشریف لے جارہے تھے، حضرت اعور نے دیکھا تو دوڑے ہوئے آئے اور کسی حدیث کے بارے میں سوال کیا، جب بات پوری ہو گئی تو حضرت اعور بھی ساتھ چل دیئے، حضرت اعمش نے فرمایا کہ ذرا ہٹ کر چلو، لوگ ساتھ چلتے ہوئے دیکھیں گے تو کہیں گے کہ چوندھے اور بھینگے کی جوڑی ہے، دونوں ساتھ چل رہے ہیں خدا ہی خیر کرے۔ حضرت اعور نے عرض کیا: تو کیا ہوا اس میں تو ہمارا ہی فائدہ ہے، بغیر کیے نیکی ملے گی، حضرت اعمش نے فرمایا کہ ایسا فائدہ کس کام کا ہے جس میں دوسرے کا نقصان ہو دوسرے کا نقصان ہو کر ہمارا فائدہ ہو یہ ایمان کی بات نہیں۔

ایمان کا ایک جز: ایمان کی بات کیا ہے؟ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لاَ یومن احدُکُم حتّیٰ یُحبّ لاخیه ما یُحِبُّ لنفسه[1]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص مؤمن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ جس چیز کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے۔

پانچ لاکھ احادیث کا خلاصہ: امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ مجھے پانچ لاکھ احادیث مع سند کے ازبر یاد ہیں، جن میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث میں نے اپنی کتاب سنن ابوداؤد میں تحریر کی ہیں، اور ان تمام احادیث کا نچوڑ چار حدیثیں ہیں۔

(۱) بخاری شریف ج: ۱، ص: ۶

(۱) لَا یُومن احدُکُم حتّی یُحبّ لاخیه ما یُحِبُّ لنفسه[۱]

(۲) اَلحلالُ بَیِّنٌ والحرامُ بَیِّنٌ وبینهما مشتبهات[۲]

ترجمہ: حلال چیز بھی واضح ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان کے درمیان میں کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، آگے حدیث میں ہے کہ جس شخص کو اپنا دین بچانا منظور ہو تو وہ ان مشتبہ چیزوں سے بچے۔

(۳) مِنْ حسن اِسلامِ المرء ترکه مالا یعنیه.[۳]

ترجمہ: انسان کے ایمان اور اسلام کی خوبی کی بات یہ ہے کہ وہ بے فائدہ کام اور کلام کو چھوڑ دے۔

(۴) اِنَّمَا الاَعمَالُ بِالنیات.[۴]

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

محدثین کرام کا ایک خاص معمول: عام طور محدثین کرام اپنی کتابوں کو اسی حدیث سے شروع فرماتے ہیں امام بخاری نے بخاری شریف میں باب باندھا:

بابٌ، کیف کان بدءُ الوحي الیٰ رسولِ اللّٰه صَلَّی اللّٰه علیه وسلم.

ترجمہ: یہ باب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اور اس میں حدیث بیان کی۔

اِنَّـما الأعمال بالنّیات، واِنَّما لِامرِیٔ مَّا نویٰ فمن کانت هجرته الی

---

(۱) بخاری شریف ج: ۱، ص: ۶

(۲) الترغیب والترهیب: الترغیب في الورع وترک الشبهات رقم: ۱، ص: ۳۲۹، ج: ۲

(۳) سنن ابن ماجه : کتاب الفتن : باب کف اللسان في الفتنة رقم: ۳۹۷۶، ص: ۱۱۹، ج: ۵، تحقیق شعیب الارنوط [دار الرسالة العالمیة]

(۴) بستان المحدثین ص: ۱۸

اللّٰـہ ورسولہ فھـجرتـہ الی اللّٰہ ورسولہ و کانت ھجرتہ الیٰ دنیا یصیبھا او امرأۃٍ یتزوجُھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ[۱]

ترجمہ: بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور انسان کے لئے وہی ہے جیسی اس نے نیت کی، پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کے لئے ہے، اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لئے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اس کی ہجرت اسی مقصد کے لئے ہوگی جس ارادے سے اس نے ہجرت کی۔

شراح حدیث کی حیرانی: شراح حدیث پریشان ہیں کہ امام بخاری نے باب کیا باندھا؟ اور حدیث کیا بیان کر رہے ہیں؟ اس کی مختلف توجیہات بیان کی گئی ہیں، اور بارہ توجیہیں بیان کی ہیں، مگر میرے دوستو! اس وقت اتنا موقع نہیں کہ ایک وجہ بھی بیان کرسکوں۔[۲]

بخاری شریف کا آخری باب: اور سب سے آخر میں لائے ہیں:

بـابُ قـول اللّٰـہ تعالیٰ ونضع الموازین القِسط لیوم القیٰمۃ فلا تُظلم نـفسٌ شیـئـاً وانْ کـان مِثـقَـالَ حَبَّۃٍ مِّـن خـردلٍ اَتینا بھا و کفیٰ بنا حاسبین.[۳]

ترجمہ: یہ باب اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے: اور قیامت کے روز ہم میزان

(۱) بخاری شریف ج: ۱، ص: ۲، مشکوۃ ص: ۱۱

(۲) مناسبتہ للترجمۃ ان بدء الوحی کان بالنیۃ، لان اللّٰہ تعالیٰ فطر محمداً علی التوحید وابغض الیہ الاوثان ووھب لہ اول اسباب النبوۃ وھی الرؤیاء الصالحۃ، فلما رای ذلک اخلص الی اللّٰہ فی ذلک فکان یتعبد بغار حراء فقبل اللّٰہ عملہ واتم لہ النعمۃ .[فتح الباری ج: ۱، ص: ۱۱]

(۳) سورۂ انبیاء آیت: ۴۷

عدل قائم کریں گے، سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا، اور اگر عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو حاضر کردیں گے، اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

یہ باب باندھا، اور اس میں حدیث بیان کی:

کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان، حبیبتان الی الرحمن سُبحان اللہ وبحمدہ سُبحان اللہ العظیم[1]

ترجمہ: دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے پھلکے ہیں، مگر میزانِ عمل میں بہت بھاری ہیں، حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔

وہ دو کلمے یہ ہیں: سُبحان اللہ وبحمدہ سُبحان اللہ العظیم اس کو بھی پہلی حدیث کے ساتھ مناسبت ہے۔[2]

بخاری شریف کے ابواب وتراجم: امام بخاری کے جتنے بھی ابواب وتراجم ہیں یہی اصل کمائی ہیں۔ امام بخاری کی دقتِ نظر اور فہم مبارک کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، باب کیا باندھا؟ اور پھر حدیث کے مفہوم کا کس طرح جوڑ قائم کیا ہے؟

میرے دوستو! بہت سے علماء نے صرف تراجم کے بارے میں کتابیں تحریر کی ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ اور ہمارے

---

(۱) بخاری شریف ج: ۲، ص: ۱۱۲۹

(۲) لما کان اصل العصمة اولاً وآخرا هو توحید الله فختم بکتاب التوحید، وکان آخر الامور التی یظهر بها المفلح من الخاسر ثقل الموازین وخفتها فجعله آخر تراجم الکتاب، فبدأ بحدیث الاعمال بالنیات وذلک فی الدنیا، وختم بان الاعمال توزن فی یوم القیامة واشار الیٰ انه، انما یثقل منها ما کان بالنیة الخالصة للّٰه تعالیٰ. [فتح الباری ج: ۳، ص: ۵۴۲]

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے صرف تراجم ہی کے بارے میں تصنیف فرمائی ہیں۔[1]

بہر کیف! میں عرض کررہا تھا، کہ حضرت اعمش کوفہ کے بڑے عالم، ان کی خدمت میں غالب قطان، بصرہ سے کوفہ حاضر ہوئے، اور یہ واقعہ علامہ بغویؒ نے معالم التنزیل میں سورۂ آل عمران کی آیت شھد اللّٰہ انہ لا الٰہ الّا ھو کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے کہ غالب قطان نے کوفہ آکر حضرت اعمش کے مکان کے قریب مکان کرائے پر لیا، اور وہاں رہنے لگے، اپنا تجارت کا جو سامان لے کر آئے تھے اس کے لئے بھی تھوڑا وقت لگاتے رہے، اور حضرت اعمش کی خدمت عالیہ میں بھی حاضر ہوتے رہے، یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا، ایک سال میں جو سامان لے کر آئے تھے وہ فروخت ہوگیا اور پھر واپسی کا ارادہ کیا بستر باندھ لیا، جس کا مکان تھا اس کے مکان کا حساب کردیا، اور اگلے دن فجر کے بعد روانگی کا ارادہ کرلیا، حضرت اعمش سے مصافحہ کیا اور دعا کی درخواست کی کہ میں اپنے وطن واپس جارہا ہوں، حضرت نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ عافیت کے ساتھ پہنچائیں، مصافحہ کرتے ہوئے غالب قطان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ رات جناب والا تہجد کی نماز میں سورۂ آل عمران پڑھ رہے تھے، برابر میں میرے مکان کی چھت پر بھی آواز آرہی تھی، جناب والا نے جس وقت یہ آیت شریفہ پڑھی:

---

(۱) تراجم البخاری یہ حضرت شاہ ولی اللہ کا دو صفحے کا رسالہ ہے، اصل عربی میں ہے، اردو میں ترجمہ ہوچکا ہے، اس باب میں بڑی عمدہ کتاب ہے۔

ابواب التراجم یہ حضرت شیخ الہند کا ۲۷ر صفحات کا رسالہ ہے، ساڑھے تین صفحات میں فہرست ہے، اور ساڑھے اڑسٹھ صفحات میں اصل کتاب ہے۔

الابواب والتراجم یہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی تصنیف ہے، اصل کتاب عربی میں ہے، تین جز ہیں، اور بڑی تفصیل سے اس موضوع پر بحث کی ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ[1]

تو یہ آیت پڑھ کر ٹھہر گئے، اور ایک دعا پڑھی:

وَاَنَا اَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ بِهٖ نفسه واَستودِعُ هذه وهي لي عند اللّٰه وَدِيْعَةٌ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الاِسْلاَمُ

یہ الفاظ مزید پڑھے:

ترجمہ: اور جیسا کہ اللہ عزاسمہ نے خود شہادت دی ہے، میں بھی شہادت دیتا ہوں اور اس شہادت کو امانت رکھتا ہوں، اور یہ اللہ کے پاس میری ایک امانت ہے، بلاشبہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے۔

نفل نماز میں مسنون دعاؤں کا حکم: نفل نماز میں عربی کی اسی طرح کی دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں۔[2]

احادیث میں یہ مضمون بھی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں جب تلاوت فرماتے تھے تو ہر آیت پر توقف فرماتے تھے اور ہر آیت کے مضمون کے بارے میں اپنے رب کریم سے سوال فرماتے تھے۔[3] یہی وجہ ہے کہ صدیقہ بنت صدیق ام المومنین حضرت

---

(۱) سورۂ آل عمران آیت: ۱۸

(۲) وفي العلائية: ويجلس بين السجدتين مطمئنا وليس بينهما ذكر مسنون وكذا بعد رفعه من الركوع على المذهب، وفي شرح التنوير: وماورد محمول على النفل: وفي الشامية: اى تهجد وغيره، وقال: على انه ان ثبت في المكتوبة فليكن حالة الانفراد او الجماعة والمأمومون محصورون لا يثقلوا على ذلك اهـ [شامي ج:۲، ص:۲۱۳]

(۳) وما اتى على آية رحمة الاوقف وسأل وما اتى على آية عذاب الاوقف وتعوذ، قال ابوعيسى: وهذا حديث حسن صحيح [ترمذى ج:۱، ص:۶۱]

عائشہؓ سے جب سوال کیا گیا کہ آپ کی تہجد کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ تو انہوں نے یہ کہہ کر معذرت فرمادی: لَا تسئَلْ عَنْ حسنهنّ وطولهنّ[1]

ترجمہ: اے سوال کرنے والے! اس نماز کی خوبصورتی اور اس نماز کی درازی کو مت معلوم کر۔

میرے محبوب، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اس قدر عظیم ہوتی تھی اور اس قدر حسین اور دراز ہوتی تھی کہ قدم مبارک نیچے سے لے کر اوپر تک ورم فرما جاتے تھے۔[2]

غرض حضرت اعمش سے غالب قطان نے وہ دعا سنی اور واپسی کا ارادہ کیا چلتے ہوئے ملاقات کے لئے حضرت اعمش کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: حضرت رات آپ ایک دعا پڑھ رہے تھے، وہ آپ نے پہلے تو کبھی نہیں بتائی حضرت اعمش نے کہا: اچھا اگر وہ دعا سنی ہے تو ایک سال اور پڑے رہو، غالب قطان نے کہا وہ دعا سنی ہے، بس یہ کہہ کر ٹھہر گئے اور تاریخ حضرت کے دروازے پر لکھ دی، اور سال بھر میں جو کمایا تھا وہ بیٹھ کر کھایا، جب سال گزر گیا تو خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضرت آپ نے فرمایا تھا: ایک سال کے بعد بتلاؤں گا، اب ایک سال پورا ہوگیا تب حضرت نے فرمایا: اور اپنی سند کے ساتھ روایت پڑھی کہ جو شخص یہ دعا پڑھے گا تو اس کو قیامت کے دن لایا جائے گا، اور اللہ عزاسمہ کی طرف سے ارشاد عالی ہوگا:

اِنَّ لِعبدِیْ هٰذا عِندی عهداً واَنا احقُّ مَنْ وفٰیْ بالعهد اَدخلوا الجنة۔[3]

(۱) بخاری شریف ج: ۱، ص: ۵۰۴، ترمذی ج: ۱ ص: ۹۹ وقال: هذا حديث حسن صحيح.

(۲) عن المغيرة قال: قام النبی صلی اللّٰه عليه وسلم حتى تورمت قدماه فقيل له لم تصنع هذا وقد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال: افلا اكون عبداً شكوراً؟ [مشكوة ص: ۱۰۸، متفق عليه]

(۳) معالم التنزيل ص: ۱۵۰

ترجمہ: میرے بندے کے پاس میری ایک امانت ہے، اور میں امانت کے پورا کرنے کا سب سے زیادہ مستحق ہوں، اس میرے بندے کو جنت میں لے جاؤ۔

میرے دوستو! ہمیں قدر نہیں، ہمارے بزرگوں کی مساعی جمیلہ سے، یہ مدرسہ جو تمام مدارس کا ماویٰ وملجا ہے، اور تمام مدارس کے لئے بمنزلہ ماں کے ہے، اور پھر اس مدرسہ کے ذریعہ بے شمار مدرسے دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، آج یہاں حاضر ہو کر یہاں کے اساتذہ یہاں کے مشائخ اور علماء سے جو مسائل ہم سنتے ہیں ان کی ہمارے دلوں میں زیادہ وقعت نہیں ہوتی، کیونکہ اس پر ہماری کوئی اپنی محنت صرف نہیں ہوئی۔

حضرت جابرؓ کے طلب علم کا واقعہ: قدر اس وقت ہوتی تھی جب ایک ایک حدیث کو سننے اور ایک ایک دعا کو سیکھنے کے لئے ایک ایک سال گزار دیتے تھے، امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں ایک عنوان قائم فرمایا:

بَابُ الخروجِ فِی طَلَبِ العِلمِ

طلب علم میں نکلنے کا بیان

اور اس میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کا واقعہ بیان فرمایا ہے جو قبیلہ خزرج کے انصاری صحابی ہیں، مدینہ منورہ میں مسجد نبوی سے کچھ فاصلہ پر ان کا مکان ہے، میں بھی ان کے مکان کی جگہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تھا، یہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث پاک پہنچی، اور یہ بھی مجھے معلوم ہوا کہ اس حدیث پاک کے راوی عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ملک شام میں تشریف فرما ہیں۔

طلب علم کے لئے پر مشقت سفر: یہ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاشْتَرَيتُ لها بعيراً انہوں نے اس مقصد کے لئے ایک اونٹ خریدا ثُمَّ شددتُ علیه رحلاً. پھر میں نے اس کے اوپر اچھے طریقے سے کجاوا اور کاٹھی کسی، کہ ملک شام کا لمبا سفر ہے، اس زمانے میں جب اونٹ کے ذریعہ سفر ہوتا تھا مدینہ منورہ سے ملک شام تک ایک مہینہ لگ جاتا تھا، ثُمَّ سرتُ علیه شهراً پھر ایک مہینہ مسلسل اونٹ کے اوپر سفر کرتا رہا۔

طلب علم کے لئے بے مثال قربانی: غور فرمایئے گا، بیہقی شریف میں انہیں صحابی کی مروی ایک روایت ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز پر اللہ عز اسمہ پچاس ہزار نمازوں کے برابر اجر وثواب مرحمت فرماتے ہیں۔[1]

اس حساب سے اگر کسی شخص نے ایک دن میں پانچ نمازیں مسجد نبوی میں ادا کیں تو ڈھائی لاکھ نمازوں کا اجر وثواب اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوگا، دو مہینے اگر کسی شخص نے نمازیں ادا کی ہیں تو اندازہ لگایئے کہ کتنا ثواب ہوگا، مگر انہوں نے صرف ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے اتنے بڑے اجر وثواب کو قربان کیا، کیونکہ جانتے تھے کہ حدیث پاک کے سننے اور دوسروں تک پہنچانے اور اس پر عمل کرنے کا جو اجر وثواب ہے وہ اس سے لاکھوں اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑہا کروڑ نفل نمازوں کے اجر وثواب سے بڑھ کر ہے۔

انبیاء کے بعد علماء کا درجہ ہے: یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مبارک جو بڑے اونچے درجے کے محدث ہیں، اور امام بخاری کے بھی استاد ہیں، امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری نے بھی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے استفادہ کیا ہے، انہوں نے ارشاد فرمایا: نبوت کے درجے کے بعد سب سے اونچا درجہ علماء کا ہے۔[2]

---

(۱) وصلاته في مسجدي بخمسين الف صلاة. [مشكوة ص: ۷۲، مسند احمد ج: ۳، ص: ۳۹۷].

(۲) كتاب الزهد لعبد الله بن المبارك . [مشكوة ص: ۳۶]

عالم کی روشنائی اور شہید کا خون: ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ اس کی سند پر کچھ کلام بھی ہے، کہ حشر کے میدان میں شہید کے خون اور عالم کی دوات کی روشنائی دونوں کا وزن کیا جائے گا تو عالم کی روشنائی کا وزن شہید کے خون سے بڑھ جائے گا۔[1]

غرض یہ کہ حضرت جابر کا قصہ میں سنا رہا تھا، حضرت جابر ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مہینہ مسلسل سفر کیا، یہاں تک کہ میں ملک شام پہنچ گیا، اور حضرت عبداللہ بن انیسؓ کا مکان معلوم کیا، لوگوں نے مجھے مکان کا پتہ بتلایا، میں اونٹنی پر بیٹھا ہوا وہاں پہنچا، اور مکان پر جا کر میں نے دستک دی، حضرت عبداللہ بن انیس اپنے مکان کے بالاخانے پر تشریف فرما تھے، انہوں نے اوپر ہی سے کھڑکی سے جھانکا اور پوچھا من القارع؟ دستک دینے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ انا جابر میں جابر ہوں، پوچھا عبداللہ کے بیٹے جابر؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں، فرمایا: کسی کا پتہ معلوم کرنا ہے یا آپ میرے ہی پاس آئے ہیں؟ اگر آپ میرے ہی پاس آئے ہیں تو نیچے آ کر آپ کے قیام وطعام کا اور آپ کی راحت وآرام کا انتظام کروں، حضرت جابرؓ نے فرمایا: آپ ہی کے پاس آیا ہوں، انہوں نے کہا: اچھا بھائی میں ابھی نیچے آتا ہوں، انہوں نے کہا نہیں نیچے تشریف لانے کی ضرورت نہیں، میں وہ حدیث قصاص سننے کے لئے آیا ہوں جو آپ نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی ہے، وہیں سے سنا دیجئے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے نیچے آنے تک مجھے موت آ جائے، یا آپ کو موت آ جائے، اور میرے دل کی تمنا دل ہی میں رہ جائے۔

حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے وہیں کھڑکی سے اپنا چہرہ مبارک نکالا اور وہ حدیث پاک سنائی، جس کو امام بخاری نے جامع صحیح میں تین جگہ بیان کیا ہے۔ پوری حدیث ایک جگہ بیان فرمائی ہیں، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اور اس سے مختلف احکام نکال کر تین جگہ پر فرمایا ہے،

(۱) موضوعات کبیر

ابتدائی حصہ کتاب العلم میں ہے،اس حدیث قصاص کا مفہوم یہ ہے:

فرمایا: حضرت عبداللہ بن انیس نے کہ میں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ عزاسمہ حشر کے میدان میں تم سب کو جمع کریں گے، ننگے بدن، ننگے پیر بھما اصحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی بھما کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد فرمایا: بھما وہ ہے جس کے پاس کوئی شے نہ ہو۔[1]

حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے جب وہ حدیث پاک سنادی تو انہوں نے فوری اپنی سواری کا رخ مدینہ پاک کی طرف کردیا، حضرت عبداللہ بن انیس عجلت کے ساتھ بالاخانے سے تشریف لائے اور فرمایا: جابر! تھوڑا سا آرام کرلو، اور ہمیں خدمت کا موقع دو، انہوں نے فرمایا میں نے مدینہ پاک کو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد عالی کو سننے کے لئے چھوڑا تھا، اب وہ میں سن چکا ہوں، اس کے بعد اب جدائی گوارا نہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری نے اپنی تقریر میں مسند احمد کے حوالے سے ارشاد فرمایا: وَرجع القَهقری الٹے پیروں واپس ہوگئے، دو مہینے کے مسلسل سفر میں ایک حدیث پاک سن کر آئے۔[2]

اور ایک واقعہ نہیں تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء میں تو آپ دیکھیں گے سینکڑوں سے زیادہ اس طرح کے واقعات ہیں۔

اور پھر حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد عالی ہوگا:

اَنا الدَّیّان انا الملک لا ینبغي لاحد من اهل النار ان یدخل النار وله عند احد من اهل الجنة حق حتی اقصّه منه، ولاینبغي لاحد من اهل الجنة ان یدخل الجنة ولا حد من

(۱) بخاری شریف ج:۱، ص:۱۷، حاشیہ:۱۰

(۲) فیض الباری ج:۱، ص:۱۷۲

اھل النار عندہ حق حتی اقصبہ منہ حتی اللطمۃ[1]

ترجمہ: میں بادشاہ ہوں، میں انصاف سے فیصلہ کرنے والا ہوں، کوئی جہنمی جہنم میں نہیں جاسکتا، اس حال میں کہ اس کے ذمہ کسی جنتی کا حق ہو۔ یہاں تک کہ وہ حق اس سے وصول نہ کرلیا جائے، اور کوئی جنتی بھی جنت میں نہیں جاسکتا اس حال میں کہ اس کے ذمہ کسی جہنمی کا حق ہو، یہاں تک کہ اس سے وہ حق وصول نہ کرلیا جائے، یہاں تک کہ طمانچہ بھی کسی نے مارا ہوگا تو اس کا بھی بدلہ دلوایا جائے گا۔

نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی: امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت نقل کی ہے:

البر لا یُبلیٰ والذنب لا ینسیٰ، والدَّیَّانُ لا یموتُ فاعمل ماشئت کما تُدین تُدان.[2]

ترجمہ: نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی، اور گناہ کبھی بھلایا نہیں جاتا، چاہے کتنا ہی زمانہ کیوں نہ گزر جائے۔

حضرت آدم سے اب تک کا زمانہ: حضرت آدم علیہ السلام کو کتنا عرصہ گزر گیا کسی کتاب میں اس کی صحیح مدت نہیں لکھی گئی، علماء کا جو اندازہ ہے اور انبیاء سابقین کی عمریں اور ان کا درمیانی فاصلہ شمار کرنے کے بعد جو زمانہ انہوں نے متعین کیا ہے تقریباً ساڑھے سات ہزار سال کا زمانہ ہو گیا، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک بیٹے قابیل نے دوسرے بیٹے ہابیل کو قتل کردیا تھا، قرآن پاک میں یہ واقعہ ہے، لیکن یہ نہیں کہ اتنی مدت گزر گئی تو اس مقدمہ کی مسل پرانی ہوگئی، اس مقدمہ کو خارج کردیا جائے، بلکہ اس کا مقدمہ پیش ہوگا۔

---

(۱) الترغیب والترھیب: فصل فی الحساب وغیرہ، رقم: ۵۳ ص: ۲۱۸، ج: ۴

(۲) یہ روایت بیہقی کی ہے مگر اس کی جلد اور صفحہ باوجود تلاش کے ہمیں نہیں مل سکا۔

اور قیامت تک جتنے قتل ہوں گے ان سب کا گناہ قابیل کو بھی ملے گا چونکہ قابیل قتل کی راہ ڈالنے والا ہے۔

نیکی اور بدی کا ایک اصول: اور حدیث پاک میں ضابطہ ارشاد فرمادیا گیا ہے:

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فله اَجرُها واَجرُ من عمِلَ بها مِنْ غيرِ اَنْ يُنقَصَ مِنْ اُجورهم شيئاً، ومن سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فله وِزْرُها ووِزْرُ مَنْ عَمِلَ بها من غير اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اَوزَارِهم شيئاً، اَوْ كَمَا قَالَ عليه الصلوة والسلام۔

ترجمہ: جو شخص بھی بھلا یا برا طریقہ ایجاد کرے گا، بھلا طریقہ ایجاد کیا ہے تو بھلا طریقہ ایجاد کرنے کا ثواب ہے، اور جتنے اشخاص اس کے اوپر عمل کریں گے ان کے برابر اس کے اعمال نامے میں ثواب لکھا جائے گا، اور جو شخص دنیا میں برے طریقہ کی بنیاد ڈالے گا، اس کے لئے برے طریقہ کی بنیاد ڈالنے کا وبال ہے، اور جتنے اس کے پیچھے چلیں گے اور اتباع کریں گے جتنا گناہ ان کو ہوگا اتنا ہی گناہ اس کے اعمال نامے کے اندر بھی چڑھتا رہے گا۔

وَالدَّيَّانُ لَا يَمُوتُ: اور بدلہ دینے والی ذات کبھی فنا نہیں ہوگی، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب بکھرے والے ایک شعر پڑھا کرتے تھے:

لَاضِدَّ وَلَانِدَّ وَلَاحَدَّ لِرَبِّي
اَلْآنَ كَمَا كَانَ وَلَمْ يَلْقِ زَوَالاً

میرے رب کی نہ کوئی ضد ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، اور نہ میرے رب کے

کمالات کی کوئی حد ہے، وہ اب بھی انہیں صفات کے ساتھ متصف ہے جن سے پہلے متصف تھا، اس پر کبھی زوال طاری نہیں ہوا۔

یہاں تک کہ مخبر صادق امین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ رب العزت نے اپنی ذات وصفات اور آخرت کا وہ علم عطا فرمایا تھا کہ ایک طرف رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کامل اور ایک طرف جملہ انبیاء اور جملہ مقربین کا علم، پھر بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم بڑھ جائے گا، ہمیں اس میں کوئی تامل اور تردد نہیں ہم اس کے قائل ہیں، اور ہمارے اکابر اسی کے قائل ہیں، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سب سے بڑھ کر ہے، یہاں تک کہ جبرئیل امین بھی آپ کی خدمت میں استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے، اور بعض ایسی باتیں پوچھتے تھے جن کا صحابہ کرام کو علم نہیں ہوتا تھا، تو جبرئیل امین آکر پوچھتے تھے تاکہ صحابہ کو بھی اس کا علم ہو جائے۔

لیکن پھر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اللہ عزاسمہ کے علم کے برابر اور ہم پلہ نہیں کہتے، اس مالک الملک اور قادر مطلق کے علم کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں۔

تو فرمایا: فَاعْمَلْ مَا شِئْتَ پس تجھے اختیار ہے جو چاہے کر، اگر تو اچھا کرے گا تو تجھے اس کا اچھا ثمرہ ملے گا، اور اگر تو برا کرے گا تو تجھے ہی بھگتنا ہے اور تجھے ہی اس کا خمیازہ اٹھانا ہے۔

بہر کیف! عرض میں کر رہا تھا کہ حضرت جابر نے جو سفر کیا ہے اور اس سفر میں جو حدیث حاصل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

یحشر النّاس یوم القیامة، وقال العباد عُراةً غُرلاً بُهماً قال: قلنا وما بهما؟ یا رسول اللّٰہ! قال: لیس معهم شیٌ.

اللہ کے دربارِ عالی میں ننگے بدن، کمزور جسم، خالی ہاتھ جمع کیا جائے گا، صحابہ کرام نے عرض کیا: یہ بُھما کیا چیز ہے؟ فرمایا جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو۔

صحابہ کرام نے عرض کیا: کہ اے اللہ کے نبی! جب وہاں خالی ہاتھ حاضر ہوں گے تو حق کی ادائیگی کیسے ہوگی؟ ارشاد فرمایا:

بِالحسنات و السَّیِّئاتِ[1] ترجمہ: نیکیوں اور برائیوں کے بدلے۔

بہرکیف! ابو حامد مصری نے ایک سال کے روزے رکھوا کر ابو العباس مستغفری کو ایک حدیث پاک سنائی، وہ حدیث ایسی اہم ہے کہ موقعہ ہو اور آپ ٹھہریں تو ایک مہینے میں کچھ اشارہ کر سکتا ہوں، اس لئے کہ ان کا ایک سوال نہیں بلکہ چوبیس سوالات ہیں مجھے تو اس کے سند کے بارے میں جو واقعہ ہے وہ سنانا تھا کہ ان حضرات کو حدیث پاک کی اتنی طلب اور شوق تھی کہ کام کرنے والے اپنے کام کو چھوڑتے تھے۔

فقہ میں سب سے بہتر کتاب: بدائع فقہ حنفی کی بہت معتبر اور مستند کتاب جس کے بارے میں علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ فقہ حنفی میں اس کی نظیر نہیں ہے[2] باعتبار استدلال کے تو "البرھان فی شرح مواھب الرحمن" سب سے بہتر ہے، جس کا قلمی نسخہ میرے یہاں بھی ہے، اور یہاں مدرسہ (دار العلوم دیوبند) میں بھی ہے، اور مظاہر علوم میں بھی ہے، جو کاندھلہ سے نقل ہو کر آیا ہے، تو استدلال کے اعتبار سے سب سے بہتر تو یہ ہے۔ اور عبارت کے اعتبار سے سب سے بہتر ہدایہ ہے، اور ترتیب کے اعتبار سے سب بہتر بدائع ہے۔

التحیات سیکھنے کے لئے ایک مہینہ کا سفر: اسی بدائع کے مقدمہ میں ایک واقعہ

(۱) مسند احمد ج:۳، ص: ۴۹۵

(۲) (ھذا الکتاب جلیل الشان لم ار له نظیرا فی کتبنا) بدائع ج: ۱، ص: ۱۲ ردالمحتار ج: ۱، ص: ۲۱۵، کتاب الطهارة.

"رُوِیَ" کر کے نقل کیا ہے۔کوئی حوالہ یا کوئی تخریج اس کی نہیں فرمائی،ایک شخص حضرت عمر کے دورِ خلافت میں ملک شام سے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے،ستر اسی سال کی ان کی عمر تھی،حضرت عمر نے دیکھا: دھوپ میں سفر کرنے کی وجہ سے بالکل سیاہ فام ہوگئے ہیں، زمین کا رنگ ان کی رنگت سے زیادہ صاف ہے، بال بڑھے ہوئے ہیں،حضرت عمر نے پوچھا کہ کیسے تشریف لائے؟ اس ضعف اور بڑھاپے میں آپ نے اتنا طویل سفر کیوں کیا؟ بڑے میاں نے کہا: التحیات سیکھنے کے لئے آیا ہوں،اتنی بات سن کر حضرت عمر ایسے روئے کہ صاحب بدائع کے الفاظ ہیں: حتّٰی ابتلّتْ لِحیته اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہوگئی،اور ٹپ ٹپ نیچے آنسو گرنے لگے،دیر تلک روتے رہے،اور پھر قسم کھا کر فرمایا: قسم ہے اس ذات عالی کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہیں عذاب نہیں دیا جائے گا،کیوں؟ دین کی ایک بات سننے اور سیکھنے کے لئے انہوں نے اپنے گھر کو چھوڑا اور اونٹ کی پیٹھ کے اوپر انہوں نے وقت گزارا[1]

تشہد سیکھنے کے لئے سفر کرنے کی وجہ: سوال پیدا ہوتا ہے کیا ملک شام میں حضرت عمر کے زمانے میں یہ انتظام نہیں تھا کہ کوئی کسی کو نماز سکھا سکے؟ جواب یہ ہے کہ انتظام تھا، بڑے بڑے صحابہ موجود تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے ملک شام سے مدینہ طیبہ کا سفر کیا؟

تشہد نقل کرنے والے صحابہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ التحیات کے نقل کرنے والے چوبیس صحابہ ہیں،احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صیغوں میں اور الفاظ میں جزوی اختلاف ہے،کہیں تو ہے: بسم اللّٰه وعلی برکة اللّٰه. کہیں ہے: شَهِدتُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وشهدتُ اَنَّ محمداً رَّسولُ اللّٰه.

---

(۱) روی ان رجلا قدم من الشام الی عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فقال له: ما اقدمک؟ قال: قدمت لاتعلم التشهد فبکی عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه حتی ابتلت لحیته، ثم قال: واللّٰه انی لارجوا من اللّٰه ان لا یعذبک ابداً. [بدائع ج: ۱، ص: ۱۴، مطبوعه زکریا بکڈپو دیوبند]

غرض کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی التحیات اور ہے، سیدہ عائشہؓ کی التحیات اور ہے، حضرت جابر کی التحیات اور ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود کی التحیات اور ہے، اسی طرح چوبیس صحابہ التحیات کے نقل کرنے والے ہیں۔[1] لیکن ہمارے امام ابوحنیفہ نے حضرت ابن مسعودؓ والی التحیات اختیار فرمائی ہے۔[2] اور اس ترجیح کی بائیس وجوہات شراح حدیث نے بیان فرمائی ہیں۔ عنایہ، فتح القدیر، اور فقہ کی مختلف کتابوں میں ان وجوہات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے میاں اس لئے سفر کرکے آئے تھے تاکہ یہ معلوم کروں کہ اہل مدینہ کا عمل کون سی التحیات کا ہے، کیونکہ مدینہ پاک میں ابھی وہ صحابہ بھی موجود ہیں جنہوں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز ادا کی ہے، تو معلوم ہو جائے کہ انہوں نے کون سی التحیات رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی ہے، انہوں نے یہ سفر اس لئے کیا۔

ایمان سیکھنے کے لئے ایک صحابی کا سفر: ایک اور واقعہ حافظ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے: رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر میں تشریف لے جا رہے تھے، مدینہ پاک سے نکلے ہی تھے کہ دیکھا ایک بڑے میاں مدینہ طیبہ کی طرف چلے آ رہے ہیں۔

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا: شاید یہ آنے والا تمہارے ہی پاس آ رہا ہے، تھوڑا وقت گذرا کہ سواری قریب آ گئی آنے والے نے سلام کیا،

(۱) الرسالة للامام الشافعي ص: ۲۷۰، حصن حصين ص: ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴

(۲) قد روي في ذلك صيغ كثيرة وتشهد عديده مرفوعا وموقوفا تبلغ اربعة وعشرين تشهداً رواها اربعة وعشرين صحابيا والمعتبر عندنا تشهد عبدالله بن مسعودؓ الراجح باثنين وعشرين وجها على افرازه باقرار المحدثين[تحقيق الآثار في شرح كتاب الآثار ج: ۱، ص: ۲۵۶، للشيخ الاجل السيد مهدى حسن]

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور آپ کے صحابہ نے ان کے سلام کا جواب مرحمت فرمایا،
ارشاد فرمایا: مِنْ اَیْنَ اَقْبَلْتَ کہاں سے آ رہے ہو؟ عرض کیا: اپنے بال بچوں میں سے آ رہا
ہوں۔ فرمایا: فَاَیْنَ تُرِیْدُ کہاں کا ارادہ ہے؟ عرض کیا: اللہ کے نبی کی خدمت عالیہ میں حاضر
ہو رہا ہوں، چونکہ پہلی حاضری ہے اس لئے پہچان نہیں سکے، ارشاد فرمایا: فَقَدْ اَصَبْتَہ تو نے نبی
کو پالیا۔ اللہ کے نبی تجھ سے مخاطب ہیں، اور کلام فرما رہے ہیں۔ وہ بڑے میاں بہت خوش
ہوئے۔ اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں نے اس طرح سفر کیا کہ راستے میں پتے چباتا ہوا او
رگھاس کی جڑیں زمین میں سے کھود کھود کر کھاتا ہوا، اور بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہوا میں
یہاں تک حاضر ہوا ہوں، اور میں آپ کا طریقہ سیکھنے کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں، آپ کا
طریقہ اور آپ کی سنتیں معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں، اور ایک روایت میں ہے کہ میں ایمان
معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں، دونوں روایتیں ہیں، ایک روایت ابو یعلی موصلی کی ہے، اور ایک
روایت مسند احمد بن حنبل کی ہے، حافظ ابن کثیر نے دونوں روایتیں نقل کی ہیں، جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی وضاحت فرمائی۔

اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ محمداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ وتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ
وتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمَ رَمضانَ وتَحُجَّ البیت.

ترجمہ: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ کے ایک ہونے کی اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے، رمضان
کے روزے رکھے، بیت اللہ کا حج کرے، اگر استطاعت ہو۔

اور آنے والے اونٹ کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں چہرۂ انور کی زیارت کر رہے ہیں، اونٹ
کی مہار کو انہوں نے ڈھیلا چھوڑ رکھا ہے، اونٹ ذرا آگے کو سرک گیا، آگے کی زمین کھوکری تھی،

گھونس نے یا چوہے نے زمین کو اندر سے کھود رکھا تھا، کھوکری زمین پر جیسے ہی اونٹ کے قدم رکھے گئے ایک دم اونٹ آگے کو جھک گیا، یہ جو اونٹ کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے ایک دم سر کے بل گرے، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: علیَّ بالرّجلِ بھائی اس شخص کو اٹھاؤ، صحابہ جو پیدل چلنے والے تھے، وہ دوڑے اور اٹھایا تو دیکھ کر فرمایا قد قبض الرجل گرتے ہی ان کا انتقال ہوگیا، ان کے دماغ میں چوٹ آئی ہے، اس ضرب کی وجہ سے ان کی روح پرواز کرگئی۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی طرف سے نظر پھیر لی، لوگ حیران ہیں کہ ایک شخص اپنا گھر چھوڑتا ہے فاقے جھیلتا ہے، پتے اور گھاس کی جڑیں کھاتا ہے، اور دین سیکھتے ہوئے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اپنی جان قربان کردیتا ہے، مگر اس میں کیا راز اور حکمت ہے کہ اللہ کے پیارے نبی اس کی طرف سے اپنا چہرہ پھیر لیتے ہیں۔

تھوڑا توقف کرنے کے بعد خود ہی ارشاد فرمایا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے ان کی طرف سے چہرہ پھیر لیا؟ عرض کیا: جی ہاں! ہم دیکھ رہے ہیں اور ہمارے دل میں خود ہی خیال آرہا ہے فرمایا: کہ اس کو فاقے کی حالت میں موت آئی ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ جنت کے فرشتے ان کو اپنے ہاتھ سے جنت کے پھل کھلا رہے ہیں، میں نے ان کی طرف سے اس لئے چہرہ پھیرا ہے تاکہ یہ کھاتے ہوئے شرمائیں نہیں، اس لئے کہ جب چھوٹا آدمی کھانا کھاتا ہے اور بڑا آدمی آجاتا ہے تو اس کو کھانے میں تکلف ہوتا ہے، تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا: ان کو پانی کے قریب لے چلو، پانی کے قریب ان کی میت کو اٹھا کر لائے اور ان کو غسل دیا گیا، اور ان کی جو ایک پرانی چادر تھی اسی میں ان کو کفنایا گیا، اور ان کی قبر کھودی گئی، اور جب ان کی قبر کھودی گئی تو ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے لحد کی قبر بنانا، صندوقی قبر نہ بنانا، جیسا کہ ہمارے یہاں رواج ہے۔ اور جب ان کو دفنایا گیا تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی قبر کے سرہانے کھڑے ہوئے تھے، اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمارہے تھے:

اَلَّذِیْنَ امنوا ولم یلبسوآ ایمانھم بظلمٍ اُولٰئک لھم الامنُ وھم مھتدون[1]

ترجمہ: جو ایمان لائے اور حالت ایمان میں انہوں نے کوئی ظلم نہیں کیا تو ان کے لئے امن ہے اور وہی راہ یاب ہیں۔

حدیث خالد کا ابتدائی جملہ: بہر کیف! میرے دوستو! عرض میں کر رہا تھا کہ ابوالعباس مستغفری ابوحامد مصری کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آ کر عرض کیا کہ مجھے حضرت خالد والی حدیث سنا دیجئے گا، حضرت ابوحامد نے ایک سال کے روزے رکھوا کر حدیث پاک سنائی۔

جاء رجل الی النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم فقالَ یا نَبِی اللّٰہِ! اِنّی سائِلُکَ عَمّا فی الدُّنیا و الاٰخرۃ.

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ شخص کون ہیں؟ محدثین نے ان کا نام بھی بیان نہیں کیا، بظاہر گاؤں دیہات کے رہنے والے جمعہ پڑھنے کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، اور مجمع کو چیرتے پھاڑتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا پہنچے، جب کہ آپ ممبر کے اوپر تشریف فرما تھے۔

خطبۂ جمعہ کا مشہور مسئلہ: مگر سوال ہوگا کہ اگر یہ جمعہ کا خطبہ تھا تو پھر جمعہ کے خطبہ میں تو بات کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ فقہ میں مشہور مسئلہ ہے، اور بعض علماء نے اس کو حدیث کہا ہے، اور بعض علماء نے اس کو امام زہری کا قول قرار دیا ہے، اور موقوف روایت کہا ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

اذا خراج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام وفي روایۃ فلا صلوۃ ولاسلام.[2]

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ج:۲، ص:۱۸۸

(۲) حاشیہ الطحطحاوی علی المراقی ص:۲۸۲

ترجمہ: جب امام خطبہ جمعہ کے لئے نکلے تو پھر نہ نماز پڑھنا جائز ہے اور نہ بات کرنا، اور ایک روایت میں ہے کہ نہ نماز پڑھنا جائز ہے اور نہ سلام کرنا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ یہ خطبہ جمعہ ہی کا ہو، ممکن ہے عام دنوں میں آپ خطبہ ارشاد فرما رہے ہوں، اور اسی میں سوال وجواب کا یہ واقعہ پیش آیا ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا مفسد صلوٰۃ نہیں: نیز اگر یہ خطبہ جمعہ ہو تب تو یہ جواب ہوگا کہ آپ کے ساتھ بات کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عصر یا مغرب کی امامت فرمائی، اور دو رکعت پر سلام پھیر کر اس جگہ جانے کا ارادہ فرمایا، جہاں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھنے کا معمول تھا، جلیل القدر صحابہ (مثل ابوبکر وعمر) موجود ہیں، مگر کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی، ایک صحابی جن کا لقب ذوالیدین تھا، انہوں نے ہمت کر کے پوچھا:

یارَسُولَ اللّٰہ! اَنَسِیتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوۃ؟

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! آپ کو بھول ہوگئی یا نماز کے قصر کرنے کا حکم نازل ہوگیا۔

یعنی سفر کی طرح اب حضر میں بھی دو رکعت پڑھنے کا حکم نازل ہوگیا ہے، یا جناب والا کو بھول ہوگئی؟ ارشاد فرمایا:

لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ، کُلُّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ.

ترجمہ: نہ مجھے بھول ہوئی ہے، اور نہ نماز کے قصر کا حکم ہوا ہے، ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ میں نے تو پوری پڑھائی ہے، ان صحابی نے عرض کیا کہ جناب والا کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوا ہے، اس کے بعد آپ نے دوسرے صحابہ سے دریافت فرمایا: کیا ایسا ہی ہے جیسا ذوالیدین کہہ رہے ہیں؟ عرض کیا: یارسول اللہ ایسا ہی ہے۔

تب رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو رکعت اور پڑھیں اور بعد میں سجدہ سہو کر کے سلام پھیرا۔[1]

اس میں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ نے سب نے کلام فرمایا، مگر اس کے باوجود آپ نے نماز کا اعادہ نہیں کیا، بلکہ دو رکعت پڑھنے اور سجدہ سہو کرنے پر اکتفا کیا۔

محدثین نے اس کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ نماز میں کلام کرنا جائز تھا۔

مگر یہ جواب زیادہ وقیع نہیں۔ کیونکہ اس (ذوالیدین والی) روایت کے راوی حضرت ابوہریرہ ہیں جو جنگ خیبر سے کچھ پہلے ۷ھ میں اسلام لائے تھے، جب کہ اس سے پہلے وقوموا للہ قنتین کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکا تھا۔

دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ یہ کلام مع الرسول ہے، اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کے ساتھ کلام کرنا مفسد صلوٰۃ نہیں۔[2]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں اس کی صراحت کی ہے۔[3]

کلام مع الرسول مفسد صلوٰۃ کیوں نہیں؟ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ کلام کرنے سے ہماری نماز فاسد ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے کلام کرنے سے توجہ الی اللہ باقی نہیں رہتی۔ بلکہ توجہ کلام کی طرف ہو جاتی ہے، حالانکہ نماز میں اللہ کے طرف توجہ مطلوب ہے، جیسا کہ وقوموا للہ قنتین میں صراحت ہے،

(۱) مشکوۃ ص: ۹۲، ۹۳، بخاری ج: ۱، ص: ۱۶۱

(۲) وفی هامش البخاری: فصرح اصحابنا، فقالوا: من خصائص النبی انه لو دعی انساناً وهو فی الصلوۃ وجب علیه الاجابة ولا تبطل صلوته، بخاری ج: ۱، ص: ۱۶۱، حاشیه: ۳

(۳) تفسیر مظهری ج: ۲، ص: ۲۶

اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب میں ہر وقت اس درجہ اللہ کا دھیان رہتا تھا کہ کسی وقت بھی آپ کا دل اُدھر سے نہیں ہٹتا تھا، آپ کے سونے کی کیفیت بھی یہ تھی "تنام عینای ولاینامُ قلبی" علمیری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ اس وجہ سے کلام کرنے سے آپ کی نماز نہیں ٹوٹتی تھی۔

مگر سوال یہ ہوگا کہ آپ کی نماز تو اس خصوصیت کی وجہ سے فاسد نہ ہوئی، لیکن وہ صحابہ جنہوں نے کلام کیا تھا ان کو نماز کے اعادہ کا حکم کیوں نہیں فرمایا؟

اس کا جواب تحریر فرمایا: ان صحابہ نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام کیا تھا، اور کلام مع الرسول بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ کلام مع اللہ، اور کلام مع اللہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اسی طرح کلام مع الرسول سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی، اس وجہ سے آپ نے اعادہ نماز کا حکم نہیں فرمایا۔

آپ دین ودنیا دونوں کے رہنما ہیں: بہر کیف! رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنے والے شخص سے فرمایا: سَلْ عَمّا بدالک ترجمہ معلوم کرو جو معلوم کرنا ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ بھائی دنیا کی باتیں دنیا والوں سے معلوم کرو، تجارت کے بارے میں معلوم کرنا ہے تو بازار میں چلے جاؤ، اور اگر کاشتکاری کے بارے میں پوچھنا ہے تو کاشتکاروں سے پوچھو، مجھے دنیا سے متعلق کیا خبر؟ بلکہ فرمایا: پوچھو جو چاہے پوچھو۔ دین کی پوچھو یا دنیا کی پوچھو۔

سنت کے مطابق ہر عمل میں ثواب ہے: اس لئے کہ مخبر صادق امین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اگر دنیا کے متعلق بھی کوئی حکم صادر ہوا ہے تو وہ بھی دین ہے۔ اور اس میں بھی وہی ثواب ملے گا جو کہ نماز اور روزے کے ادا کرنے پر اجر وثواب ہے۔

---

(۱) بخاری شریف

مطابق سنت قضائے حاجت میں بھی اجر ہے: حتی کہ ضرورت بشری پیشاب پاخانہ اگر رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ پر ہم کریں گے جو سنتیں ہمیں تعلیم کی گئی ہیں، اور جو طریقہ ہمیں سکھایا گیا ہے اس کے مطابق کریں گے تو اس حاجت کے پورا کرنے میں بھی وہی اجر وثواب ہے جو نفل نمازوں کے ادا کرنے پر ثواب ہے۔

مگر ہم نے کبھی اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کو ہم معلوم کریں، ابوبکر ابن العربی نے جو مسلکاً مالکی ہیں، انہوں نے عارضۃ الاحوذی شرح سنن ترمذی میں ص: ۲۸، ۲۹، پر دو صفحات میں استنجے کی ۳۳ رسنتیں بیان کی ہیں، اور ان میں بعض سنتیں ایسی ہیں کہ ان کے خلاف کرنے پر انسان حرام کا مرتکب ہوتا ہے۔

پیشاب یا پاخانے کی پہلی سنت: مثلاً رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:

لاتستقبلوا القبلة بغائط ولا بول[1]

ترجمہ: پیشاب یا پاخانہ کرنے میں قبلہ کی طرف نہ چہرہ کرو اور نہ پشت کرو۔

یہ سنت ایسی ہے کہ اس کے خلاف کرنے پر آدمی حرام کا مرتکب ہوگا۔

پیشاب یا پاخانے کی دوسری سنت: اسی طریقہ سے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہدایت فرمائی کہ راستوں میں اور درختوں کے نیچے سائے میں پیشاب پاخانہ نہ کرو، فرمایا: اِتَّقُوا اللاَّعنین.

ترجمہ: دیکھو ان دو شخصوں میں اپنے آپ کو ہونے سے بچاؤ جن پر خدا کی لعنت ہے، صحابہ نے عرض کیا: وما اللاَّعنان یا رسولَ اللّٰه؟ وہ کون ہیں جن کے اوپر خدا کی لعنت ہے؟ ارشاد فرمایا: ایک وہ شخص جو راستوں میں ٹٹی (پاخانہ) کرجاتا ہے، اور ایک وہ جس نے اپنا ستر

(۱) مشکوٰۃ ص: ۴۲

کھول رکھا ہے اور لوگوں سے باتیں کر رہا ہے۔[1] اگرچہ ابن عربی نے ان دونوں باتوں کو استنجے کی سنتوں میں بیان کیا ہے لیکن ان کے خلاف کرنا حرام ہے۔

استنجے کی تیسری سنت: قضائے حاجت کے لئے دور جانا، جہاں لوگوں کی نظروں سے بچ سکے، اور کسی کی نظر نہ پڑے، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں سنن ترمذی میں ہے:

اَنَّ النبیَّ صلّی اللّٰہ علیہِ وسلَّمَ کان اذَا اَرادَ الحاجۃَ اَبْعَدَ فی المَذْھَبِ۔[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے جاتے تھے تو دور جاتے تھے، ایک مرتبہ استنجے کے لئے تشریف لے گئے مگر کوئی آڑ اور پردے کی جگہ نہیں مل سکی، دیکھا کہ دو درخت ہیں مگر فاصلے سے ہیں، آپ نے ان میں سے ایک درخت کی شاخ پکڑی اور دوسرے درخت کے قریب لے گئے، دونوں درختوں کے تنے ملنے سے پردہ ہوگیا تب آپ نے ان کی کی آڑ لے کر رفع حاجت فرمائی، آج کل یہ پردہ بیت الخلاء سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

استنجے کی چوتھی سنت: نرم زمین میں پیشاب کرنا، تاکہ پیشاب کی چھینٹیں نہ پڑیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا کہ نرم زمین تلاش فرماتے تھے، اگر نہ ملتی تو اپنے عصا سے زمین کو کھود کر نرم فرمالیتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی کا آخری وقت تھا، نزائی کیفیت طاری تھی، پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی، خادم سے کہا تو وہ ایک طشت لے کر آیا، جس میں ضعف اور بیماری کی وجہ سے استنجے کا معمول تھا، فرمایا اس میں ریت ڈال کر لاؤ، تاکہ چھینٹیں نہ اڑیں۔[3]

---

(۱) مشکوٰۃ ص: ۴۲، ابوداؤد ج: ۱، ص: ۷، مستدرک حاکم ج: ۱، ص: ۱۸۶

(۲) ترمذی ج:، ص: ۱۱، ابوداؤد ج: ۱، باب آداب الخلاء۔

استنجے کی پانچویں سنت: استنجے میں پانی کا استعمال کرنا سنت ہے، جب کہ استنجے کی جگہ کو ڈھیلے وغیرہ سے صاف کرلیا ہو، اور نجاست اپنے مقام سے پھیل کر دوسری جگہ تک نہ پہنچی ہو، اور وہ کم از کم ایک درہم کے برابر ہو، ورنہ واجب ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے تم سے پہلے کے لوگ مینگنی کرتے تھے یعنی ان کا پاخانہ مینگنی کی طرح خشک ہوتا تھا اور تم پتلا پاخانہ کرتے ہو۔ پس ڈھیلے کے بعد کا استعمال کیا کرو۔[1]

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ "**فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین**" نازل ہوئی تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم ڈھیلے کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں۔[2]

استنجے کی چھٹی سنت: انگوٹھی وغیرہ جس پر کوئی محترم نام اللہ کا نام یا کسی نبی یا کسی فرشتہ کا نام لکھا ہوا ہو تو اس کو نکال کر جائے۔

حضرت انسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو انگوٹھی اتار دیتے تھے۔[3]

استنجے کی ساتویں سنت: دائیں ہاتھ سے لید سے، ہڈیوں سے، استنجا نہ کرنا، حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے ہمیں یہ طعنہ دیا کہ تمہارے صاحب (یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم دیکھتے ہیں کہ تمہیں قضائے حاجت کے لئے بیٹھنے اور پاکی حاصل کرنے کا طریقہ تک سکھاتے ہیں۔

فرمایا: جی ہاں! ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ دائیں ہاتھ

---

(۱) اعلاء السنن ج: ۱، ص: ۳۰۰

(۲) مجمع الزوائد ج: ۱، ص: ۲۰۳

(۳) نیل الاوطار ج: ۱، ص: ۴۷

سے استنجا نہ کریں، اور قبلے کی جانب رخ نہ کریں، اور لید اور ہڈی سے استنجا نہ کریں[1]

حضرت عبداللہ بن قتادۃ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے، نہ دائیں سے استنجا کرے، اور نہ برتن میں سانس لے[2]

استنجے کی آٹھویں سنت: چھوٹے بڑے دونوں استنجوں میں جوڑ واں (دو، چار) عدد کے مطابق ڈھیلے استعمال کرنا مکروہ نہیں، لیکن اگر طاق عدد کے مطابق ڈھیلے استعمال کئے جائیں تو یہ مستحب ہے، مثلاً تین، پانچ، سات

حدیث پاک میں ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو آدمی ڈھیلے استعمال کرے تو چاہئے کہ بے جوڑ عدد کی رعایت کرے، یعنی تین یا پانچ ڈھیلے استعمال کرے، جس نے ایسا کیا اس نے اچھا کیا ورنہ کوئی حرج نہیں۔[3]

استنجے کی نویں سنت: بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت مسنون دعائیں پڑھنا بھی سنت ہے۔

حضرت انس سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو کہو: **بسم اللہ، اعوذ باللہ من الخبث و الخبائث**[4]

دوسری روایت میں ہے کہ آپ بیت الخلاء سے نکلتے تو فرماتے: **غفرانک الحمد للہ الذی اذھب عنی الأذیٰ وعافانی.**

---

(۱) مسلم شریف ج: ۱، ص: ۱۳۰

(۲) بخاری ج: ۱، ص: ۲۷

(۳) ابو داؤد ج: ۱، ص: ۱۳

(۴) کنز العمال ج: ۵، ص: ۸۶

حضرت علی سے مرفوعاً منقول ہے کہ جنات اور انسان کی شرم گاہ کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی بیت الخلاء میں جائے تو کہے: بسم اللہ[1]

اور بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے دعا پڑھے۔ اور اگر بھول جائے داخل ہونے کے بعد یاد آئے تو دل میں پڑھ لے، زبان سے نہ پڑھے۔ اور اگر جنگل وغیرہ میں ہو تو جس وقت اپنے کپڑوں کو سمیٹ رہا ہو، اس وقت دعا پڑھے۔

اور بیت الخلاء سے نکلنے پر حمد اس بات پر کرے کہ گندگی کا خارج ہوجانا یہ حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور عظیم احسان ہے۔ اس کا خارج نہ ہونا ہلاکت کا سبب ہے، اس کا نکلنا ایسی نعمت ہے کہ اس کے بغیر صحت باقی نہیں رہ سکتی۔ پس جب یہ گندگی دور ہوگئی اور نعمت حاصل ہوگئی تو حق یہ ہے کہ جس کے فضل سے یہ ہوا اس کی حمد کی جائے۔

اور مغفرت کی طلب اس لئے ہے کہ اپنے قصور کا اعتراف ہے کہ کھانا کھلانے کی نعمت کا شکر، اور غذا کا بدن میں تصرف، گندگی کا آسانی سے نکلنا، بدن کا تکلیفوں سے سلامت رہنا، یہ سب اللہ کی نعمتوں میں سے ہے۔ اور ان نعمتوں کا ہم کما حقہ حق ادا نہیں کرسکتے۔ اس پر اللہ سے مغفرت چاہی جارہی ہے، نیز اس حالت میں ذکر زبانی نہیں کیا جاسکا، اس قصور پر استغفار کیا جارہا ہے۔

بیت الخلاء سے نکلنے پر ایک دعا یہ بھی ہے: اَللّٰهُمَّ غفرانک ، الحمد للّٰه الَّذِی سوَّغنیه واخرجه عنّی خبیثاً.

یہی وہ دعا ہے جس کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو عبداً شکوراً کہا گیا ہے۔

استنجے کی دسویں سنت: بیٹھ کر پیشاب کرنا، حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی تم سے یہ بیان کرے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا ہے

(۱) اعلاء السنن ج: ۱، ص: ۳۰۷

تو اس کی تصدیق نہ کرو، آپ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے[1]

حضرت عمر کا ارشاد ہے کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔[2]

استنجے کی گیارہویں سنت: قضائے حاجت کرتے ہوئے بائیں پیر پر سہارا رکھنا اور دائیں پیر کو کھڑا رکھنا۔

بنو مدلج کے ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ سراقہ بن مالک نے ایک مرتبہ ذکر کیا کہ ہمیں ہمارے نبی نے اس طرح کی تعلیم دی ہے۔ ایک شخص نے مذاق کے طور پر کہا کہ کیا وہ تمہیں قضائے حاجت کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں۔

حضرت سراقہ نے فرمایا: ہاں! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم بائیں پیر پر سہارا رکھیں اور دائیں پیر کو کھڑا رکھیں۔[3]

استنجے کی بارہویں سنت: قضائے حاجت کرنے والے کو سلام نہ کرنا، حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور آپ پیشاب فرما رہے تھے، اس نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو مجھے اس طرح کی حالت میں دیکھے تو سلام نہ کر، اگر تو نے سلام کیا تو میں جواب نہیں دے سکوں گا۔[4]

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اس حالت میں سلام کرنا مکروہ ہے، اور ہمارے علماء احناف نے تصریح کی ہے کہ بعض اور مقامات میں بھی سلام کرنا مکروہ ہے، در مختار میں ہے:

(۱) نیل الاوطار ج: ۱، ص: ۸۵

(۲) مجمع الزوائد ج: ۱، ص: ۸۳

(۳) مجمع الزوائد ج: ۱، ص: ۸۴

(۴) ابن ماجہ ج: ۱، ص: ۳۰

سلامک مکروہ علی من سنسمع   ومن بعد ما ابدی یُسنُّ ویشرع

اس شخص کو تیرا اسلام کرنا مکروہ ہے جو تیرے کلام کو سن نہیں رہا، بلکہ دوسری طرف متوجہ ہے، اور اس شخص کو بھی جس کا بیان میں شروع کررہا ہوں۔

مصلٍّ وتالٍ، ذاکرٍ ومحدّثٍ   خطیب ومن یُّصغی الیهم ویسمع

نماز پڑھنے والا، تلاوت کرنے والا، ذکر کرنے والا، حدیث کا درس دینے والا، خطبہ دینے والا، اور وہ شخص جوان کی طرف کان لگا کر سن رہا ہے۔

ومکرِّرُ فِقہٍ جالسٍ لّقضائه   ومن بحثوا فی العلم دعهم لینفعوا

مسائل فقہ کا تکرار کرنے والا، قاضی جس وقت وہ فیصلہ کے لئے بیٹھا ہو، اور جو لوگ علمی بحث میں مشغول ہوں ان کو چھوڑ دے تاکہ وہ نفع حاصل کرلیں۔

مُؤذّنٌ ایضاً او مقیمٌ مُّدرِّسٌ   کذا الاجنبیاتُ الفَتِیَّاتُ امنع

اذان دینے والا، تکبیر کہنے والا، درس دینے والا، ایسے اجنبی نوجوان عورتوں سے سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔

ولُعَّاب شطرنج وشبهٍ بخلقهم   ومن هو مع اهلٍ لّه یتمتّع

اور شطرنج کھیلنے والا اور جوان کے مشابہ گنہ گار ہوں، اور جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ جماع کررہا ہو۔

ودع کافراً ایضا ومکشوف عورة   ومن هو فی حالة التغوّط اشنع

اور کافر کو بھی چھوڑ دے، سلام نہ کر، اور جس کی ستر کھلی ہوئی ہو، اور پیشاب، پاخانہ کرنے کی حالت میں سلام کرنا بہت ہی زیادہ برا ہے۔[1]

استنجے کی تیرہویں سنت: سوراخ میں پیشاب نہ کریں، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ

(۱) درمختار ج: ۲، ص: ۳۷۵، ۴۷، ۴۷۳

والسلام نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت قتادہؓ سے سوال کیا گیا سوراخ میں پیشاب کرنا کیوں منع ہے؟ فرمایا وہ جنات کے رہنے کی جگہیں ہیں، ایسے ہی سنسان وگنجان درختوں کے پاس بھی استنجانہ کرے وہ بھی جنات کا مسکن ہے۔[1]

اسی طرح کیڑے مکوڑے سانپ وغیرہ بھی سوراخوں میں رہتے ہیں، اگر ان میں پیشاب کیا گیا تو ان جانوروں کو تکلیف ہوگی، اور ہو سکتا ہے وہ نکل کر خود اس شخص کو بھی تکلیف پہنچا دیں۔

استنجے کی چودھویں سنت: غسل خانے میں پیشاب نہ کرنا، حدیث پاک میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص غسل خانے میں پیشاب کرکے وہیں وضو نہ کرنے لگے، کیونکہ اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ منع اس وقت ہے جب کہ غسل خانے میں پیشاب کے باہر جانے کا راستہ نہ ہو، یا زمین ایسی سخت ہو کہ اس سے چھینٹیں اڑتی ہوں کیونکہ اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں، کہ کہیں چھینٹیں کپڑے یا بدن پر نہ پڑگئی ہوں۔

اور اگر غسل خانہ مسجد کے قریب ہو اور اس میں پیشاب کرنے کی وجہ سے بدبو پیدا ہوتی ہو، اور اس سے نمازیوں کو تکلیف ہو، تو اس حالت میں غسل خانے میں پیشاب کرنے میں بھی کراہت ہے۔[2]

استنجے کی پندرھویں سنت: پانی میں پیشاب یا پاخانہ، نہ کرنا، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھہرے ہوئے اور بہتے ہوئے ہر طرح کے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

درمختار میں ہے: اور مکروہ ہے پانی میں پیشاب پاخانہ کرنا، اگرچہ پانی بہتا ہوا ہو۔

---

(۱) صحیح ترمذی ص: ۲۸

(۲) اعلاء السنن ج: ۱، ص: ۳۲۳

اور بحرالرائق میں ہے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب پاخانہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، اور بہتے ہوئے پانی میں مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ اس صورت کو مستثنیٰ کردیا جائے کہ اگر کشتی سمندر میں ہو تو اس صورت میں سمندر میں پیشاب پاخانہ کرنا مکروہ نہیں، کیونکہ ضرورت ہے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ پاک نہروں کے اوپر بیت الخلاء بنانا یا بیت الخلاء کے پانی کو اس میں پہنچانا منع ہے، ہاں اگر وہ نہر یا تالاب ناپاک پانی والا ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے[1]

استنجے کی سولہویں سنت: قضائے حاجت کرتے ہوئے سر کو ڈھانکنا چاہیے وہ ٹوپی سے ہو یا کسی اور کپڑے سے ہو۔ صدیق اکبرؓ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ سے حیا کرو، اللہ کی قسم میں نے جب سے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کی ہے میں ننگے سر قضائے حاجت کے لئے نہیں نکلا صرف اپنے رب سے حیا کی وجہ سے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ اس حالت میں سر ڈھانکنا مستحب ہے، اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا چاہیے، کیونکہ حق تعالیٰ زیادہ مستحق ہیں کہ ان سے حیاء کی جائے، اور یہ ستر کھلنے کی جگہ ہے، اور لوگوں سے بھی حیا کرنے کی حالت ہے۔

استنجے کی سترہویں سنت: بیت الخلاء میں جاتے ہوئے جوتے پہننا بھی مستحب ہے، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا، جب قضائے حاجت کے لئے جاتے تو جوتے پہن لیتے، اور سر کو ڈھانپ لیتے تاکہ پیر اس جگہ کی نجاست اور گندگی سے بچے رہیں، اور سر کو ڈھانکنا عام ہے چاہے ٹوپی سے ہو یا چادر اور رومال سے۔[3]

(۱) اعلاء السنن ج: ۱، ص: ۳۲۲

(۲) کنز العمال ج: ۵، ص: ۱۲۲ (۳) اعلاء السنن ج: ۱، ص: ۳۲۳

استنجے کی اٹھارہویں سنت: یہ بھی آداب میں سے ہے کہ پیشاب پاخانہ کرنے کی حالت میں نہ ہنسے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قضائے حاجت کے وقت ہنسنے سے منع فرمایا ہے[1]

استنجے کی انیسویں سنت: بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا۔

ام المؤمنین حضرت حفصہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ کو کھانے پینے میں، وضو میں، کپڑوں میں، لینے دینے میں، استعمال فرماتے تھے، اور ان کے علاوہ بائیں ہاتھ کو آگے رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ کا دایاں ہاتھ پاکی اور کھانے وغیرہ کے لئے ہوتا تھا، اور بایاں ہاتھ بیت الخلاء اور اسی طرح کی گندی جگہوں کے لئے تھا۔[2]

استنجے کی بیسویں سنت: علمائے احناف نے ذکر کیا ہے کہ پیشاب کرتے وقت ہوا کا رخ کرنا بھی مکروہ ہے، اور اس کے خلاف آداب میں سے ہے، اس باب میں حدیث بھی ہے، اور اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں پیشاب سے نہ بچنے کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

استنجے کی اکیسویں سنت: نیز چاند اور سورج کی جانب رخ کرنا بھی مکروہ ہے، اس باب میں بعض علماء نے حدیث بھی ذکر کی ہے لیکن اس کی کوئی اصل نہیں، البتہ اس حدیث سے استدلال ممکن ہے جس میں ہے کہ یہ دونوں یعنی چاند اور سورج اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ وہ کسی کی موت یا زندگی سے گہن میں نہیں آتے، پس ان کی طرف شرمگاہ کرنا مناسب نہیں،

(۱) مجمع الزوائد ج:۱، ص:۸۴

(۲) اعلاء السنن ج:۱، ص:۳۲۳

کیونکہ یہ اللہ کی بڑی نشانیوں میں سے ہیں۔

استنجے کی بائیسویں سنت: مرد کے لئے استبراء بھی لازم ہے۔ اور استبراء کا مفہوم یہ ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد یہ اطمینان کرلینا کہ اب قطرہ نہیں آئے گا، اور اس کی مختلف تدبیریں ہوسکتی ہیں۔ چل کر، کھنکار کر، بائیں کروٹ پر، سہارا دیکر، یا پیر کو جھٹکا دے کر، یا شرمگاہ کو نرمی سے دبا کر، یا جو صورت جس کے لئے مفید ہو۔

اور یہ واجب سے زیادہ مؤکد ہے، یہاں تک کہ قلبی اطمینان حاصل ہونے سے پہلے وضو کرنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ اگر شرمگاہ کے سوراخ سے باہر قطرہ ظاہر ہوگیا تو وضو بھی صحیح نہیں ہوگا۔[1]

استنجے کی تیئسویں سنت: ایسے ڈھیلے سے استنجا کرنا مسنون ہے، جو نہ تو کھردار ہو کہ اس سے کھال کو نقصان ہونے کا اندیشہ ہو، اور نہ چکنا ہو کہ ناپاکی دور ہونے کا مقصد ہی حاصل نہ ہو، بس بغیر ضرر کے ناپاکی دور کردے، اور نہ محترم ہو، نہ قیمتی ہو۔[2]

استنجے کی چوبیسویں سنت: اگر ڈھیلے اور پانی میں سے صرف ایک چیز کا استعمال کرنا منظور ہو تو پھر پانی کا استعمال کرنا پسندیدہ ہے، کیونکہ پانی سے سب کے نزدیک پاکی حاصل ہوجاتی ہے، اور اس میں سنت بھی پورے طریقے پر ادا ہوجاتی ہے۔ اور اگر دونوں کو جمع کرے تو یہ بہتر ہے۔ اور سنت ہے۔[3]

اور ڈھیلے سے استنجا کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لیجائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کو، اور تیسرا پھر آگے سے پیچھے کو، مگر یہ صورت اس وقت ہے جب کہ خصیتین نرم ہوکر لٹکے ہوئے ہوں، خواہ یہ کیفیت گرمی میں ہو، یا سردی میں، اور اگر خصیتین سخت ہوں تو پھر ترتیب مذکور کے خلاف ہوگی۔

(۱-۲-۳) مراقی ص: ۲۵

اور عورت ہر زمانے میں ہر حالت میں آگے سے پیچھے کو ڈھیلا لے جائے گی۔[1]

استنجے کی پچیسویں سنت: جب ڈھیلے سے صاف کر چکے تو پھر پہلے ہاتھ پر پانی بہائے، تاکہ ہاتھ ناپاکی کو جذب کرنے سے محفوظ ہو جائے۔[2]

استنجے کی چھبیسویں سنت: جب استنجے سے فارغ ہو جائے تو ہاتھ کو دوبارہ مٹی سے مل کر دھوئے۔ اور مقعد کو صاف کرے تب کھڑا ہو، تاکہ کپڑے پانی کے لگنے سے بچ جائیں۔

استنجے کی ستائیسویں سنت: جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو پہلے بایاں پیر اندر رکھے اور پھر دایاں پیر، اور بیٹھنے کی جگہ پہلے دایاں پیر رکھے اور پھر بایاں پیر، اور اترنے میں اور پھر باہر نکلنے میں اس کا الٹا کرے، وہاں بیٹھے ہوئے زبان سے ذکر نہ کرے، دل سے کر سکتا ہے۔ چھینک آنے پر الحمد للہ نہ کہے، نہ سلام کا جواب دے، نہ اذان کا جواب دے، نہ اپنی شرمگاہ کو دیکھے، نہ پاخانے کو دیکھے، کیونکہ اس سے نسیان پیدا ہوتا ہے، نہ تھوکے نہ بلغم صاف کرے، نہ کھنکارے، نہ زیادہ اِدھر اُدھر دیکھے نہ اپنے سے بے فائدہ حرکت کرے، نہ آسمان کی طرف دیکھے نہ زیادہ دیر تک وہاں بیٹھے، کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے۔[3] نہ خود سے بات کرے نہ کسی کی بات کا جواب دے۔

استنجے کی اٹھائیسویں سنت: جب تک زمین کے قریب نہ ہو جائے تو ستر نہ کھولے، کیونکہ ستر کھولنا ناجائز ہے، اور یہاں ضرورت کی وجہ سے ستر کھولنے کو جائز کیا گیا ہے، پس ضرورت کے بقدر کھولنے کی اجازت دی جائے گی۔[4]

استنجے کی انتیسویں سنت: پیشاب کے قطرات کو صاف کرنے اور اطمینان حاصل کرنے کے لئے رانوں کو کشادہ رکھے، اس کی کچھ تفصیل بائیسویں عنوان کے تحت گذر چکی ہے۔[5]

(۱-۲) مراقی ص: ۲۶

(۳) مراقی ص: ۲۷

(۴-۵) عارضۃ الاحوذی ج: ۱، ص: ۲۷

استنجے کی تیسویں سنت: استنجے سے فارغ ہونے پر اپنے پاجامے وغیرہ کے رومال پر چھینٹیں مارلیں، تا کہ شبہ سے محفوظ رہے، اور پیشاب کرنے سے جو حرارت پیدا ہوجاتی ہے، اس کو تسکین ہوجائے۔[1]

استنجے کے آداب ومستحبات اور سنتوں کی یہ تفصیل عارضۃ الاحوذی ج: ۱، اعلاء السنن ج: ۱، اور مراقی الفلاح میں مذکور ہے۔

یہاں تک تیس عنوان پورے ہوگئے مگر سنتیں اس سے زیادہ ہوگئیں، کیونکہ بعض عنوان کے تحت ایک سے زیادہ سنتوں کا ذکر ہے، مثلاً عنوان: ۷ میں تین سنتوں کا ذکر ہے، نیز ان میں بعض آداب ہیں اور بعض مکروہات ہیں، مگر عنوان سب سنتوں کا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت کا اثر: بہر کیف وہ آنے والے اگرچہ دیہات کے رہنے والے تھے، مگر اللہ اکبر! رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ مبارک جس کے اوپر پڑگئی ہے، چاہے وہ ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہ درجہ عطا فرمادیا اور وہ عقل سلیم ان کو عطا فرمادی کہ دنیا کے عقلاء سے بڑھ گئے اور ان کی فہم وفراست ساری دنیا سے فوقیت لے گئی۔

ایک صحابی کی بڑا عالم بننے کی خواہش: تو، وہ گاؤں والے سوال کرتے ہیں: اِنِّی اُحب ان اکون اعلم الناس، اے اللہ کے نبی! میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں۔

کیا جذبہ تھا؟ کیا ولولہ تھا؟ اور کیا رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کیمیا اثر کا فیض تھا؟ کہ گاؤں والے بھی بڑا عالم بننے کی تمنا کرتے تھے، اور عالم بننے کا جذبہ ان کے دلوں میں تھا۔

بڑا عالم بننے کا طریقہ: رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا طریقہ ارشاد فرمایا: اِتقِ اللّٰہ تعالیٰ تکن اعلم الناس. ترجمہ: تقویٰ اختیار کرو سب سے بڑے عالم بن جاؤ گے۔

---

(۱) عارضۃ الاحوذی ج: ۱، ص: ۴۷

قرآنی تعلیم کا خلاصہ: مجھے مختصر طور پر عرض کرنا ہے کہ تقویٰ کس کو کہتے ہیں جس طرح میں قرآنی تعلیم کا خلاصہ بیان کیا کرتا ہوں کہ قرآن کے علوم ومعارف کو کوئی بیان نہیں کرسکتا۔

حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ نے مشکلات القرآن کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی مختلف زمانوں اور مختلف زبانوں میں ایک لاکھ سے زائد تفسیریں لکھی گئی ہیں، اور بعض تفسیریں بہت لمبی لمبی ہیں۔

ایک ہزار جلدوں والی تفسیر: ایک تفسیر "حدائق ذات بهجة" ایک ہزار جلدوں میں تھی، اب اس کا وجود بھی باقی نہیں رہا، پچیس جلدوں میں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر تھی۔ اور پانچ جلدوں میں بسم اللہ کی تفسیر تھی، مگر اس کے باوجود کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہم نے پورا سمجھ لیا۔

تو قرآن کے علوم کو تو کوئی بیان نہیں کرسکتا، مگر خلاصہ چار چیزیں ہیں:

(۱) خدا کی عبادت (۲) رسول کی اطاعت

(۳) صحابہ سے محبت (۴) مخلوق کی خدمت

تو پوری قرآنی تعلیم کا خلاصہ یہ چار چیزیں ہیں، ان کو یاد رکھو اور پلے باندھ لو، اور اگر کوئی تم سے پوچھے کہ تمہارے قرآن میں کیا بیان کیا گیا ہے؟ تو اس کو بتادو کہ ہمارے قرآن میں بتایا گیا ہے: خدا کی عبادت کرنا، رسول کی اطاعت کرنا، صحابہ سے محبت رکھنا، مخلوق کی خدمت کرنا۔

اندھے کا ہاتھ پکڑ کر چلنے کا اجر: مخلوق میں سے جس کسی کو خدمت کی ضرورت ہے، مثلاً اندھا ہے اس کو خدمت کی ضرورت ہے اس کے بارے میں حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

من كاد مكفوفا اربعين خطوة غفرله ماتقدم من ذنبه وفي رواية وما تأخر[1]

(۱) مجمع الزوائد ج:۳، ص:۱۳۸، بتغییر۔

ترجمہ: جس شخص نے چالیس قدم کسی نابینا کی رہبری کی تو اس کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ و المتأخرۃ'' میں یہ روایت نقل کی ہے۔

تقویٰ کی تعریف اور خلاصہ: تو تقویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے حکم کا لحاظ رکھنا، کوئی حکم خداوندی ٹوٹنے نہ پائے، اور کوئی حکم خداوندی چھوٹنے نہ پائے۔ یہ تقویٰ کا حاصل ہے، ورنہ علامہ زبیدی نے صفحے کے صفحے لکھے ہیں۔ اور اس کی تفصیلی اقسام بیان فرمائی ہیں۔

میری تقریر کا حاصل: بہر کیف! اب اپنی تقریر کے خلاصہ کے طور پر دو باتیں مجھے عرض کرنی ہیں ایک یہ کہ ہر آدمی اپنے دل میں علم سیکھنے کا جذبہ پیدا کرے، اور قرآن پاک سیکھنے کی کوشش کرے، چاہے روزانہ آدھی ہی سیکھے۔

دوسرے یہ کہ جو طلباء گاؤں گاؤں سے، دیہات اور شہروں سے دور دراز کے علاقوں اور ملکوں سے یہاں علم دین حاصل کرنے آئے ہیں، آپ ان کی دل کھول کر مدد کریں گے، اور یہ ارادہ کریں گے کہ اب تک جو کچھ یہاں دیا کرتے تھے کہ اب آئندہ اس سے دوگنا دیں گے، ہمیں بھی علم دین سیکھنا ہے، اور اپنے اوقات کو فارغ کرکے جماعتوں میں جانا ہے، خود بھی نکلیں اور جب تک نکلنے کا موقع نہ ہو تو اپنے محلے کی مسجدوں میں سیکھنا سکھانا کریں گے، اور جو علم سیکھنے والے طلباء ہیں ان کو ایسا مستغنی کردیں گے کہ پھر ان کو کسی اور طرف التفات کی نوبت نہیں آئے گی۔

طلباء کے لئے ایک خاص عطیہ: ایک اور بات اگر ہمارے طلباء بھائی ہوں تو نوٹ کرلیں اور ذہن نشین کرلیں کہ استغفار کی کثرت سے اللہ تعالیٰ دل کے اوپر علم کا دروازہ کھول دیتے ہیں، اور اس سے بھی زیادہ اہم ہے اپنے آپ کو معاصی سے بچانا، جتنا آدمی اپنے آپ کو

گناہوں سے بچائے گا، اتنا ہی اس کے قلب پر اللہ تعالیٰ علم وحکمت کا دروازہ کھول دیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص نے چالیس دن دینی معلومات پر عمل کرلیا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کے اوپر علم کا چشمہ جاری فرمادیتے ہیں۔

نابینا کا حافظ قوی کیوں ہوتا ہے؟ اور تجربہ کرلو کہ نابینا کا حافظ سب سے زیادہ قوی ہوتا ہے مظفر نگر کے حافظ شوکت صاحب نابینا جہاں کہیں بھی میرا بیان ہوتا ہے وہ ضرور تشریف لاتے ہیں، اور لمبی لمبی حدیثیں انہوں نے یاد کرلی ہیں، اور بچوں کی طرح یاد کرتے ہیں کہ مجھے بھی ان کے سنانے اور پڑھنے پر بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اور چونکہ نابینا ایک بدنظری کی معصیت سے بچا ہوا ہے اس لئے اس کا حافظہ بڑا قوی ہوتا ہے، اس نظر کے بارے میں حدیث پاک میں ہے:

اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِن سِهَامِ اِبْلِيس.

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہرآلود تیر ہے، گھائل کرنے اور حملہ کرنے کے لئے ابلیس تیر چلاتا ہے، کسی خوبصورت کے اوپر نظر پڑی اور دل بے چین ہوگیا۔

جلال الدین سیوطی کا ایک مجرب نسخہ: اور جلال الدین سیوطی نے اپنا ایک مجرب نسخہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص روزانہ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر فقط تین مرتبہ پڑھ لے:

استغفر اللّٰہ العظیم الَّذِی لآ الٰہ الاَّ اللّٰہ ھُو الحیُّ القَیُّومُ الرحمن الرحیم بدیع السّمٰوات والارضِ وما بینھما من جمیعِ ظُلمی وجُرمی وَاسرافی علیٰ نفسی واَتُوبُ الیہ.

تو حق تعالیٰ اس کو علم کی سمجھ عطا کریں گے، علم کا سیکھنا اس کے لئے بڑا آسان ہوجائے گا۔

عاشورائے محرم الحرام

حق تعالیٰ کا ایک اہم انعام

وعظ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب

کاندھلوی مدظلہ العالی

عرضِ ناصر

ماہ محرم جیسا کہ نام سے ظاہر ہے نہایت محترم اور عظمت والا مہینہ ہے، اس ماہ میں متعدد انبیائے کرام، اور امتوں پر حق تعالیٰ کے مخصوص انعامات ہوئے ہیں، اس بنا پر ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم ان انعامات سے مستفیض ہونے کی کوشش کرتے۔ مثلاً روزہ رکھتے، اور اہل وعیال پر کھانے کی وسعت کرتے، حضرت حسینؓ نے اپنے پیش رووں، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی، حضرت علی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حق کے لئے خود کو اور اپنے خانوادے کو قربان کردیا، ہم بھی حق کے لئے جان دینے کا عہد کرتے، مگر اس کے برخلاف ایک گروہ نے اس مبارک ماہ کو غم کا مہینہ بلکہ منحوس مہینہ بنادیا ہے، کوئی بھی قوم جب کسی چیز کا آغاز کرتی ہے تو خوشی کے ساتھ کرتی ہے، اور اس کے خلاف بدشگون خیال کرتی ہے، مگر یہ عجیب تماشا ہے کہ روافض اپنے سال کی ابتدا "حزن" سے کرتے ہیں اور ایسا باور کراتے ہیں کہ گویا تاریخ اسلام میں یہی ایک واقعہ الم ناک اور کربناک ہے، اور بھی بہت سی خرافات اور رسومات اس ماہ میں کرتے ہیں، اور اہل سنت کے عوام بھی ان میں مبتلا اور ان سے متاثر ہیں، ماہ محرم کی اصل حقیقت کو واضح کرنے اور منکرات کی اصلاح کے لئے حضرت والا کا یہ وعظ شائع کیا جارہا ہے، جو کبھی بہت سالوں پہلے کیرانہ میں کیا گیا تھا، حق تعالیٰ ہدایت کا ذریعہ بنائے، اور گمراہی کو دور فرمائے۔ والسلام

محمد ناصر عفی عنہ تاؤلوی

۲ر محرم الحرم ۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نَحْمَدہٗ وَنَسْتَعِینہ وَنُصَلِّی علیٰ رَسُولِہِ الکرِیم امّا بعد!

فَقَدْ قَالَ اللّٰہ تَبَارَکَ وتعالیٰ فِی القُرانِ العظِیم، اَعوذُ بِاللّٰہ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم ، بِسْمِ اللّٰہ الرَّحمنِ الرَّحِیم، فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَO فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْھِم بِعِلْمٍ وَمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ.[۱] وفِی آیۃٍ اُخریٰ یومَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُولُ مَاذآ اُجِبْتُمْ قَالُوا لاَ عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلاَّمُ الغُیُوبِ[۲] وَفِی آیۃٍ اُخریٰ: وَیَومَ یُنَادِیْھِمْ فَیَقُولُ مَاذا اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ O[۳] وَفِی آیۃٍ اُخریٰ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّھُم اَجمعِین، عَمَّا کَانوا یَعْمَلُوْنَ.[۴]

خطبے کے بعد کا ابتدائیہ: میرے دوستو! اور بزرگو! میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن کریم کی مختلف جگہ کی آیتیں تلاوت کی ہیں، ان سب آیتوں کی تفصیل وتفسیر بیان کرنا منظور ومقصود نہیں، بلکہ ان آیات میں جو مضمون ارشاد فرمایا گیا ہے ان کی طرف اجمالی اشارہ کرنا ہے، یہ سارا کا سارا عالم اللہ نے اپنی قدرت کاملہ اور کلمہ کن سے پیدا فرمایا ہے، قرآن

(۱) سورۂ اعراف آیت: ۶–۷

(۲) سورۂ اعراف آیت:

(۳) سورۂ قصص آیت: ۶۵

(۴) سورۂ حجر آیت: ۹۲–۹۳

پاک اور احادیث میں متعدد جگہ اس کا تذکرہ ہے، اور آسمان وزمین کی پیدائش کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

سب سے پہلے کیا چیز تھی؟ حدیث پاک میں آتا ہے، حضرت عمران بن حصین جو جلیل القدر صحابی ہیں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یمن کے کچھ لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

جِئنَاکَ لِنَتَفَقَّهَ فِي الدِّينِ وَلِنَسْئَلَنکَ عَنْ اَوَّلِ هٰذَا الأَمْرِ مَا کَانَ.

جناب والا کی خدمت بابرکت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں، ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے کیا چیز تھی؟ ارشاد فرمایا:

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ معه شَئٌ وَفي رواية أخرىٰ وَلَمْ يَكُنْ قبله شئٌ.[1]

اللہ کی ذات عالی تھی اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی، ساری کی ساری چیزیں اللہ کے بنانے سے بنی ہیں، سب چیزیں مخلوق ہیں، اللہ کی ذات عالی ان کی خالق ہے، اور بنانے والی ہے، ایک روایت میں آتا ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا:

اَيْنَ كَانَ رَبُّنا قَبْلَ اَنْ يَّخلُقَ الخَلْقَ؟

اے اللہ کے رسول! ہمارے رب کریم مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھے؟ فرمایا:

فِي عَماءٍ ما فَوقه هَواءٌ وَمَا تَحته هَواءٌ[2]

عماء یعنی لامکان، اس لئے کہ زمان ومکان یہ حادثات اور مخلوق ہیں، اور خداوند قدوس نے جب چاہا زمانہ بنایا، جب اس مالک الملک اور قادر مطلق نے چاہا زمین بنائی، آسمان بنائے،

(۱) مشکوۃ ص: ۵۰۶

(۲) مشکوۃ المصابیح : کتاب احوال یوم القیامۃ وبدء الخلق باب بدء الخلق وذکر الانبیاء رقم: ۵۲۲۵، ص: ۱۵۹۵

دن اور رات کو بنایا قرآن کریم میں جیسا کہ زمین وآسمان کی پیدائش کو بھی بیان فرمایا گیا ہے، اسی طریقے سے دن اور رات کے بنانے کو بھی بیان فرمایا گیا ہے، ایک جگہ پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمِنْ اٰیٰتِهِ اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِی خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ[1]

اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن، سورج اور چاند تم سورج اور چاند کی عبادت نہ کرو، بلکہ اس ذات عالی کی عبادت کرو، جس نے سورج اور چاند اور رات اور دن کو پیدا فرمایا، اور سورج اور چاند بھی جس کو سجدہ کر رہے ہیں۔

سورج بھی اسی کو سجدہ کر رہا ہے: حدیث پاک کے اندر آتا ہے، سورج غروب ہونے والا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یَا اَبَا ذَرٍّ! اَتَدْرِي اَیْنَ تَذْهَبُ الشَّمْسُ؟[2]

اے ابو ذر! جانتے ہو سورج چھپنے کے بعد کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابو ذر غفاری نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج چھپنے کے بعد عرش الٰہی کے آگے جا کر سجدہ کرتا ہے، اور آئندہ نکلنے کی اجازت چاہتا ہے، اس کا سجدہ قبول ہوتا ہے اور آئندہ نکلنے کی اس کو اجازت دی جاتی ہے۔

جب سورج کا سجدہ رد کر دیا جائے گا: ایک وقت آئے گا کہ سورج عرش پاک کے آگے جا کر سجدہ کرے گا، اس کا سجدہ قبول نہیں کیا جائے گا، اور آئندہ نکلنے کی اجازت چاہے گا

(۱) سورۂ حم سجدہ آیت: ۳۷

(۲) مسلم شریف ج: ۱، ص: ۳۰۹، مسند احمد ج: ۵، ص: ۱۵۲، مشکوٰۃ ص: ۴۷۲

اس کو اجازت نہیں دی جائے گی، یہاں تلک کہ سورج وہیں رکا رہے گا، اور تین دن اور تین رات کے بقدر وقت گزر جائے گا۔

جب سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا: اس کے بعد حق تعالیٰ کی طرف ارشاد عالی ہوگا کہ وہاں سے طلوع کر جہاں چھپا کرتا تھا، سورج مغرب کی جانب سے طلوع کرے گا۔

حق تعالیٰ کی شان بے نیازی: اور اس عظیم واقعہ سے حق تعالیٰ کی اپنی شان بے نیازی کو دکھلانا مقصود ہوگا، کہ اے نادان انسان تو یہ سمجھ رہا تھا کہ تیرے سجدے سے میری ذات کو کوئی نفع ہے، اور تو سجدہ کرنے سے تکبر کر رہا تھا، دیکھ یہ سورج جو کروڑہا کروڑ برسوں سے سجدہ کرتا ہوا آ رہا تھا، آج اس کے سجدے کو بھی ہم رد کر رہے ہیں، خدا کی شان تو یہ ہے:

غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ   بے نیاز اور قابل تعریف

یہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر کے الفاظ ہیں، جب بنی اسرائیل یعنی حضرت موسیٰ کی قوم نے اللہ کے دین کے لئے اپنے گھروں کو چھوڑا اور ہمیشہ کے لئے چھوڑا، موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے تقریر فرمائی، جس کو قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا ہے:

وَقَالَ مُوسَى إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ[1]

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے لوگو! اے بنی اسرائیل! تم اپنے اس عمل کو اونچا عمل نہ سمجھنا، یہ خداوند قدوس کا کرم اور انعام ہے، کہ اس مالک الملک اور قادر مطلق نے تمہیں اس کی

(۱) سورۂ ابراہیم آیت: ۸

توفیق عطا فرمائی کہ تم اللہ کی رضا اور اللہ کے دین کے لئے گھروں کو چھوڑو، ارشاد فرمایا: اگر معاذ اللہ! تم سارے کے سارے منکر ہو جاؤ اور تم نہیں بلکہ پورے عالم کے انسان منکر ہو جائیں تو اللہ کی ذات عالی بے پرواہ ہے، اور قابل حمد ہے، اگر کوئی بھی ان کی تعریف نہ کرے، اور کوئی بھی ان کی ستائش اور مدح نہ کرے، تب بھی بے پرواہ ہے اور قابل تعریف ہیں۔

اطاعت میں بندے کا فائدہ ہے: حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کا کچھ فائدہ نہیں، جو اطاعت کر رہا ہے اسی کو فائدہ ہے، اسی طرح تمہارے کفر اور نافرمانی سے میرا کوئی نقصان نہیں، جو نافرمانی کر رہا ہے، اسی کا نقصان ہے، قرآن کریم میں بھی مختلف جگہ اس مضمون کو ارشاد فرمایا گیا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ[1]

جس کا جی چاہے ایمان لائے، اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔

ہمارا ایمان ہم پر اللہ کا احسان ہے: احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ پاک کے قرب وجوار میں جو قبیلے آباد تھے جب وہ مسلمان ہوئے تو مسلمان ہونے کے بعد وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے اسلام کا احسان جتانے لگے، اور کہنے لگے کہ مکہ والوں کے ساتھ تو آپ کو لڑنا پڑا، اور بڑی جدوجہد اور کوشش کرنی پڑی پھر بھی وہ آپ کی اطاعت کے لئے تیار نہ ہوئے، اور ہم خود بہ خود آپ کی اطاعت کے لئے آمادہ ہیں، اور خود بخود آپ پر ایمان لے آئے، یہ ان لوگوں نے ایسے انداز سے کہا کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا احسان جتا رہے ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا: ان کی سمجھ کم ہے اور شیطان ان کی زبان سے بول رہا ہے، حق تعالیٰ نے ان کی تردید میں قرآن پاک میں آیت شریفہ نازل فرمائی:

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم بَلِ اللَّهُ

(۱) سورۂ کہف آیت: ۲۹

يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ [۱]

یہ لوگ، یہ گنوار، یہ دیہاتی آپ پر اپنے ایمان لانے کا احسان جتاتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ رکھو بلکہ اللہ عزاسمہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہارے لئے ہدایت کا فیصلہ فرمایا، اور تمہارے لئے ایمان کا راستہ آسان فرمایا۔

شمسی نظام اور اطاعت رب: بہر کیف! میں عرض کر رہا تھا اللہ عزاسمہ اپنی شان بے نیازی کو ظاہر فرمانے کے لئے سورج کے سجدے کو رد فرمادیں گے، اور سورج کا سجدہ قبول نہیں کیا جائے گا، یہ سورج جو لاکھوں کروڑوں برسوں سے فرمانبرداری میں لگا ہوا ہے، اور ایک آنکھ جھپکنے کے بقدر وقت بھی اس نے نافرمانی نہیں کی، خداوند قدوس نے جو نظام اس کے لئے تجویز فرمادیا ہے، اور جو قانون قدرت اس کے لئے مقرر ہو گیا ہے، اسی کے مطابق یہ طلوع وغروب کر رہا ہے، یہ نہیں ہے کہ کسی کی موت کی وجہ سے یہ چھٹی کرے، یا کسی کی وفات کی وجہ سے یہ مؤخر ہو جائے، یہاں تک کہ انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم السلام اس عالم دنیا سے تشریف لے گئے، لیکن سورج اسی نظام کے مطابق طلوع وغروب کرتا رہا۔

نظام شمسی میں تبدیلی کے دو واقعے: البتہ احادیث اور سیر کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دو موقعے ایسے آئے ہیں کہ سورج کے نظام میں تغیر ہوا ہے، ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی جو بعد میں نبوت سے سرفراز فرمائے گئے، یوشع بن نون جب یہ قوم عمالقہ سے جنگ کر رہے تھے، اور حضرت موسیٰ کے یہاں ہفتہ کے دن جہاد کرنے کی ممانعت تھی، اور حضرت یوشع شریعت موسویہ کے متبع تھے، اس لئے یوشع بن نون کو خیال ہوا کہ اگر سورج غروب ہو گیا تو ہفتہ کی تعظیم کی وجہ سے جہاد روکنا پڑے گا، ایک رات ہفتہ کی ہوگی، اور ایک ہفتہ کا دن ہوگا، اور ایک رات اتوار کی ہوگی، قوم عمالقہ اتنے

(۱) سورۂ حجرات آیت: ۱۷ ابن کثیر ج: ۴، ص: ۲۶۴

وقت میں دوبارہ اپنی تیاری کر سکتے ہیں، اس وقت حضرت یوشع بن نون نے خداوند قدوس سے دعا کی تو سورج جو غروب ہونے والا تھا، وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا یہاں تک کہ حضرت یوشع بن نون کو حق تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی ہے[1]

اسی طریقے سے امام طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ خیبر کا واقعہ نقل فرمایا ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے موقعہ پر عصر کی نماز ادا فرمائی، اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد آرام کرنے کے لئے سیدنا حضرت علی رضی اللہ کی ران پر سہارا لگا کر لیٹ گئے، اور تھوڑی دیر کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ لگ گئی، حضرت علی مرتضیٰؓ نے اس وقت تلک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی، غروب کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی تو حضرت علی سے ارشاد فرمایا: اے علی کیا تم نے عصر کی نماز ادا کر لی؟ سیدنا حضرت علی نے عرض کیا کہ حضور میں نے ابھی نماز نہیں پڑھی، اس لئے کہ جناب والا میری ران پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے، مجھے یہ خیال ہوا کہ آپ کی آنکھ کھل جائے گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! علی آپ کے اور آپ کے رسول کے کام میں لگا ہوا تھا، سورج آپ کی مخلوق ہے، آپ سورج کو حکم دیں کہ یہ لوٹ آئے، سورج جو غروب ہو چکا تھا، واپس آ گیا، حضرت علی مرتضیٰؓ نے عصر کی نماز ادا فرمائی ہے[2]

مگر اس پر اشکال ہوگا کہ حدیث پاک کے اندر تو یہ آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل نے شکل انسانی میں آکر متعدد سوال فرمائے، منجملہ ان

---

(۱) مسلم شریف: کتاب الجهاد والسير. باب تحليل الغنائم لهذه الامة خاصة، رقم:١٧٤٧، ص:٨٣٣، ج:٢، رياض الصالحين، باب في الصدق رقم:٥٨، ص:٤٤، [مكتبة الافق لبنان]

(۲) ردالمختار ج:۲، ص:۱۶

کے ایک سوال یہ تھا:

أَيَنَام نَبِيٌّ؟ کیا نبی بھی سوتا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلاَيَنَام قَلْبُهُ[1]

نبی کی آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔

جب نبی کا دل نہیں سوتا تو پھر یہ نوبت کیوں آئی کہ نماز قضا ہوگئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نیند کا تعلق ان ظاہری آنکھوں سے ہے جس کی وجہ سے نماز قضا ہونے کی نوبت آ گئی، اور دل نہیں سوتا اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کے دل کا تعلق خداوند قدوس سے ہمیشہ رہتا ہے، نیند کی حالت میں بھی اور بیداری کی حالت میں بھی، اس تعلق میں سونے کی وجہ سے کوئی کمی نہیں آتی۔

یہاں پر ایک مسئلہ بھی ہے کہ اگر سورج غروب ہو کر پھر نکل آئے تو کیا عصر کا وقت لوٹ آئے گا؟ ظاہر مذہب تو یہی ہے کہ وقت عصر لوٹ آئے گا، جیسا کہ حضرت علی کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے اور امام شافعی کا مسلک بھی یہی ہے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جائے تو اس کی وراثت، نکاح وغیرہ سب اس کی طرف لوٹ آئیں گی، اور وارثوں نے جو مال تقسیم کر لیا ہو اور ان کے قبضہ میں باقی بھی ہو تو وہ اسی کی ملکیت شمار ہوگی۔

مگر اس پر ایک اشکال ہوگا کہ اگر سورج دوبارہ نکلنے سے وقت لوٹ آتا ہو تو اگر کسی روزے دار نے افطار کر لیا، یا کسی نے مغرب کی نماز پڑھی تو روزہ اور نماز باطل ہو جائے گی، یا صحیح ہو جائے گی۔

---

(۱) مسلم شریف : کتاب صلاة المسافرين وقصرها. باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه، رقم:۷۶۳، ص: ۳۲۶، ج: ۱، تحقيق: ابو قتيبه نظر محمد الفاريابي[دار طيبة الرياض]

شیخ اسماعیل نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ عصر کی نماز شفق کے غائب ہونے سے قضا ہوجاتی ہے اور سورج کی واپسی سے وہ ادا نہیں ہوسکتی، اور واقعہ حضرت علی میں یہ حضرت علی کی خصوصیت ہے کہ ان کی نماز اس صورت میں ادا ہوگئی، جیسا کہ الفاظ علی آپ کی اور آپ کے رسول کی اطاعت میں لگا ہوا تھا، سے معلوم ہوتا ہے۔

بہر کیف! ان دو واقعوں کا استثناء کرنے کے بعد کروڑ ہا کروڑ سال گزر چکے ہیں، سورج کے طلوع وغروب میں ایک لمحے اور ایک آن کا کبھی فرق نہیں آیا، تو سورج اتنی اطاعت کرنے والا ہے، لیکن اللہ عز اسمہ کو اپنی بے نیازی کا اظہار منظور ومقصود ہوگا، اس لئے سورج کے سجدے کو رد کردیا جائے گا، اور سورج آئندہ نکلنے کی اجازت چاہے گا اس کو اجازت نہیں دی جائے گی۔

قرب قیامت کی حیرانی وپریشانی: احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے اعتبار سے تین دن اور تین رات کے بقدر لمبی رات ہوجائے گی، انسان بلبلا جائیں گے، تین دن گزرنے کے بعد حق تعالیٰ کی طرف سے سورج کو حکم ہوگا کہ اور سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا، اور آدھے آسمان کے قریب آجائے گا، اور پھر مغرب ہی کی طرف لوٹ جائے گا، اور اس سے یہ بتلانا مقصود ہوگا کہ نظام عالم اتنا متغیر ہوگیا کہ سورج جس جگہ جاکر چھپا کرتا تھا وہاں سے طلوع ہوا ہے، حالانکہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ کروڑ ہا کروڑ سال سے اس نظام میں ایک آن اور ایک لمحے کا فرق نہیں آیا۔

روایات میں ہے کہ اس وقت میں جو شخص ایمان لائے گا نہ اس کے ایمان کا اعتبار ہوگا، یا اس وقت جو اپنی خطاؤں کی معافی چاہے گا تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی[1] قرآن کریم میں اس آیت شریفہ کے اندر حق تعالیٰ نے اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے:

(١) مشكوٰة المصابيح : كتاب الفتن. باب العلامات بين يدي الساعة وذكر الدجال، رقم:٥٤٦٧، ص:١٥٠٦، ج:٣

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْراً[1]

جب تیرے رب کریم کی بعض نشانیاں ظاہر ہوجائیں گی تو کسی شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا، جو اب تک ایمان نہیں لایا تھا، یا اپنی زندگی میں کوئی بھلائی اس نے نہیں کی تھی، اس وقت اگر وہ نیکی کرنا چاہے تو اس کی نیکی کا اعتبار نہیں ہوگا، غرض یہ کہ حق تعالیٰ کو ہماری اطاعت کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور نہ ہی ہمارے ایمان قبول کرنے کا حق تعالیٰ پر کوئی احسان ہے، وہ مالک الملک تو ہر چیز سے بے نیاز ہے، ایک حدیث قدسی میں ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے تمہارے انسان اور تمہارے جنات سارے کے سارے ایک فاجر دل پر جمع ہوجائیں۔ اور سارے کے سارے سرکش اور نافرمان ہوجائیں تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِن مُلْکِی شَیْئاً، سے میری سلطنت میں کوئی نقصان واقع نہیں ہوگا۔

حدیث ابوذر ایک اہم روایت: یہ روایت بڑی اہم ہے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند قدوس کی طرف سے نقل فرمایا ہے۔ پوری روایت آپ کو سنائے دیتا ہوں، حضرت ابوذر غفاری ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جبرئیل امین سے سنا ہے، جبرئیل امین نے ارشاد فرمایا: کہ میں نے خداوند قدوس سے سنا ہے، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا عِبَادِي! اِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ علي نفسي و جعلته بينكم محرما فلا تظالموا يا عبادي! كلكم ضالٌّ اِلَّا من هديته فاستهدوني اهدكم، يا عبادي! انكم تُخطئون بالليل والنهار وانا اغفر الذنوب ولا اُبالي

(۱) سورۃ انعام آیت: ۱۵۸

فاستغفروني اغفر لكم، يا عبادي! كلكم جائع اِلاَّ من اطعمته فاستطعموني اطعمكم، يا عبادي! كلكم عارٍ الا من كسوته فاستكسوني اكسكم، ياعبادي انكم لن تبلغوا ضرّي فتضرّوني ولن تبلغوا نفعي فتنفعوني، يا عبادي! لو انّ اوّلكم واخركم وانسكم وجنكم كانوا على افجر قلب رجل واحد منكم ما نقص ذلك من ملكي شيئاً، يا عبادي! لو انَّ اولكم واخركم وانسكم وجنّكم كانوا على اتقى قلب رجل واحدٍ منكم ما زاد ذلك في ملكي شيئا، يا عبادي! لو ان اوّلكم واخركم وانسكم وجنكم قاموا في صعيدٍ واحدٍ فسألوني فاعطيتُ كل انسان مسألته مانقص ذلك من عندي كما ينقص المخيط اذا ادخل البحر، يا عبادي انّما هي اعمالكم احصيها عليكم ثم اُوَفِّيها اياها فمن وجد خيراً فليحمد اللّٰه عزوجل ومن وجد غير ذلك فلا يلومن اِلاَّ نفسه أو كما قال عليه الصلوٰة والسلام، رواه مسلم[1]

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے، اور تمہارے اوپر بھی میں نے ظلم کو حرام کردیا ہے، پس آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اے میرے بندو! تم سارے کے سارے گمراہ تھے، مگر میں نے جس کو چاہا اس کو ہدایت ملی، تمہیں چاہئے کہ مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تمہارے لئے ہدایت کے دروازے کھول دوں گا، اور تمہارے لئے ہدایت کا فیصلہ کردوں گا۔

(۱) الاذكار للنووي ص: ۳۵٦، مشكوٰة ص: ۲۰۳-۲۰۵

اے میرے بندو! تم رات دن گناہوں میں مبتلا رہتے ہو اور میں سب گناہوں کو معاف کرنے پر (قدرت رکھنے) والا ہوں، تم مجھ سے معافی چاہا کرو، میں تمہیں معاف کردوں گا، اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں، (وہ بھوکا نہیں رہ سکتا) تو تم مجھ سے کھانا طلب کرو، میں تمہیں کھانے کو دوں گا، اے میرے بندو! تم سب کے سب ننگے ہو، نہ تم مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو، اور نہ نفع پہنچا سکتے، اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے، اور تمہارے انسان اور تمہارے جنات سارے کے سارے ایک فاجر دل پر جمع ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے، اور تمہارے انسان اور تمہارے جنات سارے کے سارے ایک متقی دل پر جمع ہو جائیں (یعنی سب فرمانبردار بن جائیں) تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا، اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے اور تمہارے انسان اور تمہارے جنات ایک جگہ جمع ہو جائیں پھر سب اپنی اپنی حاجتیں مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق عطا کردوں تو میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئی گی جتنی کہ سمندر میں سوئی کے ڈوبنے سے کمی آتی ہے، اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں شمار کر رہا ہوں، یعنی حفاظت سے لکھوا رہا ہوں، پھر تم کو اس کے مطابق بدلہ دوں گا، تو جو شخص بھلا بدلہ پائے وہ اللہ کی تعریف کرے اور جو اس کے سوا (یعنی برا بدلہ) پائے تو وہ اپنے کو ہی ملامت کرے۔

حق تعالیٰ کو ہدایت پسند ہے: اس حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تم کو ہدایت دوں گا، ہدایت کا سوال خداوند قدوس کے نزدیک سب سے زیادہ

محبوب اور سب سے زیادہ پیارا ہے، اور ہدایت اللہ عزاسمہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ پیاری چیز ہے۔

ہدایت کی سب کو ضرورت ہے: یہاں تک کہ ہدایت سے کوئی بھی مستغنی نہیں ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی ہدایت کا خداوند قدوس سے سوال فرمایا ہے، اسی طرح علماء اور صلحاء کو بھی ہدایت کی ضرورت ہے، علم والوں کو بھی ہدایت کی ضرورت ہے، اور جاہلوں کو بھی ہدایت کی ضرورت ہے، امیروں کو بھی ہدایت کی ضرورت ہے، اور فقیروں کو بھی ہدایت کی ضرورت ہے۔

غرض یہ کہ ہدایت ایک ایسی چیز ہے کہ دنیا کا کوئی متنفس ایسا نہیں جس کو ہدایت کی ضرورت اور احتیاج نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے بھی خداوند قدوس سے ہدایت کا سوال فرمایا ہے، اور ہدایت حق تعالیٰ کے ان بے انتہا انعامات میں سے ہے، جس کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے خاص بندوں کو مرحمت فرمایا ہے:

عاشورہ کی وجہ تسمیہ: اور حق تعالیٰ کے بے انتہا انعامات میں سے یہ عاشورائے محرم بھی ہے، اور اس کو عاشورہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس تاریخ میں دس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر مخصوص انعامات فرمائے گئے ہیں، اور حق تعالیٰ نے ان کو مخصوص انعامات سے نوازا ہے۔

عاشورہ محرم ایک اہم انعام: مجھے اس وقت محض ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ہے اس ماہ مبارک یعنی محرم الحرام میں جو قمری سال کا پہلا مہینہ ہے، اس ماہ مبارک میں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک بہت بڑا احسان وانعام ہوا ہے، اور اللہ عزاسمہ نے ایک ایسی نعمت سے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نوازا ہے، کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو ایک دوسرے کے کمالات واوصاف اور خوبیوں سے واقف ہیں ان کی زبان پر بھی اس کمال کا ذکر آئے گا، اور میدان حشر میں اس کا چرچا ہوگا۔

حشر کے میدان میں سورج کی تپش: حدیث پاک میں ہے کہ میدان حشر میں خداوند قدوس سورج کی گرمی کو ستر گنا بڑھا دیں گے، اور سورج کو سروں کے قریب کردیا جائے گا، اور بھوک اور پیاس ایسی مسلط کردی جائے گی کہ وہاں کے ایک انسان کی بھوک اور پیاس دنیا کے پورے عالم کے انسانوں پر اور پورے عالم کی مخلوق پر تقسیم کردی جائے تو ساری کی ساری مخلوق اس کو برداشت نہ کرسکے، ایسی بھوک اور پیاس ہوگی، حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ سورج دنیا میں جس وقت نکلتا ہے اس کے ساتھ نو فرشتے آتے ہیں جو سورج کے اوپر برف چھڑکتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے سورج کی تپش اور گرمی میں کمی ہوتی رہتی ہے، ورنہ سورج میں اس قدر گرمی ہوتی کہ پہاڑ کی چٹانیں پگھل جاتیں۔

زمین اور سورج کا فاصلہ: اور آج سورج کا تعلق چوتھے آسمان سے ہے، زمین سے لے کر آسمان تلک کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے، اور پانچ سو سال کا ہر آسمان کا دل (یعنی موٹائی) ہے اس اعتبار سے ہمارے اور سورج کے درمیان چار ہزار سال کا فاصلہ ہے، چار ہزار میل نہیں چار ہزار کلومیٹر نہیں، چار ہزار کوس نہیں، بلکہ چار ہزار سال کا فاصلہ ہے، لیکن اس کے باوجود بعض مرتبہ دھوپ میں نکلنا اور چلنا انسان کو بیمار کردیتا ہے، اور ہلاک کردیتا ہے، اگر ہلاک نہیں تو ہلاکت کے قریب کردیتا ہے، اور حیوان جھلس جاتے ہیں، تو اُس وقت جب کہ سورج کو سروں کے بالکل قریب کردیا جائے گا، اس وقت کی گرمی کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا، انسان اتنے پریشان ہوں گے، اور اتنے بلبلا جائیں گے کہ یہ چاہیں گے ہمارے لئے جہنم ہی کا فیصلہ ہوجائے لیکن اس پریشانی اور اس گھٹن سے اور اس انتظار سے نجات مل جائے، دنیا کے ستر سال کے بقدر وقت گزر جائے گا کہ انسانوں کی طرف کوئی التفات اور کوئی توجہ نہیں کی جائے گی، جب انتہائی پریشان ہوجائیں گے، تو آپس میں مشورہ کریں گے کہ حساب کی جلدی کوشش کی جائے تاکہ اس پریشانی سے چھٹکارا مل جائے۔

انبیائے کرام کا شفاعت سے انکار: اکٹھے ہوکر حضرت آدم کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے کہ اے ہمارے باپ! آپ خداوند قدوس کے سب سے پہلے نبی ہیں، اللہ عزاسمہ نے آپ کو اپنی قدرت کاملہ سے بنایا، اور آپ کی طرف فرشتوں سے سجدہ کرایا، اور آپ کو اپنی جنت کے اندر جگہ دی، ہم آپ کی اولاد ہیں آپ دیکھ رہے ہیں، کہ ہمارے اوپر کیا حالت گزر رہی ہے آپ خداوند قدوس سے یہ درخواست کریں اور یہ گزارش کریں کہ ہمارا حساب جلد ہو جائے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمائیں گے: اِنَّ رَبِّی غضب الیومَ غضباً. آج میرے رب کریم کو اس قدر غصہ اور جلال ہے کہ نہ اس سے پہلے اتنا غصہ اور جلال ہوا اور نہ آئندہ اتنا غصہ اور جلال ہوگا، اور میری ہمت نہیں کہ میں وہاں جا کر کچھ عرض کروں اگرچہ تم میری اولاد ہو اور میں دیکھ رہا ہوں جو تمہارے اوپر گزر رہی ہے، تم میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہو، لیکن میری ہمت نہیں ہے کہ وہاں جا کر کچھ عرض کرسکوں، جاؤ تم نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس چلے جاؤ، تو وہ مجمع حضرت نوح کی خدمت میں جائے گا، اور عرض کریں گے آپ اول رسول ہیں، خداوند قدوس نے آپ کو کچھ خصوصیات ایسی عطا فرمائیں جو دوسروں کو نہیں دیں، آپ ہمارے اوپر کرم فرمائیں اور ہمارے لئے سفارش کردیں کہ ہمارا حساب اور فیصلہ جلد ہو جائے، سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یہی ارشاد فرمائیں گے، جو حضرت آدم نے فرمایا تھا، اور کہیں گے کہ تم ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس چلے جاؤ، تب وہ مجمع حضرت ابراہیم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوگا، لیکن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انہی الفاظ سے معذرت فرمادیں گے، اور فرمائیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس چلے جاؤ، لیکن حضرت موسیٰ بھی معذرت فرمادیں گے، اور کہیں گے کہ حضرت عیسیٰ کے پاس چلے جاؤ، مجمع حضرت عیسیٰ کے پاس آئے گا، مگر حضرت عیسیٰ بھی اظہار معذرت کردیں گے اور کہیں

گے کہ آج شفاعت اور سفارش کا یہ درجہ سوائے نبی آخری الزماں جناب محمد مصطفیٰ کے کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکتا۔

حق تعالیٰ نے آپ کو مقام محمود عطا فرمایا ہے: جاؤ تم ان کے پاس جاؤ، وہ مجمع رسول پاک علیہ الصلوٰۃ السلام کے پاس آئے گا، اور آپ سے شفاعت کی درخواست کرے گا، آپ اللہ عز اسمہ کے سامنے شفاعت فرمائیں گے،[1] یہ ہے وہ کمال، یہ ہے وہ خوبی، اور یہ ہے وہ خصوصیت جو خداوند قدوس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دسویں محرم کو عطا فرمائیں۔

عاشورہ محرم کا دوسرا انعام: اور محرم کی دسویں تاریخ میں ایک اور کمال اور خصوصیت جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی ہے وہ یہ ہے:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ.

خداوند قدوس نے آپ کے سارے کے سارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں، اور آپ کی کسی بھی خطا اور کسی بھی گناہ پر کوئی بازپرس نہ ہوگی، یعنی آپ کے مقام بلند کے اعتبار سے اگر کوئی کوتاہی شفاعت وغیرہ کرنے میں ہو بھی جائے تو وہ اس معافی کے پروانے کے تحت آکر معاف ہے، لہٰذا آپ ہی کو شفاعت کا حق ہے کسی اور کی یہ مجال نہیں، اس تاریخ میں اس طرح دس انبیاء کو خداوند قدوس نے مخصوص انعامات سے نوازا ہے۔

لیکن میرے ذہن میں ایک بات اور آتی ہے کہ اس تاریخ میں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایک بڑا زبردست امتحان ہوا ہے، جیسا کہ سیدنا ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتحان ہوا ہے، اور اگر دیکھا جائے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان اس سے

(۱) مسلم شریف کتاب الایمان. باب اولیٰ اهل الجنة منزلة فیها، رقم:۳۲۷، ص:۱۱۰، ج:۱

(۲) سورۃ فتح آیت:۲

بڑھ کر ہے، اور اس امتحان میں رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کامیاب ہوئے، اور اعلیٰ درجہ کی اور نمایاں درجے کی کامیابی حاصل کی۔

میرے دوستو! وہ امتحان کیا تھا؟ وہ امتحان یہ ہے کہ دو صاحب زادے اور نواسے جن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نور نظر بنایا تھا، اور اپنے بیٹوں کی جگہ تصور فرمایا تھا، بلکہ بیٹوں سے زیادہ جن کے ساتھ محبت فرمایا کرتے تھے، حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام مسجد نبوی کے ممبر مبارک پر تشریف فرما ہیں اور خطبہ دے رہے ہیں، سامنے حضرت فاطمہ کا حجرہ تھا جو آج مسجد شریف کے اندر آ گیا ہے، حضرت حسن اور حضرت حسین دونوں کے دونوں لمبا کرتا پہنے ہوئے اور کرتے میں الجھتے ہوئے اور گرتے ہوئے آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کو قطع فرمادیا اور ممبر سے نیچے اترے، اور دونوں کو اٹھایا اور آغوش میں لیا، فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے:[1]

اِنَّمَا اَموالکم و اَولادکم فتنة.[2]

یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی اور فرمایا: میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ گرتے پڑتے آرہے ہیں تو میں صبر نہیں کرسکا، یہاں تلک کہ میں نے خطبہ درمیان میں روک کر ان کو اٹھایا۔

غرض یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے جن کو آپ نے ہمیشہ اپنی اولاد کے مثل رکھا، اور جن کے ساتھ آپ کی انتہائی شفقتیں تھیں ان کو شہادت کے بارے میں رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کو خبر دی گئی کہ تمہارے ماننے والے آپ کے خاندان کو ملیامیٹ کریں گے، اور آپ نے مختلف ارشادات میں اس کو بتلایا کہ میری امت میرے ان دونوں بچوں کو قتل

(۱) مشکوۃ المصابیح کتاب المناقب، باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم: ۶۱۶۸، ص: ۱۷۳۸، ج: ۳

(۲) سورۃ تغابن آیت: ۱۵

کرے گی۔[1] حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام خداوند قدوس کے اس فیصلہ کے اوپر راضی رہے۔ اورکوئی بات اپنی زبان سے اس کے خلاف نہیں کہی۔ یہ تھا وہ امتحان جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا، اور محرم کی دسویں تاریخ کو اس کا ظہور ہوا۔

حضرت آدم کی توبہ اسی دن قبول ہوئی: آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کے اندر بھیجا گیا تو مدتوں جنت کی جدائی پر روتے رہے، یہاں تک کہ علمائے تاریخ نے بیان کیا ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اتنا روئے کہ ساری دنیا کے انسانوں کے آنسو اگر جمع کئے جائیں تو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنسو بڑھ جائیں گے، دوسو سال متواتر جنت کی جدائی اور مالک کی ناراضگی پر روتے رہے۔

میرے دوستو! آج ہمیں احساس نہیں کہ جنت کیا ہے؟ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تو دن رات جنت کی جدائی پر بے چین رہے۔

حضرت آدم کی خوبصورتی: علمائے سیر نے بیان فرمایا ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خداوند قدوس نے جب جنت سے دنیا کے اندر بھیجا تو انتہائی حسین وجمیل اور انتہائی خوبصورت تھے، چودہویں رات کا چاند، ان کے حسن کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا، مگر دن رات رونے کیوجہ سے جسم عالی بالکل سیاہ ہوگیا تھا، غرض یہ کہ روتے رہے۔

دعائے آدم کے قبول ہونے کی وجہ: بعض نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم پر تشریف لائے اور وہاں آکر دو رکعت نماز ادا فرمائی، اور اس کے بعد اللہ کے آگے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ انک تعلم سِرِّی وعلانیتي فاقبل معذرتي وتعلمُ حاجتي

---

(۱) مشکوۃ المصابیح: کتاب المناقب، باب مناقب اهل بیت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم رقم: ۶۱۶۸، ص: ۱۷۳۸، ج: ۳

فاعطني سُؤلي وتعلم ما في نفسي فاغفرلي ذنوبي اسئلك ايماناً يُباشر قلبي ويقيناً صادقاً حتّٰى اعلم انّه لا يُصيبني اِلّا ما كتبتَ لي ورضّني بقضائك۔[1]

یہ دعائے آدم کہلاتی ہے، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا پڑھی۔ حق تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی، اے آدم! ہم نے تمہارے قصور کو معاف کر دیا، اور تمہاری اولاد میں سے ہر اس شخص کے قصور کو آج ہی معاف کر دیا جو اس دعا کو پڑھ کر معافی مانگے گا، اور ہم اس کی ایسی نفع والی تجارت کرائیں گے جو تمام تاجروں کی تجارت سے بڑھ کر ہوگی، دنیا ذلیل وخوار ہو کر اس کی طرف آئے گی اگر چہ وہ دنیا کا طالب نہ ہو۔

دعائے آدم کی قبولیت کی دوسری وجہ: اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خداوند قدوس کے آگے درخواست پیش کی اے اللہ! جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے میرے قصور کو معاف فرمادے، اللہ عز اسمہ کی طرف سے سوال ہوا اے آدم! تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ جن کا واسطہ تم اپنی دعا میں دے رہے ہو، اور جن کے طفیل میں تم معافی چاہ رہے ہو، تم نے ان کو کیسے جانا اور کیسے پہچانا؟ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: اے رب کریم! جب آپ نے مجھے پیدا فرمایا، اور میرے جسم میں روح ڈالی اور میری آنکھوں کو آپ نے بینائی عطا فرمائی۔ اور میری آنکھیں کھلیں تو میں نے آپ کے عرش پاک پر لکھا ہوا دیکھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

اسی وقت مجھے یقین ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ آپ کے نزدیک بہت اونچا درجہ ہے، جن کے نام نامی کو آپ نے اپنے نام نامی کے ساتھ اپنے عرش پاک پر لکھ رکھا ہے۔

(۱)

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا: یہ تمہاری اولاد میں خاتم النبیین ہیں، اگر میں ان کو پیدا نہ کرتا تو جنت ودوزخ کو بھی پیدا نہ کرتا۔[1] اور زمین وآسمان بھی پیدا نہ کرتا، اسی کو علامہ بصیری اپنے قصیدہ بردہ میں بیان فرماتے ہیں:

وکیف تدعوا الی الدنیا ضرورۃ من

لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم[2]

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا منظور ومقصود نہ ہوتا تو زمین وآسمان کو ان کا بنانے والا نہ بناتا، زمین وآسمان کا بننا اور انسان کا پیدا کیا جانا یہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیل اور صدقہ ہے، اگر آپ نہ ہوتے تو یہ بے چارہ انسان عدم سے وجود کی طرف نہ آتا، اس کو وجود کا جامہ نہ پہنایا جاتا۔

وسیلہ دے کر دعا مانگنے کا حکم: غرض یہ کہ حضرت آدم نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگی۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا اولیاء اللہ کے واسطے، یا خداوند قدوس کی صفات کے واسطے سے دعا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حدیث پاک میں ایک واقعہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

ایک نابینا صحابی کا قصہ: ایک نابینا صحابی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے، اور آکر عرض کیا: اے اللہ کے نبی! جناب والا میرے لئے دعا فرمادیں اللہ مجھے بینا کردے، ارشاد فرمایا: اگر تم اپنی اس حالت پر صبر کرو اور برداشت کرو تو

---

(۱) الخصائص الکبریٰ لابی الفضل جلال الدین السیوطی: ص: ۶-۷، ج: ۱، [دار الکتب العلمیۃ. بیروت: لبنان]

(۲) قصیدہ بردہ لعلامۃ بصیری ص: ۱۳، منظوم ترجمہ: مولانا محمد سعید الدین شیر کوٹی، ناشر: [محمدطیب شیر کوٹی اکیڈمی. کراچی]

تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

آنکھ اور اولاد کا بدلہ جنت: حدیث پاک میں ہے۔ حدیث قدسی ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس بندے کی میں دو محبوب چیزیں لے لیتا ہوں میں اس کے لئے سوائے جنت کے کسی اور بدلے پر راضی نہیں ہوں، وہ دو چیزیں یہ ہیں: ماں باپ کے سامنے اولاد کو انتقال[1] اور بینائی کا جاتے رہنا،[2] ان صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں یقیناً صبر کرتا، لیکن میں مسجد میں آنے سے معذور ہوں، اور میرا کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں، اس لئے مجھے انتہائی پریشانی ہے، بعض مرتبہ بھول کر دوسری طرف چلا جاتا ہوں، اور بعض جگہ بے خبری میں کسی نالی میں پیر پڑ جاتا ہے اور مجھے خبر بھی نہیں ہوتی، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ بینائی میری لوٹ آئے۔

آپ نے امت کو دعا سکھائی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھا بھائی وضو کرو، انہوں نے وضو کیا، ارشاد فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو، یہ نہیں فرمایا کہ میں تمہارے لئے دعا کروں گا، بلکہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بتلا دیا کہ خداوند قدوس نے ایک ایسی خوبی اور ایسی طاقت عطا فرمائی ہے کہ جو چاہو تم خداوند عالم سے لے سکتے ہو، قرآن کریم میں ایک جگہ نہیں بلکہ بہت سی جگہ وارد ہے:

اُدعونيٓ اَستجب لکُم.

تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔

غرض ان صحابی نے دو رکعت نماز پڑھی، ارشاد فرمایا: یہ دعا پڑھو:

---

(۱) مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز. باب البکاء علی المیت رقم: ۱۷۳۱، ص: ۵۴۳، ج: ۱

(۲) مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الجنائز. باب عیادۃ المریض وثواب المرض رقم: ۱۵۴۹، ص: ۴۸۸، ج: ۱

اَللّٰھم انّی اسئلک و اتو جّہ الیک بنبّک محمدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
نبیّ الرَّحمۃ یا محمداً صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِنّی اتو جہ بک الیٰ
رَبّی فی حاجتی ھذہ لتقضیٰ لی اللّٰھم فشفّعہ فیّ[1]

اس میں واسطہ اور وسیلہ ہے، جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا، اے اللہ! میں آپ سے مانگتا ہوں، اور میں آپ کی طرف آپ کے نبی برحق کے وسیلے سے متوجہ ہوا ہوں، میں آپ سے جو مانگ رہا ہوں، وہ آپ کے نبی برحق کے طفیل سے مانگ رہا ہوں۔

ان صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگی اور ابھی ہاتھ پھیرنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ وہ بینا ہو گئے۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خداوند قدوس سے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے دعا کی، خداوند عالم نے حضرت آدم کے قصور کو معاف فرما دیا، اور وہ محرم کی دسویں تاریخ تھی۔

حضرت ادریس پر ہونے والا انعام: اور اسی تاریخ میں خداوند قدوس نے حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ آسمانوں کے اوپر اٹھایا، جس کا تذکرہ سورۂ مریم میں حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا.

اور ہم نے ان کو بلند مرتبے تک پہنچایا۔

اس آیت میں ایک قول یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا گیا اور سفر معراج میں چوتھے آسمان پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کو قرب الٰہی اور معرفت کے بلند مرتبے عطا کئے گئے۔[2]

(۱) مشکوۃ ص: ۲۱۹

(۲) تفسیر ابن کثیر ص: ۱۲۷، ج: ۳

حضرت ابراہیم پر ہونے والا انعام: اسی ماہ مبارک کی دسویں تاریخ کو خداوند قدوس نے سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نمرود کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا، نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلانے کے لئے ہزاروں من لکڑیوں کی آگ تیار کی اور منجنیق (یعنی گوپھیا) کے ذریعہ حضرت ابراہیم کو برہنہ کرکے آگ کے انگاروں میں ڈالا، اس لئے کہ میلوں تک اس آگ کی تپش اور چنگاریاں پہنچ رہی تھیں، قریب میں کسی کا آنا دشوار تھا، پہاڑی کے اوپر منجنیق (یعنی گوپھیا) قائم کیا گیا۔[1]

اور جب آگ گل گلزار بن گئی: اور اس میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو برہنہ کرکے ڈالا گیا، جس وقت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام آگ میں پہنچے تو خداوند قدوس کا حکم عالی ہوا:

یٰنار کُونی بردًا[2] اے آگ! ٹھنڈی ہو جا

اس حکم کے ہوتے ہی سارے عالم کی آگ ٹھنڈی ہوگئی، خواہ کسی کی بھٹی کی آگ ہو، یا کسی کے چولہے کی آگ ہو، یا کسی کی چلم کی آگ ہو،[3] پھر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ساری آگ کا ٹھنڈا کرنا منظور و مقصود نہیں، بلکہ وہ آگ جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ضرر پہنچانے کے لئے تیار کی گئی تھی، اس آگ کا سرد کرنا منظور ہے، دوسری آگ روشن ہوگئیں، اور وہ آگ جس میں حضرت ابراہیم کو ڈالا گیا تھا، وہ ٹھنڈی ہوگئی، یہ محرم کی دسویں تاریخ تھی۔

حضرت موسیٰ پر ہونے والا انعام: اور اسی ماہ مبارک کی دس تاریخ کو سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خداوند قدوس نے فرعون اور فرعون کی جماعت کے مقابلے میں مدد فرمائی،

(۱) تفسیر ابن کثیر ص: ۱۸۴، ج: ۳

(۲) سورۃ انبیاء آیت: ۶۹

(۳) تفسیر ابن کثیر ص: ۱۸۵، ج: ۳

اور غلبہ نصیب فرمایا، فرعون بحر قلزم میں اسی ماہ مبارک کی دسویں تاریخ میں غرق ہوا تھا، موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام چالیس سال تک ان کے ملک میں ایمان کی محنت فرماتے رہے، چالیس سال کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو یہاں سے لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہو جائیں، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رات کے وقت اعلان فرمایا، تقریباً گیارہ لاکھ اور بہتر ہزار اشخاص بنی اسرائیل کے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہو گئے، فرعون نے مع اپنی جماعت کے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھیوں کا تعاقب کیا، بنی اسرائیل بحر قلزم کے کنارے پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حق تعالیٰ نے بحر قلزم میں راستہ بنا دیا، اور بنی اسرائیل دریا سے پار ہو گئے، اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کو وہاں پر ڈبو دیا قرآن پاک میں یہ واقعہ حق تعالیٰ نے بڑی تفصیل اور وضاحت سے ارشاد فرمایا ہے۔[1]

مدینہ پاک کا پہلا محرم: حدیث پاک میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ پاک تشریف لائے، اور پہلا محرم آیا تو مدینہ کے یہودیوں کو دیکھا کہ محرم کی دسویں تاریخ میں روزہ رکھتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیسا روزہ ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ ہمارے نبی موسیٰ کلیم اللہ کو خداوند قدوس نے اس ماہ مبارک میں دشمن (فرعون) پر کامیابی اور فتح نصیب فرمائی تھی، موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی شکراً اس تاریخ میں روزہ رکھا، اور ہم بھی ان کی اتباع میں روزہ رکھتے ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا احق واولیٰ باتباع موسیٰ منکم۔[2]

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ص: ۳۳۲، ج: ۲، بخاری شریف : باب صیام یوم عاشوراء ص: ۲۶۸، ج: ۱

(۲) مشکوٰۃ ص: ۱۸۰

میں موسیٰ کے اتباع کا بہ نسبت تمہارے زیادہ مستحق ہوں۔

چنانچہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی روزہ رکھا، اور مدینہ پاک میں بہت اہتمام کے ساتھ اس کا اعلان کرایا کہ جس شخص نے ابھی تلک کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے کی نیت کر لے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ نفلی روزے کی نیت آدھے دن کے ہونے سے پہلے تک کی جا سکتی ہے[1] بشرطیکہ اس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو، اور یہ بھی اعلان کرایا کہ جس نے کچھ کھا پی لیا ہو وہ بھی بقیہ دن میں کچھ نہ کھائے پیئے، روزہ داروں کی سی صورت بنائے رکھے۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دسویں تاریخ کے روزے کا اہتمام فرمایا اس لئے ہم نے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھوایا وہ بچے جو غیر مکلف تھے، اور روزہ رکھنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے تھے، ان بچوں کو بھی ہم نے روزہ رکھوائے، وہ بھوک کی وجہ سے بے تاب ہوئے تو ہم نے روئی کی گڑیاں بنا بنا کر کھیلنے کے لئے ہم نے ان کو دے دیں کہ ان کے اندر لگ جائیں اور ان میں لگ کر وقت گزر جائے، اور اس کے بعد ہمیشہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس محرم کی دسویں تاریخ کے روزے کا اہتمام فرماتے رہے، البتہ ابتداء میں یہ روزہ فرض تھا، جب رمضان کا روزہ فرض ہو گیا تو یہ نفلی روزہ رہ گیا، جس سال ربیع الاول میں آپ کا وصال ہوا ہے اس سال میں بھی آپ نے اس تاریخ کا روزہ رکھا، اور فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو اس ایک روزے کے ساتھ ایک روزہ اور رکھوں گا۔

یہود کے ساتھ مشابہت ناپسند ہے: اس لئے کہ ایک روزے میں یہود کے

---

(۱) جاز صوم رمضان والنذر المعین، والنفل بنیۃ ذلک الیوم، او بنیۃ مطلق الصوم، او بنیّۃ النفل من اللیل الی ماقبل نصف النہار. [فتاویٰ ہندیہ ج: ۱، ص: ۱۹۵]

ساتھ مشابہت ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کے اندر بھی یہود کے ساتھ مشابہت پسند نہیں فرمائی، حصکفیؒ نے اپنی مشہور کتاب درمختار میں ایک جزئیہ نقل کیا ہے کہ محض دسویں تاریخ کا ایک روزہ رکھنے میں کراہیت ہے، زیادہ بہتر اور اولیٰ تو یہ ہے کہ نو اور دس کے دو روزے رکھے جائیں:

المستون أن يصوم عاشوراء مع التاسع كذا في فتح القدير[1]

اور اگر نو تاریخ کو کوئی نہیں رکھ سکا تو دس اور گیارہ کا روزہ رکھا جائے ہتو محرم کی ان تاریخوں میں دو روزے سنت ہیں۔

سال بھر کے نفلی روزے: اور سال بھر میں اکیاون روزے مسنون ہیں، رمضان المبارک کا روزہ پورے مہینے کا فرض ہے، جو مکلّف ہیں، مرد ہو یا عورت، اور عورت کے عذر نسوانی [حیض ونفاس] کی بنا پر جو روزے چھوٹ جائیں گے ان کی دوسرے دنوں کے اندر قضا کرے گی۔

بہر کیف! رمضان المبارک کے روزے تو فرض ہیں، اور ان کے علاوہ اکیاون روزے مسنون ہیں، ۹ ر ذی الحجہ کے پہلے عشرے کے، پہلی تاریخ سے لے کر نویں تاریخ تک، حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے، ابوداؤد شریف کی روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ایک ایک روزے پر خداوند قدوس ایک ایک سال کی عبادت کا اجر وثواب عطا فرماتے ہیں، اور ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں ایک ایک رات کی عبادت پر ایک ایک سال کی عبادت کا اجر وثواب عطا فرماتے ہیں[2]

(۱) درمختار للعلامة الحصكفي: كتاب الصوم ۱۴۰۶، ج: ۱، [زكريا بكڈپو: ديوبند] بتغيير يسير.

(۲) ترمذی ج: ۱، ص: ۱۵۸

اورارشادفرمایاکہ نویں ذی الحجہ کو جوایک روزہ رکھے گا خداوندقدوس اس کے دوسال کے ایک سال پہلے کےاورایک سال بعد کے گناہ معاف فرمادیں گے۔[۱]

اورایک روزہ پندرہ شعبان کا ہے،حدیث پاک میں ہے:

اذا کان لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا نھارھا او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔[۲]

جب شعبان کا مہینہ آدھا ہوجائے تو رات کو(اللہ ہمت اورتوفیق دیں) جاگو،اور بیدار رہو،اوراگلے دن صبح کوروزہ رکھواور چھ روزے عید کے بعد شوال کے مہینے کے ہیں،ان کے لئے ضروری نہیں کہ پےدرپے ہی رکھے جائیں، بلکہ پورے مہینے میں یہ چھ روزے پورے کر لئے جائیں،حدیث پاک میں یہ ارشاد ہے کہ جس شخص نے رمضان المبارک کا روزہ رکھااوراس کے بعد شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھے اس کو خداوند قدوس پورے سال کے روزوں کا اجروثواب مرحمت فرمائیں گے،[۳]اوردوروزے محرم کے ہیں،اور تینتیس روزے ایام بیض کے ہیں،ہر مہینے میں تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخوں کے روزے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے۔[۴]

عرض میں کررہاتھا،کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاکہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہاتو میں اس ایک روزے کے ساتھ ایک روزہ اور ملاؤں گا، تاکہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ رہے،مگر میرے دوستو! آج ہم رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادگرامی پر کیا

(۱) مشکوٰۃ المصابیح ص: ۱۷۹

(۲)مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصوم: باب قیام شھر رمضان رقم:۱۳۰۸، ص:۳۰۹، ج:۱

(۳)مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصوم: باب صیام التطوع رقم:۲۰۴۷، ص:۶۳۵، ج:۱

(۴)الترغیب والترھیب: الترغیب فی صوم ثلاثۃ ایام من کل شھر رقم:۱۶، ص:۷۷، ج:۲

عمل کرتے ؟ ہم تو ان کی پیروی کررہے ہیں، اوران کا اتباع کررہے ہیں جو اللہ کےاوراس کے رسول کے دشمن ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، محرم کے مہینے میں یہ جو ساری کی ساری خرافات ہورہی ہیں، یہ سب یہود کا پروپیگنڈہ ہیں، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جس چیز کا حکم دیا تھا ہم اس کے بالکل برعکس کررہے ہیں۔

یہ روافض کا جو فرقہ ہے ان کی اصل یہود سے نکلی ہے، اور عبداللہ بن سبا یہودی نے اسلام سے ہٹانے کے لئے اور مسلمانوں کو صحابہ کرام سے بدول کرنے کے لئے اور مسلمانوں کو قرآن وسنت سے دور کرنے کے لئے اس فرقے کی بنیاد ڈالی تھی، جس کی آج ہم اقتدا اور پیروی کررہے ہیں۔

تاریخ سے یہ بات ثابت ہیکہ حضرت حسنؓ کی شہادت اور حضرت معاویہ کی وفات کے بعد یزید کی خلافت قائم ہونے پر حضرت حسینؓ کو کوفہ والوں نے بہت زیادہ اصرار واکراہ سے کوفہ آنے کی دعوت دی، اوراس سلسلے میں تقریباً ڈیڑھ سو خطوط حضرت حسین کو لکھے، اور جب حضرت حسین نے مسلم بن عقیل کو تحقیق حال کے لئے کوفہ بھیجا تو اول اہل کوفہ نے ان کے ساتھ حسن اخلاق کا برتاؤ کیا، اور حضرت حسین کی امارت پر بیعت کی، طلاق وعتاق کی قسم کھائی، مطلب یہ اگر انہوں نے جھوٹ بولا تو ان کی بیویوں کو طلاق اور غلام آزاد، ان وفاداروں کی تعداد اول بارہ ہزار پھر بڑھ کر اٹھارہ ہزار ہوگئی تھی، یہ جاں نثاری دیکھ کر حضرت مسلم نے اُدھر تو حضرت حسین کو خط لکھ دیا کہ کوفہ تشریف لے آئیں، حالات موافق ہیں اور ادھر اپنے حامیوں کو لے کر عبیداللہ بن زیاد کے خلاف آواز بلند کردیا، اس وقت حضرت عقیل کے ساتھ چار ہزار کی فوج تھی، ابن زیاد نے قصر کے دروازے بند کردیے، جب حضرت عقیل قصر پر پہنچے تو ابن زیاد کے حامی کوفہ کے سرداروں نے (جو پہلے سے قصر میں تھے۔ اور ابن زیاد سے ساز باز کرچکے تھے) مسلم کے

حامیوں کو اشارہ کیا کہ وہ مسلم کا ساتھ چھوڑ کر چلے جائیں، ابن زیاد نے بھی ڈرایا دھمکایا، عورتیں آ کر اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو پکڑ کر لے گئیں، اس طرح سب لوگ تتر بتر ہو گئے، یہاں تک کہ ان کے ساتھ صرف پانچ سو آدمی رہ گئے، پھر اور کم ہوئے تو تین سو، پھر تیس، پھر دس، پھر وہ بھی پھر گئے، یہاں تک کہ وہ اکیلے تھے ان کو راستہ بتانے والا بھی کوئی نہ تھا، رات کی تاریکی میں وہ تن تنہا پھر رہے تھے، سمجھ میں نہیں آتا کہ کدھر جائیں۔

پھر یہ ہوا کہ ابن عقیل نے ایک شخص کے گھر میں پناہ لی اس گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا عبدالرحمٰن نے جن کے گھر میں وہ تھے امان دیا انہوں نے خود کو اس کے حوالے کر دیا مگر اس نے دشمنوں کے سپرد کر دیا، حضرت مسلم کو ابن زیاد کے حکم سے محل کی چوٹی پر چڑھایا گیا، اور بکیر بن عمران نامی شخص نے ان کی گردن ماردی، اور ان کا سر قصر سے نیچے پھینک دیا گیا، پھر جسم بھی گرادیا گیا۔

ادھر حضرت حسین مدینہ سے روانہ ہو چکے تھے، راستے میں حادثہ کی خبر پہنچی، آپ نے اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون پڑھا، اور فرمایا اب ان کے بعد زندگی میں لذت بھی باقی نہیں ہے۔ یہاں وہ اعراب (دیہات والے) جو راستے میں آپ کے ساتھ مل گئے تھے ساتھ چھوڑ گئے، اور اب آپ کے ساتھ صرف وہ افراد رہ گئے جو مکہ سے آپ کے ساتھ تھے۔

ابن زیاد نے عمر بن سعد کو بھیجا تو حضرت حسین نے فرمایا: یا تو مجھے چھوڑ دو جیسے آیا ہوں واپس جاؤں یا یزید کے پاس لے چلو، اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دوں وہ جو چاہے فیصلہ کرے، یا پھر ترکوں کی طرف جانے دو تاکہ ان سے جہاد میں اپنی جان دوں، ابن زیاد نے چاہا کہ ان کو یزید کے پاس بھیج دوں مگر شمر نے کہا: نہیں، ان کو آپ کا حکم ماننا چاہئے، حضرت حسین نے فرمایا: نہیں ایسا نہیں کروں گا۔

غرض یہ کہ جنگ ہوئی، تقدیر تدبیر پر غالب آ گئی، اور اس طرح خانوادۂ رسول کا ایک

عظیم سپوت عاشورہ محرم جمعہ یا ہفتہ کے روز ۶۱ھ میں اپنے خاندان کے بہتر افراد کے ساتھ کربلا کے میدان میں اپنی جاں جان آفریں کے سپرد کر گیا، اور حق کے حامیوں کے لئے مثال قائم کر گیا، اور یہ ایک بیش بہا وراثت اہل حق کے لئے ثابت ہوگئی جس سے نسل در نسل سہولت کے بجائے مشقت، رخصت کے بجائے عزیمت اور بزدلی کے بجائے پامردی کا درس ملتا رہے گا، اور یہیں سے سرفروشی اور مجاہدانہ کارناموں کا تسلسل شروع ہوا جو دلوں کو یقین اور ایمان اور ہمت واستقلال سے معمور ومخمور کرتا رہے گا، اور جب بھی دنیا میں اہل حق کی کوئی تحریک ابھرے گی، (اور وہ ناکام ہوگی یا کامیاب ہوگی تو) اس کا سرا اسی کربلا کے میدان سے آکر ملتا رہے گا۔

اہل کوفہ نے جس طرح حضرت مسلم اور سیدنا حضرت حسین کے ساتھ غداری کی اور ان کو یک وتنہا اور بے یار ومددگار چھوڑا یہ ایک طویل اور کرب ناک داستاں ہے، حضرت حسین کے سامنے عقیدہ، اصول، اخلاق، قدریں اور اسلام کے اعلاء کا جذبہ تھا جب کہ دوسری طرف عقیدہ واصول کی کوئی بات نہ تھی، بلکہ موقعہ پرستی تھی اور یہ لوگ دولت ومنصب کے سامنے عزت اور ضمیر کا سودا کرنے والے تھے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ محبین حسین نے محبت کے نام پر کس طرح کی خرافات اور رسومات وبدعات کو پھیلایا، بلکہ سیدنا حسین کے موقعہ شہادت کو ایسا بنا کر پیش کیا گیا کہ جیسے اس واقعہ کے سوا کوئی واقعہ تاریخ اسلام میں ہوا ہی نہیں، اور گویا اسلام کی کل متاع یہی ہے بعض جگہ اس ماہ محرم کو منحوس مان لیا گیا اس لئے وہ اس میں کوئی خوشی کا کام شادی نکاح وغیرہ نہیں کرتے۔

حدیث معاذؓ

أَنْ تَمُوتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰه

وعظ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب

کاندھلوی مدظلہ العالی

عرض ناصر

سیدی ومرشدی حضرت اقدس دامت برکاتہم کا یہ وعظ ہے، جو مظفر نگر فخر شاہ والی مسجد کھالا پار میں مولانا محمد موسیٰ صاحب مدظلہ کی دعوت پر کیا گیا تھا، اس کا بیشتر حصہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اَنْ تموت ولسانک رطبٌ من ذکر اللّٰہ کے مضامین پر مشتمل ہے، اسی کے ذیل میں محبوب صحابی رسول یمن کے حاکم اور گورنر حضرت معاذ کا بھی اچھا خاصا تعارف آ گیا ہے، پہلے مواعظ وخطبات کی طرح اس میں بھی بہت سے دینی وعلمی اور اصلاحی مسائل ومعارف آ گئے ہیں، حق تعالیٰ اس کو بھی امت کے لئے نافع بنائے، اور حضرت والا کے علوم ومعارف روحانی واحسانی فیوض وبرکات کو عام اور تام فرمائے، آمین یارب العالمین

وَصلَّی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعین برحمتک یا أرحم الراحمین.

محمد ناصر عفی عنہ تاؤلوی

۲ر ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ. نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ وَنَسْأَلُہُ الْکَرَامَۃَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّہٗ قَدْ دَنیٰ اَجَلِی وَأَجَلُکُمْ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَاوَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،بَعَثَہٗ بَیْنَ یَدِی السَّاعَۃِ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْراً. مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْرَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَایَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئاً نَسْأَلُ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ أَنْ یَّجْعَلَنَامِمَّنْ یُّطِیْعُہٗ وَیُطِیْعُ رَسُوْلَہٗ وَیَتَّبِعُ رِضْوَانَہٗ وَیَجْتَنِبُ سَخَطَہٗ،فَاِنَّمَا نَحْنُ بِہٖ وَلَہٗ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً.اَمَّابَعْدُ!

عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ تبارك وتعالی عنه وأرضاه انّه قال: آخر كلام فارقت عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ان قلتُ:اَیُّ الأعمال أحبُّ إلى اللّٰه تبارك وتعالیٰ؟ قال أن تموت ولسانُك رَطبٌ مّن ذكرالله رواه الطبراني اوكماقال عليه الصلوة والسلام.

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: تیری موت اس حال میں آئے کہ تیری زبان اللہ

کے ذکر سے تر وتازہ ہو۔

میرے محترم بزرگو! اور میرے پیارے عزیز دوستو! کافی دنوں کے بعد آپ کی مسجد میں بیان کی غرض سے حاضری ہوئی، اور ایسے وقت میں نوبت آئی کہ بیان کی ہمت نہیں رہی، مگر امیر جماعت مولانا محمد موسیٰ صاحب کا ارشاد عالی ہوا ان کے ارشاد کے مطابق حاضر ہو گیا ہوں کیونکہ امیر کی اطاعت ضروری ہے، مختصر سی حدیث پاک میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے، اس کے مضمون کی وضاحت کے لئے تو بڑے وقت کی ضرورت ہے، فراغت ہو اور اطمینان کے ساتھ اس کے مضمون کو بیان کیا جائے، تب کہیں اس کے اسرار ونکات کی طرف کچھ اشارہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت معاذ کا تعارف: حضرت معاذ بن جبلؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، ان کے کمالات اور خوبیوں کو کوئی بیان نہیں کر سکتا، حق تعالیٰ نے ان کو ظاہری وباطنی کمالات کا مجموعہ بنادیا تھا، ان کے حسن ظاہری کا حال یہ تھا کہ ان کے دانت ایسے معلوم ہوتے تھے گویا موتی ٹانک دیئے ہوں اور ان کے حسن باطنی کے متعلق رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی: **وأعلمهم بالحلال و الحرام معاذ بن جبل**[1] صحابہ کرام کی جماعت میں حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں، اور ایک روایت میں تو یہ ہے: **أعلم أمتي بالحلال والحرام معاذبن جبل** میری امت میں سب سے زیادہ حلال وحرام کے جاننے والے معاذ بن جبل ہیں، یہ ان صحابہ میں ہیں جن کے بارے میں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حیات طیبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ اگر اہل ضرورت تم سے فتویٰ لیا کریں تو فتویٰ دے دیا کرو،[2] اور وہ چودہ حضرات ہیں: جن کو فتویٰ کی اجازت تھی، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان غنیؓ، علی مرتضیٰؓ، عبدالرحمن بن

---

(۱) ترمذی شریف: ابواب المناقب ص: ۲۱۹، ج: ۲

(۲)

عوفؓ، ابی بن کعبؓ، ابن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، عمار بن یاسرؓ، حذیفہؓ، سلمان فارسیؓ، زید بن ثابتؓ، ابو موسیٰؓ، ابو درداء رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ قرآن سیکھو معاذ بن جبل سے، عبداللہ بن مسعود سے، ابی بن کعب سے، زید بن ثابت سے۔(۱) رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک زمانے کے قاری بھی ہیں، اور مفتی بھی ہیں، اور صحابہ کرام بھی ان کے فتوے کے کی قدر کرتے تھے۔

دینی محنت کا ایک واقعہ: کنز العمال میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک صحابی دین کی محنت کے لئے اپنے گھر سے نکلے، اور کتنے دن کے لئے، اس زمانے چلہ چار مہینے کی تشکیل نہیں تھی بلکہ جو مقصد تھا دین کی اشاعت اس کو پورا کرنا مقصود تھا جس کو ہم نے بھلا دیا، تقریر کرنی تو سب نے سیکھ لی حالانکہ بڑے حضرت جی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے زمانے میں اور حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کے زمانے میں کوئی زیادہ تقریر کرنے والا نہیں تھا۔ دن رات کی ساری تقریریں ان ہی کے ذمہ تھیں، فجر کے بعد ڈھائی گھنٹہ کی تقریر، اس کے بعد روانگی کی بات ایک گھنٹہ کی، پھر اس کے بعد سبق کا پڑھانا، اور اس کے بعد لوگوں سے ملاقات کرنا، پھر عصر کے بعد تقریر، مغرب بعد بھی تقریر، اور پھر عشا بعد بھی، میرے ایک عزیز تھے، مولوی عامر انصاری رام پوری، حضرت مولانا یوسف صاحب کے ساتھ میوات کے سفر میں رہے چار پانچ دن کا سفر تھا، انہوں نے آکر حیرت کا اظہار کیا کہ اللہ عزاسمہ ان کی عمر میں برکت فرمائے میرے علم میں ان سے زیادہ کوئی بولنے والا نہیں ہے، چودہ چودہ گھنٹے انہوں نے دن رات میں تقریر کی ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا مطالبہ: ایک مرتبہ حضرت جی عصر کے بعد تقریر فرما رہے تھے اس میں سامعین کے سامنے ایک مطالبہ رکھا کہ میں تو تم سے یہ چاہتا ہوں

(۱) مشکوۃ المصابیح: باب جامع المناقب، رقم: ۶۱۹۹، ص:۱۷۴۷، ج:۳

کہ اتنی محنت کی جائے کہ غیر اللہ کی بڑائی دل سے نکل جائے، اور اللہ کی بڑائی دل میں راسخ ہوجائے، یہ جو صبح سے لے کر شام تلک پچاسوں مسجدوں سے صدا اپنے کانوں سے سنتے ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ کی ذات عالی سب سے بڑی ہے، یہ کیفیت دلوں میں راسخ ہوجائے، یہ کیفیت چاہے ایک دن میں راسخ ہوجائے چاہے ایک ماہ میں اور چاہے چلہ چار مہینے میں، مگر اس کا معیار کیا ہے؟ کیسے اندازہ ہوگا کہ حق تعالیٰ کی بڑائی دل میں راسخ ہوگئی؟ خدا کی کبریائی دل میں بیٹھ گئی جو قرآن پاک میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ مذکور ہے:

وَلَه الكبرياءُ في السّموات والارض وهو العزيز الحكيم۔[1]

ترجمہ: اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں بھی اور زمینوں میں بھی، اور وہی ہیں زبردست حکمتوں والے، غیر کی بڑائی دل سے نکل جائے، اس کا معیار یہ ہے جیسا کہ ایک ادنیٰ میواتی کو تم خطاب کرتے ہو اور ادنیٰ میواتی کو خدا کی عظمت بتلاتے ہو، اسی طرح پارلیمنٹ میں کھڑے ہوکر وزیر اعظم کے سامنے اور بڑے بڑے حاکموں اور منسٹروں کے سامنے وہی بات تم کہہ سکو، اور ان کا ڈر اور خوف تمہارے دل سے نکل جائے، میرا یہ مطالبہ ہے کہ اتنی محنت کرو۔

منشی اللہ دتا کی دینی محنت: منشی اللہ دتا کھڑے ہوئے اور کہا: ان شاء اللہ میں محنت کروں گا، یا تو یہ کیفیت پیدا ہوجائے ورنہ میرا جنازہ یہیں سے جائے گا، میں چلہ، چار مہینے تین سال کا نام لکھوانے والوں میں نہیں ہوں بلکہ میں تو اتنی محنت کروں گا کہ یہ کیفیت دل میں راسخ ہوجائے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت عمر کے دور خلافت میں ایک شخص دین کی محنت کے لئے نکلے۔

سفر کا ایک ادب: اور مستحب یہ ہے کہ اگر اس کے یہاں بیوی ہو تو سفر طویل سے پہلے اپنی بیوی سے بات یعنی صحبت کر کے جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں کسی اجنبیہ پر نگاہ

(۱) سورۃ الجاثیۃ آیت: ۳۷

پڑ جائے اور دل میں خیالات اور خطرات آنے شروع ہو جائیں۔ یہ صحابی رات کو بیوی سے بھی
ملے، اور فجر کی نماز پڑھ کر گھر سے روانہ ہو گئے ڈھائی سال میں دین کی محنت کر کے واپس آئے،
آ کر دیکھا تو بیوی کا پیٹ پھولا ہوا ہے، چلتے ہوئے بھی سانس پھولتا ہے، کام کاج کرنا اس کے
لئے مشکل ہو رہا ہے، یہ دیکھ کر بیوی سے نفرت پیدا ہوگئی، بیوی سے بات چیت بھی نہیں کی
سیدھے حضرت عمر کی خدمت میں پہنچے اور درخواست دی کہ میں تو دین کی محنت کے لئے گیا تھا
اور بیوی نے کسی اور سے تعلق پیدا کر لیا، اور حاملہ ہو رہی ہے کچھ ہی دنوں میں بچہ پیدا ہونے والا
ہے، حضرت عمر نے دایہ کو وہاں بھیجا کہ جاؤ تحقیق کرو عورتوں نے جا کر ان بیوی صاحبہ کو دیکھا اور
پھر رپورٹ دی کہ واقعی حاملہ ہے اور صبح شام میں بچہ ہونے والا ہے۔

زنا کی اسلامی سزا: حضرت عمر نے فوراً فیصلہ صادر فرمادیا: کہ ان کو رجم کر دیا جائے،
اس لئے کہ قرآن کریم میں ہے:

الزَّانِيةُ والزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ واحِدٍ منهما مائةَ جَلدةٍ[1]

زنا کرنے والا مرد اور زنا کرنے والی عورت اگر شادی شدہ نہیں ہیں تو ان کو سو کوڑے مارو
اور اگر شادی شدہ ہیں تو ان کو پتھروں سے مار ڈالو، یہ سزا ہے اللہ عزاسمہ کی طرف سے اور اللہ
عزاسمہ بڑے زبردست ہیں جو چاہتے ہیں قانون نافذ فرماتے ہیں، بڑی حکمتوں والے ہیں،
ان کے ہر حکم میں مصلحت ہوتی ہے۔

عورت کو رجم کرنے کا طریقہ: حضرت عمر نے یہ فیصلہ صادر فرمادیا تو لوگ اس
عورت کو جنگل میں لے کر چل دیئے اور عورت کو رجم کرتے وقت حکم شرع یہ ہے کہ ایک گڑھا
کھود دیا جائے اور عورت کے ہاتھ پیر باندھ کر اس میں بیٹھا دیا جائے اور اوپر سے اس پر پتھر
پھینکے جائیں، اگر اس کے ہاتھ پیر کھلے ہوئے ہوں گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھاگے اور اس کا

(۱) سورۂ مومنون آیت: ۲

کپڑا کھل کر بے پردگی ہو جائے، میرے دوستو! غور سے سن لو کہ جس کو رجم کیا جا رہا ہے اس کا بھی پردہ ہے، دین سیکھنا تو ہم نے بالکل ختم کر دیا۔

عورت کے ستر کا حصہ: مسئلہ یہ ہے کہ عورت کا پورا جسم عورت ہے، ستر ہے، اس کا چھپانا فرض ہے، جیسا کہ مرد کا ناف سے لے کر گھٹنا کے نیچے تلک کا حصہ ستر ہے، عورت کے جسم میں پانچ چیزیں مستثنیٰ ہیں، اِلَّا وَجهها وَكَفّيها وَقَدميها چہرہ ہاتھوں کو دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم یہ تو ستر میں داخل نہیں، یعنی نماز میں اگر یہ اعضا کھلے رہیں تو نماز ہو جائے گی، اور نماز سے باہر عورت کا چہرہ بھی ستر میں داخل ہے، کہ اجنبی آدمی سے اس کو چھپایا جائے گا، غرض یہ کہ پورا کا پورا جسم عورت کا ستر میں داخل ہے، یہاں تک کہ سر کے بال جو لٹکے ہوئے ہیں ان کا بھی چھپانا ضروری ہے، اب تو سب کچھ بدل گیا اور حالت ہی خراب ہو گئی، قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقَرنَ في بُيوتكنَّ ولا تبرجن تبرّج الجاهلية الأولى[1]

اے عورتو! اپنے گھروں میں قرار پکڑو زمانہ جاہلیت کی طرح اپنا حسن، اپنا بناؤ سنگار دکھاتی ہوئی نہ پھرو، نمرود کے زمانے کو جاہلیت کا دور سمجھا جاتا تھا، جس میں عورتیں شتر بے مہار (بے لگام اونٹ) کی طرح پھرا کرتی تھیں، اب تو اللہ ہی رحم فرمائے اس سے بھی زیادہ برا حال ہو چکا ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صِنفان من اهل النّار لم اَرَهما قومٌ معهم سياطٌ كاذناب البقر يضربون بها النّاس.[2]

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: امام مسلم نے اپنی جامع صحیح میں کتاب

---

(۱) سورۂ احزاب آیت: ۳۳

(۲) مسلم شریف کتاب اللباس والزینۃ. باب النساء الکاسیات رقم: ۲۱۲۸، ص: ۱۰۲۱، ج: ۲

اللباس والزینۃ میں یہ روایت نقل کی ہے، کہ ایک بہت بڑا فتنہ یہ ہوگا جس کو اب ترقی سمجھا جارہا ہے، کامیابی کا دور مانا جارہا ہے، یہ کیا ہے؟ اس کو سمجھ لینا چاہئے، اس کے بارے میں ارشاد فرمایا: جہنم میں جانے والوں کی دو جماعتیں ایسی ہیں میں نے ان کو نہیں دیکھا۔

اہل جنت کے سردار: رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک زمانہ میں جیسا کہ جنت میں جانے والوں کے سردار موجود تھے، جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ اور ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہیں سیدابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق تو جیسا کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں جانے والوں کے سرداروں کو دیکھا ایسے ہی جہنم میں جانے والوں کے جو سردار اور سرغنہ تھے ان کو بھی دیکھا، وہ تھے ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ، ولید بن مغیرہ، ابی بن خلف، یہ جہنم میں جانے والوں کے سردار ہیں۔

دو جماعتیں جن کو آپ نے نہیں دیکھا: مگر دو جماعتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان کو میں نے نہیں دیکھا یعنی اس طرح کے لوگ آپ کے مبارک زمانے میں نہیں تھے، ایک مردوں کی وہ جماعت جن کے ہاتھ میں موٹے موٹے کوڑے ہیں جیسا کہ بیل کی دم ہو اور بلا وجہ وہ ان کوڑوں سے لوگوں کی پٹائی کررہے ہیں، یا جو بھی جانور سامنے آجاتا ہے اسی کو مارتے ہیں، ایک تو ایسے اشخاص رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک زمانے میں نہیں تھے۔

اور دوسرے ونساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤسھن کاسنمۃ البخت المائلۃ لا یدخلن الجنۃ، ولا یجدن ریحھا وان ریحھا لیوجد من مسیرۃ کذا کذا۔[1]

وہ عورتیں جنہوں نے کپڑا پہن رکھا ہے اور ننگی ہیں مردوں کی طرف مائل ہونے والیاں،

(۱) مسلم شریف کتاب اللباس۔ باب النساء الکاسیات رقم: ۲۱۲۸، ص: ۱۰۲۱، ج: ۲

اور مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے والیاں ان کے سر ایسے ہوں گے جیسے بختی اونٹ کے کوہان، وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی، اور نہ اس کی خوشبو پاسکیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنی مسافت کی دوری سے بھی پہنچ جائے گی۔[1]

کپڑے پہن کر ننگے ہونے کا مفہوم: اس حدیث پاک پر شراح حدیث نے بڑا کلام فرمایا ہے، کہ کپڑا پہننے کے بعد ننگی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کپڑا پہننے سے تو جسم ڈھک جاتا ہے، ستر چھپ جاتا ہے، اور حیاء والے اعضا پوشیدہ ہوجاتے ہیں، علماء نے اس کے تین مطلب بیان فرمائے ہیں۔

پہلا مفہوم: ایک مطلب یہ ہے کہ کپڑا پہنا ہے مگر اتنا باریک کپڑا ہے کہ اس میں ان کا پورا جسم نظر آرہا ہے، یہ مسئلہ اپنی بہنوں کو، اپنی بیویوں کو، اور اپنے گھر کی تمام مستورات کو جتلادیا جائے، کہ باریک دوپٹہ اوڑھ کر جس میں بالوں کی سیاہی نظر آرہی ہو، یا چوٹی کے بال دوپٹہ سے باہر نکل رہے ہوں تو یہ ایسا ہی ہے جیسے وہ اپنا ستر کھول کر کھڑی ہوئی ہو، چاہے دوپٹہ کے چھوٹا ہونے کی بنا پر ہو یا باریک ہونے کی بنا پر ہو، نماز میں ستر کا پورا چھپانا ضروری ہے، اور عورت کا پورا جسم ستر ہے، تو ایک مطلب تو علماء نے اس کا یہ بیان فرمایا ہے کہ کپڑا پہن رکھا ہے لیکن کپڑا اتنا باریک ہے کہ اس میں اس کے اعضاء ظاہر ہو رہے ہیں۔

دوسرا مفہوم: دوسرا مطلب یہ ہے کہ کپڑا پہن رکھا ہے مگر اس کا شکریہ ادا نہیں کیا، شکریہ سے ننگی ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد گرامی ہے **رُبَّ كَاسِيَاتٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَاتٌ فِي الْآخِرَةِ.**[2] بہت سی عورتیں ہوں گی جو دنیا میں پہنے اوڑھے ہوئے ہیں، بہت

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح : کتاب القصاص۔ باب مالا یضمن من الجنایات ص: ۹۶، ج:۷

(۲) مرقاۃ المفاتیح: کتاب القصاص۔ باب مالا یضمن من الجنایات ص: ۹۶، ج:۷، مکتبہ امدادیہ، ملتان

قیمتی لباس انھوں نے استعمال کر رکھا ہے، مگر حشر کے میدان میں وہ برہنہ ہوں گی، ویسے تو حشر کے میدان میں سب ہی ننگے ہوں گے مگر ان کے ننگے ہونے کی نوعیت جدا ہوگی، ایک موقعہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اِنَّکم محشورون الی اللّٰہ عزوجل حُفاةً عراةً غرلاً**[1]

تمہیں حشر کے میدان میں اٹھایا جائے گا ننگے بدن، ننگے پیر بغیر ختنہ اور ایک روایت میں ہے کہ خالی ہاتھ، کوئی چیز کسی کے پاس نہ ہوگی، قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے: **کَما بدأنا اَوّل خلقٍ نُعیده وعداً علینا انا کُنّا فاعلین.**[2] جیسا کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا ویسے ہی ہم تم کو لوٹائیں گے، یہ وعدہ ہمارے ذمہ ہو چکا ہے، ہم کو اس کو کر کے رہیں گے یہ ارشاد گرامی سن کر حضرت سودہؓ نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر مارے اور عرض کیا: ہائے اس وقت میں بڑی بے پردگی ہوگی، لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے تب فرمایا: **لِکُلِّ امریٍٔ منهم یومئذ شانٌ یُغنیه**[3] اس وقت ہر آدمی اپنی پریشانی میں ایسا مبتلا ہوگا اور ایسا بدحواس ہوگا کہ اس کو اتنی فرصت ہی نہیں ہوگی کہ دوسرے کی ستر کی طرف نگاہ اٹھا سکے، اور دوسرے کے ستر کو وہ دیکھ سکے، وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکے گا کہ میرے برابر میں میری بہن کھڑی ہوئی ہے، میری ماں ہے یا میری بیوی ہے یا میرا بھائی ہے، برہنہ ہے یا کپڑے پہنے ہوئے ہے۔

تیسرا مفہوم: تیسرا مطلب یہ ہے کہ جو قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ انھوں نے لباس تو پہن رکھا ہے مگر اعضائے حسن کو کھول رکھا ہے۔[4] مثلاً لوگوں کے سامنے اس نے چہرہ کھول رکھا ہے۔ یا لباس اتنا چست ہے کہ جسم کی ساخت اس میں نظر آتی ہے۔

(۱) ریاض الصالحین: باب فی الأمر بالمحافظة علی السنة وآدابها. ص:۹۳. رقم: ۱۶۵

(۲) سورة الأنبياء، آیت: ۱۰۴ (۳) سورة عبس، آیت: ۳۷

(۴) مرقاة المفاتیح: کتاب القصاص باب مالا یضمن من الجنایات ص: ۹۶، ج: ۷

بہر کیف میں تو عرض کر رہا تھا کہ ان بیوی صاحب کو جنگل لے گئے، پھاوڑہ رسی ساتھ ہے کہ رسی سے ہاتھ پیر باندھ کر پھاوڑہ سے گڑھا کھود کر اس میں بیٹھا کر اوپر سے پتھر پھینکے جائیں گے، حضرت معاذ بن جبل ایک طرف سے آ گئے، صحابہ کرام کی ایک جماعت ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ولیشھد عذابھما طائفة من المؤمنین [1] کہ جس وقت بدکاری کرنے والے کو سزا دی جائے تو ایک طائفہ جماعت مومنین کی وہاں حاضر رہنی چاہئے، تا کہ اس واقعہ کو دیکھیں اور لوگوں کو عبرت مل جائے۔

پہلے زمانے کا ایک دستور: اب تو نہیں رہا پہلے تھا کہ چور کا ہاتھ کاٹ کر شہر کے دروازے پر لٹکا دیا جاتا تھا تا کہ آنے والے چوری نہ کریں اور جان لیں کہ اگر ہم نے کسی کے مال کو ہاتھ لگایا تو ہمارا ہاتھ کٹے گا، اور یہاں لٹکایا جائے گا۔

چور کی سزا کا ایک واقعہ: اللہ اکبر رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کس قدر شفقتیں ہیں امت کے اوپر، ایک شخص نے چوری کر لی جب چوری ثابت ہوگئی تو ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا، صحابہ ان کو باہر لے گئے، ہاتھ کاٹا گیا، پھر داغا گیا، اور پھر واپس آئے تو دیکھا کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھے ہیں اور زار وقطار رو رہے ہیں، آنے والے صحابہ گھبرا گئے کہ شاید کوئی ناگوار خاطر بات پیش آئی ہے، عرض کیا: جناب والا اس قدر آب دیدہ کیوں ہیں؟ ارشاد فرمایا: کیا میں نہ روؤں حالانکہ میری امت کی ایک فرد کا آج ہاتھ کاٹا گیا ہے، اور حشر کے میدان میں وہ لنجا ہونے کی حالت میں آئے گا، اور ہر دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ اس نے چوری کی تھی، جو اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے، اس لئے کہ قانون خداوندی ہے۔ کما تعیشون تموتون وتحشرون کما تموتون [2] جس حال میں تم زندگی گزارتے ہو اسی حال میں تمہیں

(۱) سورۂ نور آیت: ۲

(۲)

موت آئے گی، اور جس حال میں تمہیں موت آئے گی، اسی حال میں تمہیں جمع کیا جائے گا۔

حضرت عمر کے خلاف حضرت معاذ کا فیصلہ: بہرکیف! حضرت معاذ کسی طرف سے وہاں نکل آئے حضرت معاذ نے لوگوں کا ہجوم دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ کیا ہوا؟ پورا واقعہ بتایا گیا، فرمایا: اگر میں ہوتا تو فیصلہ کچھ اور کرتا، کچھ لوگ دوڑے اور حضرت عمر سے جا کر عرض کیا کہ جی آپ کے فیصلہ پر حضرت معاذ نے اعتراض کیا ہے، حضرت عمر نے فرمایا: تو ٹھہر جاؤ حضرت معاذ کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ میرے فیصلہ میں تم نے کیا کمی پائی، فرمایا: اولاً تو محض دایہ کے کہنے سے رجم نہیں کیا جائے گا، دایہ کی شہادت میراث کے حق میں تو معتبر ہے، اگر کسی کے بچہ پیدا ہوا اور دایہ نے گواہی دی کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد رویا ہے اور ایک مرتبہ رونے کے بعد انتقال ہوا ہے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی، اس بچہ کے لئے غسل بھی کفن بھی ہے، نماز جنازہ بھی ہے، نام بھی ہے، اور وہ بچہ اپنے باپ کا وارث بھی ہوگا، اگر چہ ایک ہی لمحہ کی زندگی اس کو ملی ہے۔ مگر باپ بیچارہ پہلے مر چکا تھا، اور باپ کا ترکہ ابھی تقسیم نہیں ہوا تھا اور بیوی کو یہ بچہ بعد میں ہوا ہے کہ انتقال کے وقت میں حاملہ تھی تو دیکھا جائے گا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے یا لڑکی اگر لڑکا پیدا ہوا ہے تو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا مال اس کو ملے گا اور اگر لڑکی ہے تو لڑکے کے مقابلہ میں اس کو آدھا مال ملے گا، تو دایہ کے کہنے سے مال کا وارث بن گیا ہے، مگر رجم کے لئے اس کی گواہی کافی نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ گواہی چار ہونی چاہئیں اور گواہی بھی اگر چار ہو جائیں تب بھی ابھی رجم نہیں کیا جائے گا، مجرم تو عورت ہے پیٹ کا بچہ تو مجرم نہیں جب پتھر پھینکے جائیں گے بچہ بھی تو مرے گا حالانکہ اس کا کوئی جرم نہیں ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر کانپ گئے، سہم گئے، اور فرمایا: عجزت النساء أن يلدن مثل معاذ لولا معاذ لهلك عمر[1] معاذ بن جبل جیسا بچہ پیدا

(۱) الاصابة في تميز الصحابة: ص: ۴۲۷، ج: ۳، [مطبع السعادة: مصر]

کرنے سے عورتیں عاجز ہوگئیں، یعنی اب ایسا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوسکے گا اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر تو ہلاک ہی ہوجاتا۔ حضرت عمر نے ان مفتی صاحب سے کہا: کہ جی آپ فیصلہ کریں میں اپنا فیصلہ واپس لیتا ہوں، حضرت معاذ نے فیصلہ فرمایا کہ اس عورت کو جیل خانہ بھیج دیا جائے، جب تک اس کے بچہ کی پیدائش ہو، اور پیدا ہونے کے بعد جب بچہ اپنے ہاتھ سے کھانے لگے اور اس قابل ہوجائے کہ کھجور اپنے ہاتھ میں لے کر چوسنے لگے، اور اپنا گزارا کرسکے، اور چار گواہوں سے زنا کا ثبوت ہوجائے تب اس کو رجم کیا جائے، ورنہ نہیں، چنانچہ عورت کو قید خانہ بھیج دیا گیا دو تین دن ہی کے بعد بچہ پیدا ہوگیا، اور بچہ باپ کے بالکل مشابہ تھا پورے مدینہ پاک میں شہرت ہوگئی کہ اس عورت کو بچہ پیدا ہوگیا ہے جو جیل خانہ میں تھی اور وہ بچہ باپ کے مشابہ ہے، باپ بھی دیکھنے کے لئے جیل خانہ میں گئے اور بچہ کو دیکھتے ہی ان کو ایسی محبت ہوئی کہ قسمیں کھا کھا کر کہنے لگے واللہ ابنی قسم ہے اللہ کی میرا ہی بیٹا ہے، مجھ سے چوک ہوئی میں نے اس کی ماں کو تہم کیا بچہ میرا ہی ہے۔

حمل کے متعلق قانون حنفی: اسی وقت سے قانون بن گیا کہ حمل دو سال تک رہ سکتا ہے، فقہ حنفی کا قانون یہی ہے، چھ مہینے کم سے کم مدت ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے، دو سال تک بچہ ماں کے پیٹ میں رہ سکتا ہے۔

حضرت معاذ کو بتائی ہوئی دعا: یہ ہیں حضرت معاذؓ مدینہ پاک کے مفتی، حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت معاذؓ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر اپنے گھر تشریف لے جاتے تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں جو تعلیم دی جاتی تھی اس میں شرکت نہیں فرماتے تھے، ابتداءً جناب رسول اللہ نے جب ان کو نہیں دیکھا تو ان سے فرمایا: معاذ! تم ہمارے

☆ اس میں احناف کے دو قول ہیں: امام ابوحنیفہ کے نزدیک اکثر مدت حمل ڈھائی سال ہے، اور صاحبین کے نزدیک دو سال ہے اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے۔

پاس صبح کو نہیں آتے، حضرت معاذؓ نے عرض کیا: صبح کو سات ہزار تسبیح کا میرا معمول ہے اگر میں کہیں رہ جاتا ہوں تو پھر میرا معمول پورا نہیں ہوتا اس لئے فوراً چلا جاتا ہوں تو ارشاد فرمایا: اے معاذ! کیا میں تمہیں ایک دعا نہ بتلادوں کہ جس کا ثواب سات ہزار تسبیح سے بڑھ کر ہو، اس کو ایک دفعہ پڑھ لیا کرو سات ہزار تسبیح سے زیادہ اس کا ثواب ہے وہ دعا یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه عَدَدَ رِضَاهُ ،لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه زِنَةَ عَرْشِهٖ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه عَدَدَ خَلْقِهٖ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مِلْأَ سَمٰوٰتِهٖ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مِلْأَ اَرْضِهٖ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مِلْأَ مَا بَيْنَهُمَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مِثْلَ ذٰلِكَ مَعَهٗ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذَالِكَ مَعَه وَالْحَمْدُ مِثْلَ ذَالِكَ مَعَهٗ.

اگر ایک طرف اس پاک کلمہ کا وزن رکھ دیا جائے اور دوسری طرف سات ہزار تسبیح کا وزن رکھ دیا جائے تو اس پاک کلمہ والا پلہ جھک جائے گا۔

محبوبِ رسول ہونے کی سند: ایک مرتبہ ان سے فرمایا: یامعاذ انّي اُحبّک مجھے تم سے محبت ہے، میں تمہیں محبت کی وجہ سے ایک بات بتلا رہا ہوں ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنّي عليٰ ذكرك وشكرك وحسن عبادتك.

جب ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے "مسلسلات" میں یہ حدیث سنائی تو عجیب کیفیت تھی جسم تھرتھرا رہا تھا، آنکھوں سے زاروقطار آنسو بہہ رہے تھے، اور فرمایا: اس کی قدر وہی کرسکتا ہے جس کو کسی سے محبت ہوئی ہو، محبوب کا اتنا کہہ دینا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، اس

---

(۱)

(۲)عمل اليوم والليلة: باب ما يقول في دبر صلاة الصبح: رقم: ۱۱۸، ص: ۱۰۶، [مكتبة الشيخ كراتشي]

کے لئے دنیاومافیہا سے بہتر ہے۔

کسی بدنصیب کو کیا خبر یہ کمال عشق کی شان ہے
نظر جو وہ مری طرف کریں تو میں جان ان پہ فدا کروں

متنبی نے کہا:

حـاولـن تـفـديتـي وخِـفـن مُـراقبـا
فـوضـعـن أيـديهـن فـوق تـرائبـا[1]

انہوں نے میرے اوپر فدا ہونے کا ارادہ کیا مگر رقیبوں سے ڈر گئیں، تب انہوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے سینوں پر رکھ لیا یعنی دل تھام کر رہ گئیں۔ یا یوں کہا: کہ تمہاری طرح ہمارے دلوں میں بھی عشق کی آگ لگی ہوئی ہے مگر رقیبوں کا خوف ہے۔

بہرکیف! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت معاذ بن جبل کے کمالات اور ان کی خوبیوں کو میرے جیسا ادنیٰ طالب اگر بیان کرے تو پوری رات اسی میں گزر جائے مجھے ان کمالات کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ مدینہ پاک کے قاری بھی تھے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک زمانے میں فتویٰ دینے کی ذمہ داری بھی ان پر تھی۔

آخری بات، آخری وصیت: یہ فرماتے ہیں: آخر كلام فارقت عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم میری آخری بات جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اور اس کے بعد میرے کانوں کو مبارک کلام سننے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی اور پھر میری آنکھوں نے وہ چہرہ انور نہیں دیکھا وہ آخری بات یہ تھی میں نے معلوم کیا: أي الأعمال أحبُّ إلى الله تبارك وتعالى خطاب والا یہ ارشاد فرمائیں کہ سب سے زیادہ پیارا عمل، محبوب اور

(١) ديوان متنبي: قال يمدح علي بن منصور الحاجب شعر: ٢، ص: ٢٥، [قاضي محمد علي بنلري، بمبئي: ١٢٨٩هـ]

پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: أن تموت ولسانک رطبٌ مِن ذکر اللہ تمہیں موت اس حال میں آئے کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ ہو، بیوی اگرچہ سر پیٹ رہی ہو، اور بہن اپنے کپڑے پھاڑ رہی ہو، اور بچے چیخیں مار رہے ہوں، لیکن اس کو کسی کی طرف دھیان نہیں جانے والا سانس لے رہا ہے اور اللہ اللہ کہتا ہوا اس عالم سے رخصت ہو رہا ہے، اسے نہ کسی کے رونے کی فکر ہے، نہ کسی کے کپڑے پھاڑنے کا دھیان ہے، اسے غم ہے تو یہ کہ میں اپنے رب کریم کے دربار عالی میں ذکر کرتا ہوا حاضر ہو جاؤں۔

دیہاتی صحابی کے دو سوال: ایک اور حدیث میں ہے: ایک دیہاتی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: أی الناس خیرٌ لوگوں میں سب سے اچھا کون شخص ہے؟ ارشاد فرمایا: طوبیٰ لمن طال عمره وحسن عمله بہت ہی اچھا ہے وہ شخص جس کی عمر لمبی ہو اور اس کا عمل اچھا ہو۔ پھر عرض کیا: اعمال میں افضل ترین عمل کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: أن تفارق الدنیا ولسانک رطبٌ من ذکر اللہ تو دنیا سے اس حال میں جائے کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ ہو، زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہو، اور زبان اللہ کے ذکر سے لذت حاصل کر رہی ہو۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی: میرے تائے زاد بھائی تھے، حضرت اقدس مولانا محمد ادریس صاحب، پاکستان تشریف لے گئے تھے، دارالعلوم میں مدتوں شیخ التفسیر رہے، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا فخر الحسن صاحب نے فرمایا تھا کہ اگر اس وقت حضرت مولانا ادریس صاحب ہوتے تو بالاتفاق شیخ الحدیث بنائے جاتے، ان کا واقعہ پاکستان کے ایک بڑے حکیم صاحب نے سنایا، حضرت مولانا انعام الحسن

(۱) مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات: باب ذکر اللہ عزوجل رقم: ۲۲۷۰، ص: ۲۰۲، ج: ۲، بتحقیق ناصر الدین البانی [المکتب الاسلامی]

کو دیکھنے کے لئے پاکستان سے وہ حکیم صاحب تشریف لائے تھے، حافظ کرامت کی کوٹھی پر یہ واقعہ براہ راست میں نے بھی ان سے سنا۔انہوں نے فرمایا: مولانا محمد ادریس صاحب نے زندگی میں کبھی ڈاکٹری علاج نہیں کرایا، انگریزی دواوں میں الکحل ملائی جاتی ہے، خصوصاً پینے والی دواوں میں اس کی حفاظت کے لئے الکحل ملا دیا جاتا ہے، اگرچہ علماء نے ضرورتاً اجازت دی ہے، کہ ایسی دواوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے مگر مولانا نے کبھی استعمال نہیں کی، بیمار ہوئے اور بہت بیمار ہوئے اور جب بالکل ناامیدی ہوئی تو لڑکوں نے پوچھا کہ جی آپ کا علاج کرائیں! تو انہوں نے کہا: حکیم صاحب کو بلا دو، حکیم صاحب کو بلا دیا گیا، حکیم صاحب نے نبض دیکھی تو چہرہ مرجھا گیا، فق ہو گیا، مولانا نے بھی جانچ لیا، مولانا صاحب نے فرمایا حکیم صاحب مجھے آپ سے بات کرنی ہے، جو معتقدین، اور گھر والے تھے ان سے کہا کہ باہر چلے جاؤ، اور دور چلے جاؤ، مجھے بہت تنہائی کی بات کرنی ہے، سب چلے گئے، مولانا صاحب نے کہا: حکیم صاحب مجھے ایک بات صحیح بتلاؤ گے؟ کہ جی ہاں! صحیح بتلاوں گا، تین مرتبہ وعدہ لیا کہ اس میں کوئی رعایت نہیں کرنا صحیح بتلانا، فرمایا: کیا مجھے صحت ہو جائے گی؟ حکیم صاحب کو پسینے آگئے کہ تین دفعہ انہوں نے اقرار کرا لیا۔اب اگر یہ کہوں کہ صحت ہو جائے گی تو جھوٹ ہو جائے گا، اور اگر یہ کہوں کہ آپ کا بچنا مشکل ہے تو مریض کے سامنے یہ کہنا مصلحت کے خلاف ہے۔ بے چارہ شام کا مرتا صبح ہی مر جاتا ہے، حکیم جی نے ہیر پھیر کی بات کی مولانا صاحب! آپ تو بڑے عالم ہیں آپ تو جانتے ہیں کہ شفا تو اللہ کے قبضے میں ہے، مگر اس مرض میں عموماً شفا ہے نہیں کیونکہ دل میں کینسر ہو گیا ہے، حکیم صاحب نے جب یہ کہا کہ اس مرض میں شفا نہیں ہے تو مولانا صاحب نے کہا: الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ، تین دفعہ کہا، حکیم صاحب نے کہا: میں چونک گیا، حیران رہ گیا کہ اپنی موت کی خبر سن کر الحمد للہ کی تسبیح پڑھی جا رہی ہے، حکیم جی نے کہا: حضرت جی آپ کو بھی ایک

بات سچی بتلانی پڑے گی، فرمایا: ہاں بھائی! میں بھی سچی بتلاوں گا، آپ نے یہ سن کر کہ شفا نہیں ہوگی الحمد للہ کیوں کہا؟ کیا آپ کو زوجہ محترمہ سے کوئی اختلاف ہے؟ کہا نہیں۔ اس نے کوئی میری نافرمانی نہیں کی۔ صاحبزادگان سے کوئی شکایت ہے؟ فرمایا: نہیں۔ کسی اور سے مدرسہ میں کوئی شکایت ہے۔ فرمایا: نہیں تو پھر آپ نے الحمد للہ کیوں پڑھی ہے؟ تب فرمایا: نامعلوم میں نے کتنی مرتبہ بخاری شریف پڑھائی ہے: اور بخاری میں حدیث پاک ہے: من احبّ لقاء اللّٰہ احبَّ اللّٰہ لقائہ، ومن کرہ لقاء اللّٰہ کرہ اللّٰہ لقائہ جو شخص اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ عزاسمہ اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اللہ عزاسمہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں، مجھے خوشی ہے کہ میرے رب کریم کے حضور میں میری اب حاضری ہوگی۔

تو حضرت معاذ ارشاد فرماتے ہیں: آخر کلام فارقت علیه رسول اللّٰه قلتُ ای الأعمال احبّ الی اللّٰه تبارک وتعالی؟ قال: ان تموت ولسانک رطبٌ من ذکر اللّٰــــه. سب سے آخری بات جو میرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ پیارا عمل اللہ عزاسمہ کے نزدیک کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: تیری موت اس حال میں آئے کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ ہو۔

آخری کلام کا مفہوم: مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آخری کلام کا کیا مطلب ہے؟ حدیث پاک کا جو متن ہے اس کے بیان کرنے کے لئے تو دو چار گھنٹہ کی ضرورت ہے اور مجھے تو عشاء دوسری جگہ جا کر پڑھنی ہے۔

اللہ عزاسمہ نے فضل فرمایا اور نبی آخری الزماں کو خلق کی خدمت کے لئے مبعوث فرمایا آپ نے تیرہ سال مکہ میں دین کی محنت کی چند لوگوں کے سوا اکثر اہل مکہ نے آپ کی بات کا

(۱) مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز۔ باب تمنی الموت وذکرہ رقم: ۱۶۰۱، ص: ۵۰۲، ج: ۱

انکار کیا یہاں تک کہ مکہ والوں نے آپ کو شہید کرنے کی اسکیم بنائی اللہ نے ہجرت کا حکم فرمایا۔ تیرہ سال مکہ مکرمہ میں محنت فرما کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں ہجرت فرمائی، اور اپنے شہر کو خاندان کو، اپنے گھر کو، اپنے عزیز واقارب کو سب کو اللہ کی رضا کے لئے چھوڑا، جب اللہ کے پیارے نبی نے یہ قربانی دی تو اللہ عزاسمہ نے کرم فرمایا وہ مکہ مکرمہ وہ شہر مبارک جس کو چھوڑتے ہوئے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور مدینہ طیبہ روانہ ہوتے وقت مکہ کی طرف رخ فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے مکہ شہر! تو میرے نزدیک کس قدر پیارا اور محبوب شہر تھا، کاش میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں کبھی تجھے چھوڑنے والا نہیں تھا، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام زبان سے یہ فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے زار وقطار آنسو بہہ رہے ہیں، حق تعالیٰ نے تسلی دی اور ارشاد فرمایا: إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ جس ذات عالی نے آپ پر قرآن نازل فرمایا وہ آپ کو آپ کی پیدائش کی جگہ لوٹا دے گا، جہاں آپ کی پیدائش ہوئی تھی، جہاں سے آپ کی محبت کا تعلق تھا، یہ تو امت کے واسطے راہ ڈالنے اور طریقہ نکالنے کے لئے آپ سے گھر چھڑوایا گیا ہے، امت کے لئے ایک دستور اور ایک طریقہ قائم کرنے کے لئے اس شہر سے آپ کو جدا کیا گیا ہے جہاں کے ایک ایک عمل پر ایک ایک لاکھ گنا اجر وثواب ہے، آٹھ سال کے بعد پھر رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام فاتحانہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ہیں، عجیب کیفیت تھی، اتنا عجز وانکسار تھا کہ سر مبارک جھکا رکھا تھا، یہاں تلک کہ پیشانی کبھی کبھی کجاوہ کی کھونٹی سے لگ جاتی تھی، اور

(۱) ترمذی شریف ابواب المناقب. في فضل مكة ص: ۲۳۰، ج: ۲، [کتبخانہ رشیدیہ: دیوبند] مشکوۃ المصابیح کتاب المناسک. باب حرم مكة حرسها الله تعالىٰ. رقم: ۲۷۲۴، ص: ۲۳۸، ج: ۲

(۲) سورۃ قصص، آیت: ۸۵

جس اونٹنی پر تشریف فرما تھے اس پر ایک درہم ساڑھے تین آنے کی قیمت کا کمبل کا ٹکڑا پڑا ہوا تھا، نہ نعرے ہیں، نہ شان وشوکت ہے، فاتحانہ تشریف لا رہے ہیں، اور زبان مبارک سے فرما رہے ہیں: لاالٰـہ الا اللّٰـہ وحـده صـدق وعـده، ونصر عبده، وهزم الاحزاب وحده، فـلاشـيء بـعـده، [1] اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا فرما دیا، اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی، اور تن تنہا تمام لشکروں کو شکست دے دی، پس اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔

یہ دعا پڑھتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے، مکہ میں کھلبلی مچ گئی وہ بڑے بڑے سردار جو دشمن تھے اسلام کے اور اسلام کے مٹانے کی ہر وقت اسکیمیں بناتے تھے، حاضر ہو رہے ہیں، اور اندازہ لگا رہے ہیں کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا حکم فرماتے ہیں۔

سفیان بن حارث، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی بڑے مخالف تھے، بڑی گستاخیاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا کرتے تھے، اشعار میں ہجو کیا کرتے تھے، حضرت علی کے پاس پہنچے کہ علی، اب میں کیا کروں مجھے کچھ بتاؤ؟ میں تو بہت بڑا مجرم ہوں، حضرت علی نے فرمایا: کہ ابھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام منیٰ میں تشریف فرما ہیں وہیں حاضر ہو جاؤ، اس دربار عالی میں انتقام لینے کا کوئی جذبہ نہیں ہے، خود ہی حاضر ہو کر کہہ دو کسی سفارش کی ضرورت نہیں ہے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، سفیان بن حارث حاضر ہوتے اور خدمت میں کھڑے ہو جاتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں تـالـلّٰـہ لقد اثرک اللّٰہ علینا وان کنّا لخطئین. [2] قسم ہے اللہ کی، حق تعالیٰ نے آپ کو ہم پر عزت عطا فرمائی، اور یقیناً ہم ہی قصوروار ہیں، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللّٰہ لکم وهو أرحم الـراحمین. [3] آج تم پر کوئی داروگیر نہیں ہے، میں تمہیں کوئی الزام نہیں دے رہا

(۱) تفسیر ابن کثیر ص: ۵۱۶، ج: ۱

(۲) سورۂ یوسف آیت: ۹۱ (۳) سورۂ یوسف آیت: ۹۲

ہوں، اللہ عزاسمہ تم کو معاف فرمائے وہ ارحم الراحمین ہے، جب رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بخشش کو اہل مکہ نے دیکھا تو بڑی بڑی جماعتیں اور بڑے بڑے جتھے حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے، قرآن کریم میں ارشاد عالی ہے: إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجاً ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّاباً[1] اللہ کے دین میں فوجیں کی فوجیں داخل ہونے لگیں اور جنہوں نے سن لیا کہ اہل مکہ نے بات مان لی ہے تو انہوں نے بھی کہا کہ بھائی ہم بھی مان لیتے ہیں اَلنَّاسُ تَبِعٌ لِلْقُرَيْشِ کیوں کہ لوگ قریش کے تابع ہیں، جب قریش مسلمان ہوگئے تو پھر ایک ایک دن میں دس دس ہزار لوگ مشرف باسلام ہوئے، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو چار روز مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا، اور مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد جہاں کے لوگ حاضر نہیں ہوئے تھے، وہاں وفود بھیجے، یمن والے خود ہی مدینہ حاضر ہوئے، اس قدر مسرت ہوئی آقائے دوجہاں نے ان کو انعام مرحمت فرمایا: الايمان يمانٍ والحكمة يمانية[2] ایمان تو یمن والوں کا ہے، جو بغیر تشکیل اور بغیر کسی جماعت کے خود بخود حاضر ہوئے ہیں، یہ سن کر مدینہ پاک میں ایمان کی مایا تقسیم ہو رہی ہے ایمان کی دولت مدینہ پاک میں لٹ رہی ہے، تو فرمایا: ایمان تو یمن والوں کا ہے اور سمجھ بوجھ تو یمن والوں کی ہے، عقل کیا ہے؟ سمجھداری کس کو کہتے ہیں؟ دین وایمان کے لئے آدمی اپنی طاقتیں خود ہی پیش کر دے یہ ہے سمجھداری، اتنا میرے پاس سرمایا ہے، اور اتنا میرے پاس وقت ہے، اور وقت تو ساری زندگی ہے جہاں چاہو، جہاں کہو میں چل دوں، صحابہ کرام نے پوچھا: أي الناس خير

(۱) سورۂ نصر آیت: ۱ — ۲ — ۳

(۲) مسلم شریف: کتاب الایمان۔ باب تفاضل اهل الايمان فيه ورجحان اهل اليمن فيه، رقم: ۸۱، ص: ۲۳۰، ج: ۱

لوگوں میں سب سے اچھا کون ہے؟ ارشاد فرمایا: طوبیٰ لمن طال عمرہ وحسن عملہ بہت ہی اچھا ہے وہ شخص جس کی عمر لمبی ہو اور جس کا عمل اچھا ہو، لمبے کپڑے سے آدمی اچھا نہیں بنتا، مال ودولت سے آدمی اچھا نہیں بنتا، بلڈنگیں بنالو آدمی اس سے اچھا نہیں بنتا، اچھا بنتا ہے آدمی اپنے کردار سے، اپنے اخلاق سے، اپنے اعمال سے، پھر عرض کیا: أیّ الاعمال أفضل؟ اعمال میں سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: تو دنیا سے اس حال میں جائے کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر وتازہ ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: اَلْکَیِّس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت[2] سمجھدار، معاملات میں احتیاط کرنے والا شخص وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مغلوب اور ذلیل کرلیا ہو اور مرنے کے بعد کی تیاری کرلی ہو، اور بے وقوف وہ ہے جو من مانی کرتا رہتا ہو، اور خواہشات پر چلتا ہو مگر اللہ تعالیٰ سے نعمتوں کی آرزو رکھتا ہو، ہمارے خیال میں عقل مند وہ ہے جس نے مال خوب کمایا ہو، ڈگریاں اس نے حاصل کی ہوں، مگر مخبر صادق امین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سمجھدار وہ ہے جس نے مرنے کے بعد کی تیاری کرلی ہو اور اپنے نفس کو ذلیل کرلیا ہو۔

یمن والوں نے بھی یہی سمجھداری کی تھی کہ خود ہی ایمان سیکھنے اور دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ اس قدر مہربانی کا معاملہ فرمایا کہ اپنے محبوب، لاڈلے صحابی، اور حلال وحرام کے سب سے

---

(۱) مشکوۃ المصابیح: کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیہ رقم: ۲۲۷۰، ص: ۲۰۷، ج: ۲

(۲) مشکوۃ المصابیح: کتاب الرقاق، باب استحباب المال والعمر للطاعۃ، رقم: ۵۲۸۹، ص: ۱۴۵۴، ج: ۳

زیادہ جاننے والے مفتی کو ان کے یہاں کا معلم، گورنر اور حاکم بنا کر بھیجا، مختلف احادیث ہیں جن میں روانگی کے اس واقعہ کو بیان کیا ہے، خود حضرت معاذ فرماتے ہیں: جب مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مشایعت کے لئے مدینہ سے باہر ایک میل تک تشریف لے گئے، اور وصیت فرماتے رہے، حضرت معاذ سوار تھے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدل چل رہے تھے، اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا، ارشاد فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور سچ بولنا، وعدہ پورا کرنا، امانت کو ادا کرنا، خیانت سے بچنا، یتیم پر رحم کرنا، پڑوس کی نگہداشت رکھنا، غصہ پر قابو رکھنا، نرم بولنا، سلام کو پھیلانا، امام کو لازم پکڑے رہنا، قرآن میں غور وفکر کرنا، آخرت کو محبوب رکھنا، حساب سے پیشی سے ڈرتے رہنا، آرزوؤں کو مختصر رکھنا، حسن عمل اختیار کرنا یعنی کام اچھے طریقے سے کرنا، اور میں تمہیں منع کرتا ہوں کہ کسی مسلمان کو گالی نہ دینا، جھوٹے کو سچا نہ کہنا اور سچے کو جھوٹا نہ کہنا، امام عادل کی نافرمانی نہ کرنا، زمین میں فتنہ فساد نہ پھیلانا، اے معاذ! اللہ کا ذکر کرتے رہنا ہر درخت کے پاس، ہر پتھر کے پاس، اور جب کوئی گناہ ہو جائے تو ہر گناہ کے لئے نئی توبہ کرنا اگر گناہ چھپ کر کیا ہے تو توبہ بھی چھپ کر کر لینا۔ اور اگر گناہ علانیہ ہوا تو توبہ بھی علانیہ کرنا، اور فرمایا: اے معاذ! ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد میری تم سے ملاقات نہ ہو، ہوسکتا ہے تم میری مسجد اور میری قبر پر ہی آؤ، حضرت معاذؓ یہ سن کر جدائی کے غم سے رونے لگے، پھر ارشاد فرمایا: اور اپنا چہرہ مدینہ کی طرف پھیر لیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ نزدیک میرے وہ لوگ ہوں گے جو متقی ہوں گے، اللہ سے ڈرنے والے ہوں گے، وہ جو بھی ہوں، اور جہاں بھی ہوں [1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ظاہری دوری روحانی فیوض وبرکات کے اعتبار سے کوئی

(۱) مشکوۃ المصابیح کتاب الرقاق، رقم: ۵۲۲۷، ص: ۱۴۵۴، ج: ۳

نقصان کا باعث نہ ہوگی، جہاں بھی ہوں مکہ میں ہوں، مدینہ میں ہوں، بصرہ میں ہوں، کوفہ میں ہوں، یا یمن میں ہوں، روحانی تعلق باقی رہے گا، کیوں کہ اعتبار تو تقویٰ کا ہے، اس طرح کی وصیتیں فرما کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف روانہ کردیا۔ اور پھر ملاقات نہیں ہوسکی۔ یہی مفہوم ہے اس روایت کا کہ آخری بات جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی وہ یہ تھی کہ حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل یہ ہے کہ آدمی ذکر کرتا ہوا دنیا سے جائے، موت کے وقت اس کا نام نامی بندہ کی زبان پر ہو، اگر اس حال میں موت آ گئی تو اس کی مغفرت کردی جائے گی اور درمیان کے تمام گناہ اس کے معاف کردیے جائیں گے اگرچہ ساٹھ ستر سال کی نہیں سو دو سو سال کی بھی نہیں بلکہ ایک ہزار سال کی زندگی اس نے پائی ہو، حدیث پاک میں ارشاد ہے: من کان آخر کلامہ لا الٰہ الاّ اللّٰہ دخل الجنۃ[1] جس کا آخری کلام لا الٰہ الاّ اللّٰہ ہو وہ جنت میں جائے گا، اور یہ دولت آدمی کو حاصل ہوتی ہے زندگی میں ذکر پر محنت کرنے سے، اگر زندگی میں اتنی محنت کی کہ ذکر دل میں راسخ ہوگیا، جم گیا تو مرتے وقت بھی زبان پر کلمہ جاری ہوجائے گا، اس لئے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے انجام کے اعتبار سے وہی ظاہر ہوتی ہے، اگر دنیا دل میں بسی ہوئی ہوگی تو اسی خیال میں دنیا سے جائے گا، اور خدا کی یاد دل میں ہوگی تو مرتے وقت ذکر کلمہ طیبہ وغیرہ ہی زبان پر آ جائے گا، بس بھائی دعا کرلو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وترضیٰ عدد ماتحب وترضیٰ اللھم انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیامۃ، یا کبیر انت الذی لایعتدل الواصفون لوصفتہ عظمتہ یا کبیر

(۱) مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز، باب ما یقال عند حضرہ الموت رقم: ۱۶۲۱ ص: ۵۰۹، ج: ۱

اللھم لمامانع لما اعطیت ولامعطی لمامنعت ولاراد لماقضیت ولاینفع ذالجد منک الجد.

یا اللہ ہمارے گناہوں سے درگذر فرما، یا اللہ ہماری خطاؤں سے درگذر فرما، یا اللہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرما، یا اللہ جو مسلمان انتقال فرما چکے ہیں، ان سب کی مغفرت تامہ فرما، اے کریم مولیٰ جن کی آپ مغفرت فرما چکے ہیں، ان کے صدقے اور طفیل میں ہماری بھی مغفرت فرما، اے رب کریم امت محمدیہ میں جو بیمار ہیں، ان کو صحت کاملہ عاجلہ دائمہ مستمرہ نصیب فرما۔

اور بھی جن بھائیوں نے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا، یا ہمارے پاس خطوط بھیجے یا دعا کا مقصد لے کر ہمارے پاس آئے، اے رب کریم آپ سب کے مقاصد کو پوری طریقہ سے جاننے والے ہیں، ان سب کے جائز مقاصد میں پوری پوری کامیابی نصیب فرما۔ یا اللہ امت محمدیہ مرحومہ پر رحم فرما، یا اللہ امت کی مغفرت فرما، امت کے رخوں کو دین کی طرف پھیر دے، ان کے دلوں میں آخرت کی فکر پیدا فرمادے، یا اللہ محض اپنے لطف وکرم سے ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمدو آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

تفسیر معوذتین

وعظ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب

کاندھلوی مدظلہ العالی

عرض مرتب

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد!

قارئین کی خدمت میں "**تفسیر معوذتین**" پیش کرتے ہوئے ہمارا رواں رواں فرحت وانبساط سے معمور ہے اور حق تعالیٰ کا شکر گذار ہے کہ اسی کے فضل وکرم سے اس کی ترتیب عمل میں آسکی۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ زیر نظر کتاب دراصل کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی **افتخار الحسن** صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کے وہ علمی افادات ہیں جو دوران تفسیر قرآن کریم، حضرت والا نے بیان فرمائے ہیں۔

قارئین کو معلوم ہوگا کہ حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب دامت برکاتہم سرزمین کاندھلہ میں روزانہ بعد نماز فجر قرآن کریم کی تفسیر بیان فرماتے تھے جس میں ناخواندہ یا کم پڑھے لکھے لوگوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہو کر علمی تشنگی بجھاتی تھی، حضرت والا عوام الناس کی ذہنیت ومزاج کو سامنے رکھتے ہوئے بڑے مؤثر انداز میں معارف وحکمت کی باتیں ارشاد فرماتے تھے بلکہ بعض اوقات عوام کی ذہنی علمی سطح پر اتر کر انہیں کے لب ولہجہ میں گفتگو فرمایا کرتے تھے تقریباً تریپن سال تک یہ سلسلہ جاری رہا اور خلق خدا اس دریائے ناپیدا کنار سے سیراب ہوتی رہی بعد میں حضرت کی پیرانہ سالی اور طبعی ضعف وکمزوری کی بناء پر یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔

اس بات پر اب صرف حسرت وافسوس ہی کیا جاسکتا ہے کہ اس طویل عرصہ میں حضرت والا کے قیمتی بیانات کے ریکارڈ کا کوئی بندوبست نہ ہوسکا نہ ہی کوئی ان بیانات کو کاغذ کے سفینہ میں

محفوظ کرسکا، جس کی وجہ سے یہ قیمتی بیانات اور اثر انگیز مواعظ ماضی کی یادگار بن کر رہ گئے تاہم تلاش و جستجو کے بعد بعض لوگوں سے ایسی کچھ کیسٹیں دستیاب ہوسکیں، جس میں حضرت والا کے اس سلسلے کے کچھ بیانات محفوظ تھے انہیں کیسٹوں میں ایک کیسٹ وہ بھی تھی جس میں حضرت والا کے معوذتین کے تفسیر کا بیان جزوی طور پر موجود تھا۔

راقم سطور نے اس بیان کو سپرد قرطاس کر کے حضرت والا کی نگرانی میں اس کے حوالہ جات درج کیے اور عوام الناس کے نفع کے لئے ایک کتابی شکل تیار کی، جو آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے مگر چوں کہ یہ بیان مکمل نہیں تھا اس لئے معوذتین کی تفسیر کا بعض حصہ دیگر کتابوں سے نقل کر کے مضمون کو مکمل کیا گیا ہے۔

آخر میں ان تمام حضرات کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کار خیر میں کسی بھی طرح کا میرا تعاون کیا خاص طور سے مفتی ابوالحسن ارشد صاحب، مہتمم مدرسہ اسلامیہ سلیمانیہ، عیدگاہ کاندھلہ نے اپنے قیمتی اوقات کا نذرانہ پیش کیا اور مفید مشوروں سے نوازا۔ فجزاهم الله احسن الجزاء.

هذا الجهد مني وعليك التكلان

ابوعثمان محمد شعبان بستوی

مدرسہ اسلامیہ سلیمانیہ

عیدگاہ کاندھلہ، مظفرنگر یوپی

یکم صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ ○ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ○ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ○

ترجمہ: آپ فرمادیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں تڑکے (صبح) کے رب کی پناہ چاہتا ہوں، تمام مخلوقات کے شر سے، اور تاریکی کے شر سے، اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے، اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

فلق کے معنی: فلق کہا جاتا ہے کسی چیز کو پھاڑ کر اس میں سے دوسری چیز کا نکالنا،[1] یہ خداوند قدوس کی صفت ہے، وہ مالک الملک، قادرِ مطلق رات کو پھاڑ کر اس میں سے دن کو نکالتے ہیں، گٹھلی کو پھاڑ کر درخت کو نکالتے ہیں، اور بہت ساری چیزیں ہیں، جو انہی مالک الملک کو معلوم ہیں۔

وَقَالَ اَكْثَرُ الْمُفَسِّرِينَ وَهِيَ رِوَايَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سِجْنٌ فِي جَهَنَّمَ رَوَاهُ ابْنُ جَرِيرٍ.[2]

حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت اور اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ "**فلق**" دوزخ کے اندر ایک قید خانے کا نام ہے۔ وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ جَرِيرٍ عَنْ كَعْبٍ

(۱) تفسیر مظہری ج/۱۰/ص/۳۷۶

(۲) الدر المنثور فی التفسیر الماثور ۶/۴۱۸ [بیروت]

قَالَ: اَلْفَلَقُ بَيْتٌ فِي جَهَنَّمَ،اِذَا فُتِحَ صَاحَ اَهْلُ النَّارِ مِنْ شِدَّةِ حَرِّهٖ[1]

ترجمہ: حضرت کعبؓ سے منقول ہے کہ "**فلق**" دوزخ کے اندر ایک مکان کا نام ہے، جب اس مکان کو کھولا جائے گا تو دوزخی لوگ بھی اس کی گرمی کی شدت اور تیزی سے چیخ اٹھیں گے۔

حق تعالیٰ کی صفت فالق الاصباح ہے: اس مالک الملک کی اور بہت سی صفتیں بیان کی گئی ہیں، وہاں یہ بھی صفت بیان فرمائی گئی ہے۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ[2] اور وہ (اللہ تعالیٰ) صبح کو نمودار کرنے والے ہیں، اندھیری رات میں سے صبح صادق کو نکالنے والے ہیں۔

معوذتین کا منشائے نزول: اس سورت میں باری تعالیٰ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے اس لئے اس سورت کا نام سورۂ فلق ہوا۔ اور اس سورتِ شریفہ میں رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے پوری امت کو اور تمام ایمان والوں کو یہ خطاب فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ رات کے شر سے حق تعالیٰ کی پناہ چاہو، اس ذات عالی کی پناہ چاہو، جو صبح کو نمودار کرنے والی ہے۔ جادو ٹونے بھی رات ہی میں اور خصوصاً اندھیری رات میں ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ جنات اور شیاطین یہ ظلماتی ہیں۔ اور اندھیرے کو پسند کرتے ہیں، روشنی ان کو نہیں چاہئے۔ چناں چہ جس گھر کے اندر چراغ اور بجلی نہیں ہوتی اس گھر میں جن رہنے لگتے ہیں۔ جہاں پر روشنی ہونے لگتی ہے وہاں سے وہ بھاگ جاتے ہیں، تو یہ جنات ظلماتی ہیں۔ اور اندھیرے کو پسند کرتے ہیں، جنات وشیاطین اور ارواحِ خبیثہ کا جو عمل سحر کا ہوتا ہے وہ بھی رات میں ہوتا ہے اور رات میں بھی اندھیری رات میں ہوتا ہے، اور اسی میں ان کا جادو وغیرہ زیادہ موثر ہوتا ہے۔

---

(۱) تفسیر مظہری، ج/۱۰/ص/۳۷۷-۳۷۶

(۲) سورۂ انعام آیت: ۹۶

یہ دو سورتیں ہیں اور دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں۔ پانچ سورۂ فلق اور چھ سورۂ ناس میں۔

سورۂ فلق میں پانچ آیتیں، ایک رکوع، ۲۳ کلمات اور ۷۳/ حروف ہیں۔[1]

شانِ نزول: یہ دونوں سورتیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں جب کہ یہود نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کر دیا تھا۔ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں معوذتین کا شان نزول منقول ہے[2] اور حسد کی بنا پر یہ آزار پہنچایا تھا۔

مسند احمد کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ چھ ماہ تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس جادو کا اثر رہا۔[3] اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال تک اس جادو کا اثر باقی رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ اور بھول واقع ہونے لگی مگر یہ دنیوی امور میں تھا۔

حضرت عائشہؓ کی روایت سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم محسوس کرتے کہ فلاں کام کر لیا ہے، مگر وہ نہیں کیا ہوتا تھا۔[4]

حضرت علامہ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ کی راویت سے پتہ چلتا ہے کہ اس سحر کا اثر صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر ہی تھا۔ بقیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مطہر، عقل سلیم اور ظاہری اعضائے مقدسہ اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد ایمانیہ پر اس سحر کا کوئی اثر نہیں تھا)۔[5]

(۱) فتح العزیز پارہ عم ص/ ۲۳۵

(۲) تفسیر ابن کثیر ج ۴/ص/ ۵۷۴

(۳) ابن کثیر ج ۴/ص/ ۵۷۴/ ط..... قاہرہ ۱۹۵۴

(۴) بخاری شریف ج ۲/ص/ ۸۵۷، باب السحر

(۵) روح المعانی تفسیر سورۂ فلق، ج ۳۰/ص/ ۳۲۷- ط..... ملتان

جادو اور اس کا شرعی حکم: سحر خلاف عادت کام کو کہتے ہیں، جس کا ظہور شریروں اور بدکار لوگوں سے ہوتا ہے، اور سحر کا وجود محقق ہے، یہ پیش آتا رہتا ہے، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں، کہ سحر کا سیکھنا سکھانا مطلقاً حرام ہے۔ بعض سحر کفر تک پہنچادیتے ہیں اور بعض کفر تک تو نہیں پہنچاتے البتہ وہ گناہ کبیرہ کے قبیل سے ہوتے ہیں۔ اگر سحر میں کوئی کفریہ کلمہ یا کفر تک پہنچادینے والا کوئی کام صادر ہو تو یہ سحر کفر ہے، اور اس طرح کا سحر کرنے والا کافر ہوگا۔[1]

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ایک وعظ میں فرماتے ہیں: کہ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ سحر تو حرام اور کفر ہے، تو باقی اس کا جاننا اور بہ ضرورت شرعی اس کا سیکھنا خصوصاً جب کہ اس پر عمل کرنے کی مخالفت بھی ساتھ ساتھ ہو تو حرام نہیں۔ جیسے سور اور کتے کا گوشت کھانا حرام ہے، مگر اس کی خاصیت معلوم کرنا اور اس کو بیان کرنا حرام نہیں۔ فقہاء نے کلمات کفریہ کے لئے ایک مستقل باب لکھا ہے، تا کہ معلوم ہو جائے، کہ کن باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ فلسفے کے بہت سے مسائل کفر ہیں لیکن اس کی تعلیم دی جاتی ہے، تا کہ اس کی حقیقت معلوم کر کے اس کا جواب دیا جا سکے۔[2]

جادو ہلاک کرنے والا ہے: حدیث شریف میں جادو کو ہلاک کرنے والی چیز فرمایا گیا ہے، چناں چہ ارشاد گرامی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَات قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَاهُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْکُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ؟، وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ، وَالتَّوَالِیْ یَوْمَ الزَّحْفِ،

(۱) حاشیہ بخاری شریف ج ۲/ ص/ ۸۵۷، باب السحر

(۲) (معارف القرآن ادریسی ۱/ ۲۵۳)

وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ [1]

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون سی چیزیں ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) اللہ کی حرام کی ہوئی جان ناجائز طریقے سے قتل کرنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) اور حملے کے دن جنگ سے فرار ہونا، (۷) اور پاک دامن، سیدھی سادھی مؤمن عورتوں پر بدچلنی کا الزام لگانا۔

جادو سے متعلق علمائے کرام کی تصریحات: ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ مدارک میں ہے کہ اگر ساحر کے قول و فعل سے ایمان کی تردید ہوتی ہے تو وہ کفر ہے ورنہ نہیں۔ وہ ابن حجر قرافی سے نقل کرتے ہیں کہ جادو کی مختلف قسمیں ہیں۔ جیسے سیمیا، ہیمیا، جانوروں کے خواص، طلسمات، منتر، (جو نقصان دہ ہوتے ہیں) تعویذ اور تسخیر جن...... اور کبھی جادوگر جڑی بوٹیاں نہر، کنواں، قبر یا پورب کو کھلنے والے دروازے میں ڈال دیتے ہیں تو جن لوگوں کا مزاج اللہ نے ان چیزوں کے مطابق بنایا ہے وہ ان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اور کبھی جادوگر کے قول و فعل سے مسحور شخص بیمار ہو جاتا اور مر جاتا ہے۔ اور ایسا کبھی دھوئیں سے یا اس کے بغیر ہوتا ہے۔ اور حنابلہ اس کو جادوگر سمجھتے ہیں جو جھاڑو پر سوار ہوتا ہے اور وہ اسے اڑاتا ہے۔ اسی طرح جنوں کو مسخر کرنے والا، کاہن و عراف، منجم، شعبدہ گر، پرندوں سے کام لینے والا، چھڑی، جوا، اور پانسہ سے کام لینے والا، دوا اور تدخین اور مضر مشروب سے جادو کرنے والا۔ بعض ائمہ نے چغل خور اور فسادی کو بھی جادوگر ہی شمار کیا ہے۔

(۱) متفق علیہ

سحر کی حقیقت: عام علماء سحر کی حقیقت کے قائل ہیں جب کہ معتزلہ اور ابوجعفر استر آبادی اس کے خلاف ہیں۔اور ہمارے مذہب کا حاصل یہ ہے کہ جادو کا عمل فسق ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ ﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهُ﴾ وہ ہم میں سے نہیں جس نے جادو کیا یا اس کے لئے کیا گیا اور جادو سیکھنا حرام ہے۔لیکن امام غزالیؒ فتنہ و مضرت کے خوف سے اس کے جواز کے قائل ہیں۔اور سحر کا فعل، اور اس کا سیکھنا سکھانا کفر نہیں الا یہ کہ اس میں کسی مخلوق کی عبادت و تعظیم ہوتی ہو، یا یہ خیال ہو کہ اس میں بہ ذات خود تاثیر ہے اور وہ جائز ہے۔اور امام مالکؒ اور علماء کی ایک جماعت نے ساحر کو کافر اور سحر اور اس کے سیکھنے سکھانے کو کفر کہا ہے۔ اور ساحر کے قتل کا حکم دیا ہے۔اور اس کی توبہ کو بھی نامقبول بتایا ہے خواہ اس نے مسلمان پر یا کسی ذمی پر ہی جادو کیا ہو۔حنفیہ کے نزدیک اگر ساحر سمجھتا ہے کہ شیطان اس کے لئے کام کرتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر سحر کو صرف تخیل اور فریب سمجھتا ہے تو کافر نہیں ہے۔حنابلہ ساحر کے کفر میں اختلاف رکھتے ہیں۔ان کی کتاب تنقیح میں ہے کہ ساحر کافر کی توبہ قبول نہ ہوگی۔اور ان کے فروعی مسائل میں ہے کہ جو لوگوں کو اپنی غیب دانی کا فریب دے تو اسے امام المسلمین قتل کر سکتا ہے۔[1]

نبی پر سحر کی تاثیر: اس بھول اور نسیان سے عام لوگوں کو یہ بھی تعلیم دینی مقصود تھی کہ یہ پیغمبر انسان ہی ہیں۔غرض یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا گیا اور سحر کا اثر بھی ہوا کہ اس کے سبب آپ کو بھول ہونے لگی تھی۔بشر جیسا کہ سردی و گرمی سے متاثر ہوتا ہے، اور بھوک اور پیاس انسان کو لگتی ہے، اسی طریقے سے جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے ہیں، وہ سب

(۱) یہ تقریباً ایک صفحہ ڈاکٹر شمس تبریز صاحب کی تحریر کا جز ہے، جو ''دوماہی فکر اسلامی'' لبستی (جنوری فروری ۲۰۰۲ء شمارہ ۳۴) میں شائع ہوا تھا، اور ان کا یہ مضمون مرقاۃ المفاتیح: جلد ۱۰/ص:۱۳۳ سے مستفاد ہے، سحر اور معجزے کی تفصیلات اور ان کے مابین فرق کو سمجھنے کے لئے دیکھئے ''الاعلام بقواطع الاسلام'' (مؤلف: ڈاکٹر شمس تبریز صاحب لکھنؤ)

بشری خواص رکھتے تھے، یہ نہیں کہ بشریت سے منزہ تھے، حق تعالیٰ نے اسی بات کو ظاہر کرنے کے لئے آپ کو سحر سے متأثر کیا تا کہ لوگ سمجھ جائیں کہ (معاذ اللہ، معاذ اللہ) نبی کے اندر خدا بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔

عیسائیوں کا گمان باطل: جیسا کہ عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ خدائی درجہ دیا۔ کتنی عقل سے دور کی بات ہے کہ خود یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر سولی دے دی گئی، اور ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا، اور ان کے گلے میں جوتوں کا ہار ڈالا گیا، اور ان کو بھوک اور پیاس میں ستایا گیا، اور وہ بار بار کہتے رہے کہ تھوڑا سا پانی پلا دو لیکن پانی پلایا تو پانی کے اندر ایلوا (ایک نہایت تلخ چیز) ملا دیا اور پانی پلایا، یہ ساری باتیں اپنے خیال میں وہ خدا کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

ایک عربی کا شاعر کہتا ہے[1]

اَعُبَّادَ عِیسیٰ لَنَا عِندَکُم	سُوالٌ عَجِیبٌ فَهل مِنْ جَوابٌ
اذَا کَانَ عِیسیٰ عَلیٰ زَعْمِکُم	اِلٰهاً قَدِیراً عَزِیزاً یُهَابُ
فَکَیفَ اعْتَقَدْتُم بِاَنَّ الْیَهُود	اَذَا قُوهُ بِالصَّلب مُرَّ الْعَذَابُ
وَکَیفَ اعْتَقَدْتُم بِاَنَّ الاِلٰه	یَمُوتُ وَیُدْفَنُ تَحْتَ التُّرَابُ

ترجمہ: (۱) اے عیسیٰ کے پرستارو! ہمارا تم سے ایک عجیب سوال ہے، پس کیا تمہارے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟

(۲) اگر تمہارے زعم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نے قادر، غالب،

---

(۱) فاضل ادیب شیخ احمد علی مَلیجی مصریؒ کا یہ قصیدہ " السوال العجیب فی الرد علی اهل الصلیب " کے نام سے ہے، یہ قصیدہ ۱۳۲۲ھ میں منتخب العجیل لمن حرّف التورات و الانجیل للعلامة المسعودیؒ، مطبوعہ مصر کے اخیر میں بطور تکملہ طبع ہوا ہے۔

اور ہیبت وجلال والے تھے۔

(۳) تو پھر تم نے یہ عقیدہ کیسے قائم کرلیا کہ یہود نے ان کو صلیب دے کر تلخ عذاب چکھایا؟ کیا خدا کو بھی عذاب چکھایا جاسکتا ہے؟

(۴) اور تم نے یہ خیال کیسے کرلیا کہ خدا بھی مرکر مٹی کے نیچے دفن کیا جاسکتا ہے۔[1]

حق تعالیٰ کی صفات لازوال ہیں: خدا کی ذات عالی تو وہ ہے کہ جن کے کمالات اور جن کے اوصاف اور جن کی خوبیاں ہمیشہ سے ہیں، اور ہمیشہ رہیں گی۔ اور ان کی کسی خوبی کے اندر کبھی کوئی زوال اور فتور واقع نہیں ہوگا، زمین ہو یا آسمان ہو چاند ہو یا سورج ہو، انسان ہو یا فرشتہ ہو، روح ہو یا مادہ، جنت ہو یا دوزخ ہو، پہاڑ ہو یا دریا ہو، درخت ہو یا گھاس پھونس ہو، غرض یہ کہ ساری کی ساری چیزیں خداوند قدوس نے اپنی قدرت کاملہ سے بنائی ہیں، ان میں تاثیر بھی خدا کی پیدا کردہ ہے سحر ہو یا کوئی چیز، سب خدا کے حکم کے تحت اثر انداز ہوتی ہیں اسی طرح بعض لوگ زمانے کو برا کہتے ہیں۔

زمانے کو برا نہ کہو: عموماً لوگ زمانے کی طرف برائی کی نسبت کرکے اپنا دامن چھڑانا چاہتے ہیں، جب کہ زمانے کو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات عالی نے بنایا ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ: یُوذِیْنِیْ اِبْنُ آدَمَ، یَسُبُّ الدَّھرَ ،وَاَنَا الدَّھْرُ، بِیَدِی الاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّیْلَ والنَّھَارَ.[2]

(۱) احسن الحدیث فی ابطال التثلیث ص/ ۷۵ حضرت علامہ محمد ادریس صاحب کاندھلوی (م ۱۳۹۴ھ ۱۹۷۴ء)، مطبوعہ علمی مرکز، لاہور

(۲) ابوداؤد شریف ج ۲/ ص/ ۷۱۵، باب فی الرجل یسب الدھر

ترجمہ مع مطلب: حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ آدم کی اولاد مجھے اذیت اور تکلیف پہنچاتی ہے وہ زمانے کو برا کہتے ہیں، کہ ایسا برا زمانہ نہیں دیکھا تھا، حق تعالیٰ فرماتے ہیں میں ہی تو زمانہ ہوں، سارے معاملات میرے ہی ہاتھ میں ہیں جو کچھ چاہتا ہوں میں تصرف کرتا ہوں۔

آج ۲/ اپریل (۱۹۸۵ء) ہے گرمی کا سیزن ہے، اور حق تعالیٰ نے بارش برسا کر اچھی خاصی سردی کردی ہے، جب کہ اپریل میں پنکھے چلا کرتے ہیں، اور خوب گرمی کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے، مگر وہ قادر مطلق ہیں اور با اختیار ہیں، جو کچھ چاہتے ہیں، ویسے ہی تصرف و تغیر فرماتے ہیں، اس ذات عالی نے کمبل اڑھادیے ہیں بے شک وہی دن اور رات میں تغیر کرنے والے ہیں۔

ہر چیز فانی ہے: غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک چیز پر ایک ایسا وقت گذر چکا ہے، کہ وہ نہیں تھی اور پھر ایسا وقت آئے گا کہ کوئی بھی چیز نہیں رہے گی، اور انبیائے کرام کے اوپر بھی بیماریاں اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے آتی ہیں، کہ انبیاء علیہم السلام بھی انسان ہیں، معاذ اللہ، معاذ اللہ، خدا نہیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار بھی ہوا: حدیث پاک میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہوئی۔ تو ایک صحابی آئے اور جسم عالی کو ہاتھ لگا کر دیکھا اور ہاتھ لگا کر ہٹالیا اور یہ عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ کا جسم عالی تو اس وقت بہت تپ (گرم ہو) رہا ہے، کہ ہاتھ لگانا مشکل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسا تمہارے دو آدمیوں کو بخار چڑھتا ہے، ایسا مجھے اکیلے کو ہے۔ دو کی تکلیف کے برابر مجھے تکلیف ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا آپ کو دوہرا اجر ملے گا؟ فرمایا: ہاں، حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

عَنْ ابن مسعودؓ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلى اللّٰهُ عليهِ وَسَلَّمَ

، وَهُوَ يُوعَكُ، فَمَسِسْتُهُ بِيَدِيْ، فَقُلْتُ: إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكاً شَدِيداً، قَالَ: أَجَلْ! كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ، قَالَ: لَكَ أَجْرَانِ، قَالَ: نَعَمْ![1]

امتحان بقدرِ ایمان ہوتا ہے جو بندہ خدا تعالیٰ کا جتنا محبوب اور قریبی ہوتا ہے، اس کا امتحان اتنا ہی سخت ہوتا ہے، حدیث پاک میں بھی فرمایا گیا ہے، جیسا کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صحابی (حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا:

يَارَسُولَ اللّٰه! أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلاءً؟ قَالَ: الأنْبِيَاءُ ثُمَّ الأمْثَلُ فَالأمْثَلُ، يُبْتَلي الرَّجُلُ عَلىٰ حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي دِيْنِهٖ صُلْباً اِشْتَدَّ بَلاءُ هُ، وَإِنْ كانَ فِي دِينِهٖ رِقَّةٌ اُبْتُلِي عَلىٰ قَدْرِ دِينِهٖ، فَمَا يَبْرحُ البَلاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى يَتْرُكَهُ يَمْشِيْ عَلىٰ الأرْضِ وَمَاعَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ.[2]

ترجمہ: حضرت سعد نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے سخت آزمائش اللہ کی طرف سے کس کی ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا: سب سے بھاری امتحان حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا ہوتا ہے۔ پھر ان کے قریب درجے والوں کا۔ اور پھر ان کے قریب والوں کا ہوگا، آدمی کی آزمائش اس کے دین کے بقدر ہوتی ہے۔ اگر ایمان میں مضبوط ہوتو اس کا امتحان بھی سخت ہوتا ہے، اور اگر دین میں کمزور ہوتو اس کے ایمان کے بقدر ہی آزمائش ہوتی

(۱) بخاری شریف ج۲/ص/۸۴۶، کتاب المرضیٰ

(۲) ترمذی شریف ج۲/ص/۶۵، باب فی الصبر علی البلاء

ہے۔ مسلسل مصائب وامتحانات کے پیش آنے سے بندہ گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہوجاتا ہے۔

آپ کو زہر دیے جانے کا واقعہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود کے سحر کا اثر ہوا۔اور زہر کھلائے جانے کا بھی آپ پر اثر ہوااوراس زہر کی وجہ سے خون میں حدت (گرمی اور تیزی) پیدا ہوگئی،اور گرمی کے زمانے میں ایک دومرتبہ پچھنے لگوائے تھے تاکہ جسم عالی کا خون نکل جائے ،اور حدت کم ہوجائے۔اور آپ کی وفات اور وصال کے وقت بھی اس زہر کا اثر ہوا تھا، آخری دنوں میں زہر کا وہ اثر مزید بڑھ گیا تھا۔

آپ پر جادو کیے جانے کا واقعہ: غرض یہ کہ یہود نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر بھی دیا،اور سحر بھی کیا چھ مہینے اس سحر کا اثر ایسا باقی رہا کہ دنیوی امور میں بھول لگنے لگی تھی، یعنی بعض مرتبہ کوئی کام کر لیتے تھے،اور پھر اس کو بھول جاتے تھے۔

یہاں تک کہ جب چھ مہینے اس حال میں گذر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں نے اپنے رب کریم سے آج رات اپنی بیماری کے بارے میں سوال کیا تو میرے رب کریم نے میری بیماری کی حقیقت بتلائی۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو فرشتے خواب میں میرے پاس آئے،ایک فرشتہ میرے سرہانے کی طرف بیٹھ گیا۔اور ایک پائینتی کی طرف بیٹھ گیا۔سرہانے والے فرشتے نے پائینتی والے فرشتے سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا بیماری ہے؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ ان کے اوپر سحر کردیا گیا ہے: پوچھا کس نے سحر کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: لبید بن اعصم یہودی نے، پوچھا: کس طرح کیا گیا؟ جواب دیا: ان کی داڑھی کے بال اور کنگھے میں، ان کو تانت کے ایک ڈورے میں گرہیں لگا کر اس کو کھجور کے ایک شگوفہ میں دبا کر بنی زریق کے ذروان نامی کنویں میں دفن کیا گیا ہے۔رات کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب دیکھا اور

حضرت عائشہؓ سے صبح کو اس کو ذکر فرمایا۔ اور چند صحابہ کو حضرت عمار بن یاسرؓ کے ہمراہ اس مقام پر بھیجا جہاں وہ جادو وغیرہ دبایا گیا تھا۔ اور بعض روایتوں میں حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کا نام بھی ہے، کہ ان کو بھیج کر وہ جادو برآمد کرایا۔ وہ جو یہود کے محلے میں ذروان کے نام سے ایک کنواں تھا۔ اس کنویں کو جا کر دیکھا تو اس کا پانی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس میں مہندی گھول دی ہے۔ اور اس کنویں کے آس پاس جو کھجور کے درخت تھے ڈراؤنے معلوم ہو رہے تھے۔ یعنی ایسا سخت قسم کا جادو تھا کہ اس کے دفن کرنے کی وجہ سے کنویں کے پانی میں تغیر ہو گیا تھا۔ اور آس پاس کے درخت بھی اس سے متاثر ہو رہے تھے۔ چند صحابہ کو اس کنویں میں اتارا گیا۔ تو دیکھا کہ ایک پتھر کے نیچے کھجور کے غلاف میں وہ جادو دبایا ہوا ہے۔ وہ نکالا گیا تو اس میں دیکھا کہ ایک تانت کا ڈورا ہے اس پر گیارہ گرہیں لگی ہوئی ہیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ٹوٹا ہوا کنگھا ہے، اور چند بال ہیں، یہ جادو کا سامان ہے، اس جادو کے سامان کی برآمدگی کے بعد جبرئیل علیہ السلام یہ دو سورتیں لے کر حاضر ہوئے۔ جبرئیل امین نے ان دونوں سورتوں کی تلاوت شروع فرمائی، یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کے تشریف لے جانے کے بعد ان سورتوں کو پڑھا۔ ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی۔ یہاں تک کہ جب دونوں سورتوں کی گیارہ آیتیں پوری ہو گئیں تو گیارہ کی گیارہ گرہیں کھل گئیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گویا میرے اوپر سے بوجھ اتر گیا ہے۔[1]

معوذتین پڑھ کر دم کرنا: ان سورتوں کے نازل ہونے سے پہلے جب حضرت حسن اور حضرت حسین بیمار ہوتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اوپر تعوذ (دعا) پڑھ کر

(۱) تفسیر مظہری ۱۰/۳۷۶-۳۷۵۔ط.....اشاعت العلوم دہلی۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴/ص ۱۴/۵۷۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کی تفصیل کے لئے دیکھئے بخاری شریف ج ۲/ص ۵۸/۸۵۷۔ باب السحر

دم فرمایا کرتے تھے، لیکن ان سورتوں کے نازل ہونے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ جب بھی کسی پر دم فرماتے تھے تو ان سورتوں کو پڑھ کر دم فرماتے تھے۔

فضائل معوذتین: احادیث کے اندر ان سورتوں کی بڑی فضیلت آئی ہے، چند حدیثیں یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

(۱) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج کی رات اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر ایسی سورتیں نازل فرمائی ہیں کہ ایسی سورتیں کبھی نازل نہیں ہوئیں۔ یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ.

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عليه وسلم: اَلَمْ تَرَ آيَاتِ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ تَرَ مِثْلَهُنَّ قَطُّ" قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ[1]

(۲) اور ان سورتوں کے نازل ہونے سے پہلے حضرت حسن اور حضرت حسین جب بیمار ہوتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اوپر کوئی تعوذ (دعا) پڑھ کر دم فرمایا کرتے تھے، لیکن ان سورتوں کے نازل ہونے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ جب بھی کسی پر دم فرماتے، تو ان سورتوں کو پڑھ کر دم فرماتے تھے۔

(۳) اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سوتے وقت قُلْ هو اللّٰه احد، قُلْ اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم فرماتے اور پورے جسم عالی

(۱) مسلم شریف ج ۱/۲۷۲۔ باب فضل قراۃ المعوذتین.

پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا تھا ہاتھ پھیرتے تھے، اور یہ عمل تین بار فرماتے تھے۔[1]

(۴) اور احادیث کے اندر صبح وشام بھی تین تین مرتبہ ان دونوں سورتوں اور سورۂ اخلاص کو پڑھنے کا حکم مذکور ہے۔[2]

(۵) اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک ان سورتوں کو پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔[3]

مخلوق کے شر سے پناہ: مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. ترجمہ: تمام مخلوق کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

غرض یہ کہ اللہ عز اسمہ نے اپنے پیارے نبی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا، اور حکم دیا کہ آپ کہیں: پناہ لیتا ہوں میں صبح نمودار کرنے والے مالک کی، وہ مالک الملک وہ قادر مطلق صبح کو نمودار کرتے ہیں، اس مالک کی پناہ حاصل کرو تمام مخلوق کے شر سے۔

اس لئے کہ تمام چیزوں کو پیدا کرنے والی ذات عالی وہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمام مخلوق کو پیدا کر کے اس میں اپنی قدرت کاملہ سے تین طرح کی خاصیت بنائی۔ بعض چیزیں وہ ہیں کہ ان کے اندر خیر ہی خیر ہیں، اور بعض چیزیں وہ ہیں کہ ان کے اندر شر ہی شر ہیں، اور بعض چیزیں وہ ہیں کہ جن کے اندر خیر بھی ہیں اور شر بھی۔

جنت خیر کا ٹھکانہ ہے اور دوزخ شر کا حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے:

اَلَا اِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ

اَلَا اِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِي النَّارِ[4]

---

(۱) بخاری شریف ج۲/۷۵۰ باب فضل المعوذات، ترمذی شریف، ج۲/ص/۱۷۷۔

(۲) ابوداود ۲/۶۹۳ باب ما یقول اذا اصبح

(۳) عن عقبة ابن عامر، باب ماجاء فی المعوذتین ترمذی ج۲/ص/۱۱۸

(۴) رواه الشافعی فی مشکوٰۃ المصابیح ج۲/ص/۴۴۴

ترجمہ: -اے لوگو سن لو، غور سے سن لو! کان کھول کر سن لو! ہر قسم کی خیر اور بھلائی جنت میں ہے، اور ہر قسم کی برائی جہنم میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کے خیر و بھلائی کے اعمال جنت میں داخلے کا سبب ہیں، اور تمام شر و بدی کے کام دوزخ میں داخل کرنے والے ہیں۔

بعض چیزیں خیر و شر کا مجموعہ ہیں: اور بعض چیزیں وہ ہیں کہ ان میں خیر بھی ہے اور شر بھی ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنْ اِمْرَأَۃٍ تُشَیِّبُنِی قَبْلَ الْمَشِیب. وَاَعُوذُبِکَ مِنْ وَّلَدٍ یَکُونُ عَلَیَّ وَبالاً ، وَاعوذبِکَ مِنْ مَالٍ یکونُ علیَّ عَذاباً وَاَعُوذُبِکَ مِنْ صاحِبِ خَدِیعۃٍ اِنْ رایٰ حَسَنَۃً دَفَنَھا وَاِنْ رَایٰ سَیِّئَۃً اَفْشَاھَا[1]

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسی عورت سے جو بڑھاپے سے پہلے ہی مجھے بوڑھا کر دے، اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی، ایسی اولاد سے جو میرے لئے وبال جان بن جائے، اور میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی، ایسے مال سے جو میرے لئے عذاب کا سبب بن جائے۔ اور اے اللہ: میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی، ایسے دھوکہ باز اور دغا باز ساتھی سے جو میری کسی بھلائی کو دیکھے تو اس کو چھپائے، اور اگر میری کسی برائی کو دیکھے تو اس کو آشکارا کرے، اور لوگوں کو سناتا پھرے۔

(۱) والحدیث ذکرہ السیوطی فی "عَمَلِ الیَومِ وَاللَّیلَۃِ" ......وَلَمْ یعزہ الیٰ احدٍ کما فی الحزب الاعظم لملاعلی القاری ص/۱۱۹۔

المنزل السادس مع تخریج احادیث ، ط..... مجلس الدعوۃ والتحقیق الاسلامی کراچی،۱۹۸۰۔

اس دعا کے انداز والفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ عورت، اولاد، مال ودولت، اور دوست وساتھی میں خیر بھی ہوتی ہے، اور شر بھی، یہاں صراحتاً ان سب چیزوں کے شر اور بدی سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اور در پردہ وضمنی طور پر عورت اور اولاد وغیرہ کی طرف سے ملنے والی خیر اور نیکی کی دعا کی گئی ہے۔ اس طرح یہ مذکورہ چیزیں خیر وشر دونوں کا مجموعہ ہیں۔

بہر کیف! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حق تعالیٰ نے بہت سی چیزیں پیدا فرمائیں۔ اور ان میں سے بعض میں خیر اور بعض میں شر ہے۔ اور ہم نہیں جانتے ہیں کہ فلاں چیز کے اندر خیر ہے، اور فلاں چیز کے اندر شر ہے، ہم خیر ہی خیر سمجھ رہے ہیں یا کسی چیز کے اندر شر سمجھ رہے ہیں، تو اللہ عزاسمہٗ سے پناہ چاہی جائے۔ اور دعا کی جائے کہ اے اللہ! اس کے شر سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

خیر وشر جسمانی اور روحانی دونوں طرح کا ہوتا ہے، جو چیزیں جسم انسانی اور اس کی روح کے لئے مفید وسازگار ہیں وہ خیر ہی خیر ہیں۔ اور جو دونوں طرح ناموافق وغیر مفید ہیں وہ شر ہی شر ہیں۔ روحانی شر عقائد کا فساد وخرابی اور گناہوں کی طرف میلان ہے۔ اور جسمانی شر فقر وغربت، امراض اور دشمنوں کا غلبہ ہے۔ پھر شر کے بہت سے اقسام ہیں، سماوی، ارضی، دنیوی، اخروی، برزخی، اختیاری، غیر اختیاری، متعدی اور غیر متعدی وغیرہ تمام شرور سے خالق الخلق ہی کی پناہ مانگنی چاہیئے۔[1]

تاریکی میں شر ہے: وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ. ترجمہ: اور پناہ چاہتا ہوں اندھیرے کی بدی سے جب سمٹ آئے۔

کیونکہ اندھیرے کے اندر ایک قسم کی برائی اور شر پایا جاتا ہے، اور جتنے بھی برائی کے کام کرنے والے ہوتے ہیں، وہ رات کے آنے کا انتظار کرتے ہیں۔

(۱) درسی تفسیر، پارۂ عم ص: ۳۸۱، مولانا نسیم احمد غازی بجنوری، ط...... مکتبہ نسیمیہ، مرادآباد

چوری کرنے والا دن بھر سوچتا رہے گا کہ کس کے پاس مال ہے۔ اور کس کی دوکان میں سامان ہے، اور جہاں رات کا اندھیرا ہوا وہ اپنی کارروائی شروع کر دیتا ہے، اسی طریقے سے جس کو برائی کرنی ہے، اللہ کی نافرمانی کرنی ہے، وہ دن میں آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ رات کو فلاں جگہ ہماری تمہاری ملاقات ہوگی۔ اسی طریقے سے رات کی تاریکی کے اندر طرح طرح کے موذی جانور جو دن میں اپنے بلوں اور سوراخوں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں وہ باہر نکل جاتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ رات میں چونکہ شر زیادہ ظاہر ہوتا ہے، اس لئے حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے صبح کو نمودار فرماتے ہیں۔ اور جہاں صبح کی سپیدی پھٹی اور صبح صادق ہوئی تو وہ سارے کے سارے حشرات الارض، موذی جانور جو زمین پر پھیلے ہوئے تھے، اور اسی طریقے سے چور اچکے، برائی کرنے والے وہ سارے کے سارے اپنے اپنے ٹھکانوں کو پہنچ جاتے ہیں۔ تو صبح کو نمودار کرنا خداوند قدوس کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

جادوگرنیوں سے پناہ: آگے ارشاد فرماتے ہیں:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ.

اور پناہ چاہتا ہوں میں گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے

لبید ابن اعصم یہودی کی لڑکیوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا تھا، اور تانت کے گنڈے میں منتر پڑھ کر گیارہ گرہیں لگا کر دم کیا تھا۔ اسی کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ میں پناہ چاہتا ہوں عورتوں کے شر سے جو گرہوں کے اندر پھونک مارنے والی ہیں[1]

(۱) چونکہ عورتیں اپنے عقیدے کی کمزوری کے سبب اس طرح کے جادو ٹونے وغیرہ کی طرف میلان بھی رکھتی ہیں، اس وجہ سے بھی یہاں (گرہوں میں پھونک مارنے والی) عورتوں کی تخصیص کی گئی (درس تفسیری پارہ عم ص: ۴۸۳)

حاسدین کے شر سے پناہ: اور آگے ارشاد ہے:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ.

اور پناہ چاہتا ہوں میں حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے

علماء نے یہاں فرمایا ہے کہ شرک اور کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ حسد ہے۔

حسد کیا ہے؟ کسی کی نعمت وراحت کو دیکھ کر جلنا اور یہ چاہنا کہ یہ نعمت وآرام اس سے چھن جائے، حسد کہلاتا ہے، جو حرام ہے۔ اور کسی کو ناز ونعمت میں دیکھ کر اس کی بقاء وترقی کی دعا کرنا اور اپنے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے ان نعمتوں کو طلب کرنا۔ غبطہ اور رشک کہلاتا ہے، جو صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن اور بہتر ہے۔[1]

حاسدین کئی طرح کے ہوتے ہیں: حاسدین بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) حاسدین کی ایک قسم وہ ہے جو اپنے قول وفعل کے ذریعے دوسرے شخص کو عطا کی گئی نعمت خود حاصل کرنے کی کوشش کے ساتھ اس شخص کو محروم کر دینا چاہتے ہیں۔

(۲) حاسدین کی دوسری قسم وہ ہے کہ جو دوسرے شخص کو ملے ہوئے انعامات اور آسائشوں سے محروم کر دینا چاہتے ہیں خواہ ان کو یہ نعمت اور راحت حاصل ہو یا نہ ہو۔ حسد کی یہ دونوں قسمیں حرام اور گناہ کا باعث ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حسد کی ان دونوں قسموں کو یہودیوں کے خاص اوصاف میں شمار فرمایا ہے۔

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ[2]

(۱) روح المعانی، جلد:۳۰/ص:۲۸۸، امدادیہ ملتان

(۲) سورہ نساء آیت نمبر ۵۴

وہ (یہود) لوگوں (ایمان والوں) سے حسد کرتے ہیں ان کی اس نعمت (اسلام) کی وجہ سے جو اللہ نے ان کو عطا فرمائی ہے۔

(۳) حاسدین کی ایک تیسری قسم یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے قول و فعل سے حسد نہیں کرتا۔ لیکن دل میں اس سے جلن رکھتا ہے اور کسی قسم کی اس کو تکلیف نہیں پہنچاتا، بعض علماء نے اس کو گناہ کہا ہے، اور بعض نے ایسے شخص کو معذور تسلیم کیا ہے۔

(۴) حاسدین کی ایک اور قسم ہے جو بظاہر حسد ہے، مگر حقیقت میں رشک اور تمنا ہے یعنی ایک شخص دوسرے کو دی گئی نعمتوں کو دیکھ کر ان جیسی نعمتوں کے حصول کی تمنا کرے، اس سے جلن یا اس کی محرومی کا خیال دل میں نہ آئے یہ بظاہر حسد اور حقیقتاً رشک ہے۔ یہ شرعی نقطہ نظر سے قبیح ہونے کے بجائے امر مستحسن ہے۔

دو شخصوں سے حسد کرنا جائز ہے بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ دو آدمیوں سے حسد کرنا جائز ہے۔ وہاں ظاہری اعتبار سے حسد ہے لیکن رشک اور تمنا کے معنی مراد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا حَسَدَ اِلَّا فِیْ اِثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ یُنْفِقُهُ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ یَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ[1]

ترجمہ: قابل رشک ہیں دو طرح کے لوگ (۱) وہ شخص جس کو اللہ رب العزت نے مال و دولت عطا کیا ہو اور وہ اس کو دن و رات (اللہ کے راستہ

(۱) رواہ بخاری و مسلم

میں) خرچ کرتا ہو (۲) وہ شخص کہ جس کو اللہ تعالی نے قرآن کریم کی دولت
سے مالا مال کیا ہو اور وہ اس کو دن رات پڑھتا ہو۔

حدیث پاک میں حسد کی برائی یوں نقل کی گئی ہے۔

اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔[1]

ترجمہ: حسد سے بچتے رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے ہی کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

سب سے پہلا گناہ: سب سے پہلا گناہ جو آسمانوں میں ظاہر ہوا، وہ بھی حسد ہی ہے۔ ابلیس کو حضرت آدم علیہ السلام پر حسد ہوا کہ آدم کو خلافت کیوں مل گئی؟ اور یہ اعزاز کیوں ملا کہ فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا؟

اور دنیا کے اندر بھی سب سے پہلے حسد ہی کا گناہ ظاہر ہوا، کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل پر حسد کیا،[2] کہ خوبصورت لڑکی کا نکاح ہابیل کے ساتھ کیوں کر دیا؟

حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی، اور آدم علیہ السلام کے لئے حق تعالی کے طرف سے یہ اجازت تھی کہ آپس میں بھائی بہن کا نکاح کر دیا جائے لیکن اتنا فرق ہونا چاہئے کہ جو ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں، ان کا نکاح نہ کیا جائے، بلکہ ایک جوڑے کی لڑکی کا دوسرے جوڑے کی لڑکے کے ساتھ نکاح کیا جائے۔

تو قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ بڑی خوبصورت تھی، حضرت آدم علیہ السلام نے

(۱) ابوداؤد، جلد:۲، ص:۲۷۳ عن ابی ھریرۃ باب فی الحسد۔

(۲) فتح العزیز پارۂ عم، ص:۲۳۶۔

اس کا نکاح ہابیل کے ساتھ کر دیا، قابیل کہتا تھا کہ اس سے میں نکاح کروں گا، ہابیل نے کہا: اس کے ساتھ تیرا نکاح نہیں ہوسکتا، بس اسی حسد میں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا، سورۂ مائدہ میں اس قصے کی طرف اشارہ ہے۔[1]

تو سب سے پہلے حسد کا ظہور ہوا آسمانوں میں اور سب سے پہلے حسد کا ظہور ہوا زمینوں میں اسی لئے فرمایا گیا کہ میں پناہ چاہتا ہوں حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

اس لئے کہ جب تک حسد کا ظہور نہیں ہوتا حاسد خود بخود ہی اندر اندر جلتا رہتا ہے، اور جب وہ تدبیریں کرنے لگتا ہے، تو پھر محسود (جس کے اوپر حسد کیا جا رہا ہے) کو بھی تکلیف پہنچنے لگتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود نے حسد کیا کہ نبوت اس خاندان میں کیوں چلی گئی؟ ہمارے خاندان میں مدتوں سے نبوت چلی آ رہی تھی،

ہزاروں نبی بنو اسحاق میں تشریف لائے، اب بنو اسمٰعیل میں یہ نبوت کیوں منتقل ہوگئی؟ اس حسد پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو بھی کیا اور زہر بھی دیا، اور قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا۔

سوال (۱) سورہ فلق میں جب تمام مخلوق کے شر سے ایک بار ہی پناہ مانگ لی گئی، تو پھر صرف تین چیزوں (تاریکی، جادو، حسد) کی تخصیص کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ جواب، ان تین چیزوں کا شر پوشیدہ رہتا ہے، بقیہ مخلوقات کا شر ظاہر ہوتا ہے، اور پوشیدہ شر سے بچنا مشکل ہے، اس وجہ سے ان تینوں شروں کی وضاحت کی گئی۔[2]

---

(۱) قال اللہ تعالی: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ، پارہ ۶، سورۂ مائدہ رکوع ۹، آیت نمبر ۲۷

(۲) درسی تفسیر پارہ ۳۰/ ۴۸۸ (فتح العزیز ص: ۲۳۷ تفسیر پارۂ عم)

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے! میں پناہ چاہتا ہوں تمام لوگوں کے رب کی جو سارے انسانوں کے بادشاہ ہیں، اور جو سارے انسانوں کے معبود ہیں، اس ذات عالی کی میں پناہ حاصل کررہا ہوں، وسوسہ ڈالنے والے پیچھے چھپ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

سورۂ ناس وجہ تسمیہ: اس سورۃ کا نام "سورۂ ناس" ہے، ناس بمعنی آدمی، چونکہ ناس کا لفظ اس سورۃ شریفہ میں پانچ مرتبہ آیا ہے اس بنا پر اس سورت شریفہ کا نام "سورہ ناس" ہوا۔ یہ بھی "سورۂ فلق" کے ساتھ اسی وقت نازل ہوئی جب کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کردیا گیا تھا، (یہ سورت بھی مدنی ہے، اس میں چھ آیات، بیس کلمے اور اسی ۸۰/ حروف ہیں) [1]

لفظ ناس پانچ مرتبہ لانے کی حکمت: رب بمعنی پالنے والا، ملک بمعنی بادشاہ، الٰہ بمعنی معبود، اللہ کی ان تین اہم اور مخصوص صفات کی نسبت ناس کی طرف کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ان میں سے ہر صفت ناس کی حفاظت کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ مالک اپنے مملوک کی، بادشاہ اپنے رعیت وقوم کی اور معبود اپنے عابد بندے کی سب سے زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ان تینوں صفتوں کا جامع نہیں۔ اس لئے ان صفات کی جامع ذات سے پناہ مانگنا سب سے بڑی پناہ ہے، اور زیادہ قبولیت کا سبب ہے، اللہ کی ان

(۱) فتح العزیز ص: ۲۴۷ تفسیر پارہ عم

تین اہم صفات کے بعد وسوسہ ڈالنے والے اور ذکر اللہ سے بھاگنے والے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

شیطان ذکر اللہ سے بھاگتا ہے: شیطان انسان کے ساتھ رہتا ہے، لیکن شیطان کی عادت یہ ہے کہ انسان جب اللہ کا ذکر عالی کرتا ہے، تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے، شیطان کو خناس اسی وجہ سے کہا جاتا ہے، کہ وہ اللہ کے ذکر سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

کہ انسان کے دل میں دو حصے ہیں، ایک میں فرشتہ رہتا ہے، اور دوسرے میں شیطان رہتا ہے۔ اور شیطان اپنی ٹھوڑی (منہ) انسان کے دل پر لگائے بیٹھا رہتا ہے، اور آہستہ آہستہ باتیں کرتا رہتا ہے اور جب آدمی اللہ کا ذکر عالی کرتا ہے، اللہ کا نام نامی لیتا ہے تو شیطان اپنی ٹھوڑی ہٹا لیتا ہے اور ذکر کرنے والے بندے سے بہت دور بھاگ جاتا ہے۔

اور جب بندہ ذکر سے غفلت برتتا ہے، تو شیطان پھر اپنی ٹھوڑی اس کے دل پر رکھ کر غلط خیالات اور وسوسے ڈالنے لگتا ہے، حدیث پاک کے الفاظ ہیں۔

عَنْ عبدِ اللّٰه بنْ شقيق قَالَ قَالَ رسولُ اللّٰه صلى الله عليه وسلم مَامِنْ ادمي الا بقلبه بَيْتَان، فِي احدهما الملك وفي الأخر الشيطان فاذا ذكر اللّٰه خنسَ واذلم يذكر اللّٰه وضع الشيطان منقاره في قلبه ووسوس له۔[1]

ذکر و نماز میں وسوسے کیوں آتے ہیں؟ خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک کرتا ہے، تو شیطان اپنے منہ کو ہٹا لیتا ہے، اور پھر وسوسہ نہیں ڈالتا، مگر بڑی تعجب کی بات ہے، کہ حدیث پاک میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر عالی کرنے سے وسوسہ نہیں آتا مگر

(۱) رواہ ابو یعلی، تفسیر مظہری، جلد: ۱۰/ص: ۳۸۰

آج ہماری حالت اس کے برعکس نظر آرہی ہے۔

ذکان میں بیٹھے ہوئے، بازار میں چلتے پھرتے اور دنیا بھر کے دھندے کرتے ہوئے تو کوئی وسوسہ نہیں آتا، مگر جہاں تسبیح لے کر بیٹھے، اور جہاں نماز کی نیت باندھی دنیا بھر کے خیالات اور دنیا بھر کی باتیں سامنے آجاتی ہیں، تو ذکر سے وسوسے جانے کے بجائے اور زیادہ وساوس وخیالات آرہے ہیں۔

وساوس سے حضرت تھانویؒ کو تشویش: اشرف العلماء حضرت اقدس حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت کی اور ذکر و شغل شروع کیا تو وساوس دل کے اندر آنے شروع ہوئے، یہاں تک کہ ایسے ایسے وسوسے آتے تھے کہ میں چاہتا تھا کہ خودکشی کرلوں، بہت سے اولیاء اور بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ سے جاکر میں نے عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں، حضرت نے فرمایا: بھائی کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا: جی یہ چاہتا ہوں کہ اطمینان ہوجائے، (وسوسوں سے بچا رہوں) حضرت نے فرمایا: مولوی صاحب کیا کہہ رہے ہو؟ مولانا صاحب، دنیا میں اطمینان کافر کو ہوا کرتا ہے کیونکہ فرمایا گیا ہے:

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الخوفِ وَالرَّجاءِ۔

ایمان تو اس کیفیت کا نام ہے، جو خوف اور امید کے درمیان ہوتی ہے، خدا کے عذاب کا ڈر بھی ہو، اور انعام کی امید بھی ہو۔

حضرت حاجی عابدؒ کی طرف سے جواب: حضرت اقدس حضرت تھانوی بے انتہا پریشان تھے، فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں حاجی عابد حسین دیوبندی کے پاس گیا اور ان سے اپنی کیفیت بیان کی انہوں نے سن کر فرمایا کہ مولانا صاحب: یہ وسوسے آنہیں رہے ہیں،

بلکہ جارہے ہیں، اور اس کی مثال ایسی ہے، جیسا کہ کان کے اندر میل جما ہوا ہے، ہاتھ پھیر دو میل نہیں نکلتا، ڈاکٹر کے پاس گیا تو ڈاکٹر نے کہا، کہ لو دوا لے جاؤ، اس دوا میں سے جو اس میں ایک قطرہ کان میں ڈالا ہے تو ایک دم ایسا ابال آیا جیسا کہ ہنڈیا میں جوش آ گیا ہو، اور وہ سارا جما ہوا میل باہر آ گیا تو اسی طریقے سے ہم دن رات جس چیز کو سنتے ہیں، جس چیز کو دیکھتے ہیں، اور جس بات کو بولتے ہیں، وہ دل کے اندر جا کر چھپ رہی ہے، جب ہم خدا کا ذکر عالی کرتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو وہ چیزیں جو ہمارے دل کے اندر جمع تھیں وہ نکل رہی ہیں، لیکن اس وقت دل کے دروازے پر ان چیزوں کا ہجوم ہمیں محسوس ہوتا ہے، حالانکہ خیالات آتے نہیں بلکہ جاتے ہیں، غرض یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حاجی عابد صاحب کی اس بات سے مجھے اطمینان ہو گیا۔[1]

تو یہی وہ وسوسہ ڈالنے والا پیچھے ہٹ جانے والا ہے، جس سے پناہ چاہنے کا حکم فرمایا گیا ہے، جو دشمن سامنے ہوتا ہے اس کا مقابلہ آسان ہے، ہار ہو یا جیت اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، لیکن جو دشمن چھپا ہوا ہے، اور کبھی سامنے نہیں آتا اور چھپ کر دشمنی کر رہا ہے، اس کے شر سے بچنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے، تو اللہ عز اسمہٗ نے یہ سورت شریفہ نازل فرما کر سارے انسانوں پر احسان فرمایا، کہ اس ذات عالی کی پناہ حاصل کی جائے، جو ہر ایک مخلوق کے شر سے پوری طرح واقف ہے، اور ہر ایک کے داؤ اور مکر و تدبیر کو پوری طریقے سے جاننے والی ہے۔

تعوذ کے دس اعمال: حافظ ابن قیمؒ نے ذیل کی دس چیزیں تعوذ (پناہ) کے لئے نقل کی ہیں، اور کہا کہ علماء نے بیان فرمایا ہے، کہ یہ دس چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے ذریعہ انسان شیاطین و جنات کے شر سے بچا رہتا ہے۔ لہذا ان دس چیزوں کو کثرت سے پڑھتے رہنا چاہئے۔

(۱) تعوذ (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) اس کے پڑھنے سے شیطان

(۱) ملفوظات تھانوی

کے اثرات اور جنات کی بدی سے حفاظت رہتی ہے۔

(۲) سورۂ فلق، اور سورۂ ناس کا پڑھنا۔[۱]

(۳) آیت الکرسی کا پڑھنا۔[۲]

(۴) آمن الرسول سے لے کر آخر سورت تک پڑھنا۔[۳]

(۵) پوری سورۂ بقرہ کا پڑھنا۔[۴] حدیث پاک میں ہے "لَا یَسْتَطِیْعُهَا الْبَطَلَةُ"[۵] جادوگر اس سورت کا مقابلہ نہیں کر سکتا، جس شخص پر جادو کر دیا گیا ہو پانی پر سورہ بقرہ پڑھ کر دم کر کے مریض کو پلایا جائے۔

(۶) پارہ ۲۴ رسورہ مومن کی ابتدائی آیتیں "الیه المصیر" آیت ۳ رتک پڑھنا۔[۶]

(۷) سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھنا۔[۷]

(۸) کلمۂ توحید (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ قَدِیْرٌ) کثرت سے پڑھنا

(۹) وضو کا اہتمام اور نماز کی کثرت، اگر دل کے اندر شیاطین کی طرف سے وساوس آ رہے ہیں، اور ہجوم ہو رہا ہے، تو بہترین صورت ان کے دفع کرنے کی یہ ہے کہ وضو کر کے نماز کی نیت باندھ لے۔

---

(۱) پارہ عم

(۲) پارہ: ۳/ بقرہ آیت: ۲۵۵۔

(۳) پارہ: ۳/ سورۂ بقرہ آیت ۲۸۵/۸۶۔

(۴) پارہ الم سے پارہ تلک الرسل رکوع: ۷/ تک

(۵) مسلم شریف: ۱/ ۲۷۰، عن ابی امامۃ الباہلی۔

(۶) پارہ ۲۴ آیت: ۱ تا ۳۔

(۷) پارہ ۲۸/ از آیت ۲۲، تا ۲۴۔

(۱۰) ملنے جلنے میں کمی کی جائے، کم کھانا، کم بولنا لغو چیزوں کو نہ دیکھنا، اس سے خیالات میں کمی آجاتی ہے، اور شیاطین کے اثرات سے حفاظت ہوتی ہے۔ اور اللہ کا نام نامی لینے سے بھی شیاطین سے حفاظت ہوتی ہے۔[۱]

سوتے وقت کے اعمال حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

کَانَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا جنح اللیل اَوْ اَمْسَیْتُمْ فَکُفُّوا صِبیانکم ،فَاِنَّ الشَّیطین تنشرُ حِیْنَئِذٍ فَاِذاذھب سَاعَۃٌ مِنَ اللَّیْلِ فَخَلُّوھُمْ وَاَغْلِقُوا الاَبْوابَ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ فَاِنَّ الشَّیطٰنَ لایَفْتَحُ باباً مغلقاً وَ اَوْکُوا قِرَبَکُمْ وَخَمِّرُوا اٰنِیَتِکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ وَلَوْ اَنْ تعرِضُوا عَلَیْھا وَاَطْفِئُوا مَصَابِیحکُمْ .وَفِی روایۃ اُخریٰ وَلَوْ بِعُودٍ تعرِضُہٗ عَلَیْہِ. (اَوْکَمَا قال علیہ الصلاۃ والسلام)[۲]

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب (شام) رات ہو تو اپنے بچوں کو باہر نکلنے سے روکو، باہر نہ جانے دو، اس لئے کہ یہ شیاطین کے زمین پر پھیلنے کا وقت ہے۔ جہاں رات شروع ہوئی تو وہ جنگلوں سے بستیوں میں آجاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو بچوں کو چھوڑ دو۔ اور اللہ کا نام نامی لے کر دروازہ بند کر دو، کیونکہ جب بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کیا جاتا ہے تو شیطان اس کو کھول نہیں سکتا۔

اور فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر اپنے مشکیزے کے منہ کو باندھ دو اور جس برتن میں پانی ہے، چاہے وہ گھڑا ہو، مٹکا ہو، بالٹی ہو، لوٹا ہو، یا رات کو تہجد پڑھنے کے لئے یا پیشاب کرنے کے لئے

---

(۱) یہ دس معوذات الفوز الکبیر ص: ۳۶، مطبع فاروقی دہلی، کے آخر میں بطور اضافہ مذکور ہیں۔

(۲) بخاری شریف کتاب الاشربہ ۲/ ۸۴۱ عن جابر بن عبد اللہ)

رات کو تم نے پانی بھر کر رکھ رکھا ہے، تو اس کو ڈھانک دو۔ جو کھلا ہوا پانی ہوتا ہے، شیطان اس کو استعمال کرتا ہے، اور رات کو اپنے چراغ بجھا کر سویا کرو۔

اور اگر کوئی برتن ایسا نہیں ہے، جس سے وہ پانی ڈھکا جاسکے تو اس کے اوپر ترچھی لکڑی بسم اللہ پڑھ کر رکھ دی جائے، اگر ترچھی لکڑی بھی رکھ دی گئی تو بھی شیطان اس میں سے استعمال نہیں کرے گا۔

غرض یہ ہے کہ اس سورت میں جو وسوسے ڈالتے ہیں جنات میں سے انسان میں سے انہیں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں، دونوں سورتوں میں حق تعالیٰ نے تعوذ (پناہ مانگنے) کا طریقہ بتلایا ہے۔

لفظ ناس کے بار بار لانے کی وجہ: سوال: سورۂ ناس میں لفظ ناس کو پانچ بار لایا گیا ہے جب کہ ہر مقام پر ناس کے تکرار کے بجائے اس کی طرف اشارہ کرنے والی ضمیر بھی لائی جاسکتی تھی؟

جواب: لفظ ناس کے تکرار میں ایک خاص حکمت ملحوظ ہے، کہ ہر ناس کا مصداق الگ ہے۔

(۱) پہلے لفظ ناس سے مراد بچے ہیں۔ رب کا لفظ اس پر دال ہے کہ کیونکہ پرورش اور تربیت کے محتاج سب سے زیادہ بچے ہیں۔

(۲) دوسرے لفظ ناس سے مراد جوان ہیں، لفظ ملک اس پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ ملک کے اندر سیاست وغلبہ کے معنیٰ پائے جاتے ہیں، جو جوانوں کے مناسب حال ہے۔

(۳) تیسرے لفظ ناس سے مراد بوڑھے ہیں، اور لفظ الٰہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بوڑھے لوگ دنیا سے بے تعلق ہو کر عبادت خداوندی میں مشغول ہوں۔

(۴) چوتھے لفظ ناس سے اللہ کے نیک بندے مراد ہیں، اور وسواس کا لفظ اس کی علامت ہے، کیونکہ شیطان خصوصاً نیک بندوں کا دشمن ہے، وہ ان کے قلوب میں وسوسے اور خیالات فاسدہ ڈالتا رہتا ہے۔

(۵) پانچویں لفظ ناس سے فاسد اور برے لوگ مراد ہیں، کہ ان کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔

"ب" اور "س" کا علمی نکتہ: یہ قرآن کریم کی آخری دو سورتیں ہیں، یہاں قرآن پاک مکمل ہو جاتا ہے اور "س" قرآن کا آخری لفظ ہے۔ اس کے متعلق حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا ہے، کہ قرآن پاک کی ابتدا لفظ "ب" سے ہوئی ہے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے شروع میں آئی ہے، اور قرآن کریم کی انتہا "س" پر ہوئی ہے، جو "والناس میں س ہے، ب اور س، دونوں کو ملا دو تو دونوں کا مجموعہ "بس" ہے جس کا مطلب ہے "کافی" ہے یعنی قرآن پاک دونوں جہاں میں انسان کی کامیابی کے لئے کافی ہے۔[1]

حکیم سنائیؒ نے اسی بات کو فارسی کے ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

اول و آخر قرآن زچہ با آمد وسین　　　یعنی اندر رہِ دین رہبر تو قرآن بس

یعنی قرآن کریم کے شروع میں "ب" اور آخر میں "س" کی آمد کیا ہی خوب ہے، جس کا مطلب ہے کہ دین کی راہ پر تمہارے لئے قرآن کی رہبری کافی اور بس ہے۔[2]

دعا کے چند کلمات: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وترضیٰ عدد ماتحب وترضیٰ. اللھم انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیامۃ، یاکبیر انت الذی لایھتد

(۱) تفسیر مظہری عربی: ۱۰/۳۸۰ – ۳۸۹ فتح العزیز ص: ۲۴۰

(۲) فتح العزیز پارہ عم: ۲۴۰۔ روح المعانی ص: ۳۳۲ جز ۳۰ امدادیہ پاکستان

الواصفون لوصفته عظمته یاکبیر. اللھم لامانع لما اعطیت ولامعطی لمامنعت ولاراد لماقضیت ولاینفع ذالجد منک الجد.

یااللہ ہمارے گناہوں سے درگذر فرما، یااللہ ہماری خطاؤں سے درگذر فرما، یااللہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرما، یااللہ جو مسلمان انتقال فرماچکے ہیں، ان سب کی مغفرت تامہ فرما، اے کریم مولیٰ جن کی آپ مغفرت فرماچکے ہیں، ان کے صدقے اور طفیل میں ہماری بھی مغفرت فرما، اے رب کریم امت محمدیہ میں جو بیمار ہیں، ان کو صحت کاملہ عاجلہ دائمہ مستمرہ نصیب فرما۔

اور بھی جن بھائیوں نے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا، یا ہمارے پاس خطوط بھیجے یا دعا کا مقصد لے کر ہمارے پاس آئے، اے رب کریم آپ سب کے مقاصد کو پوری طریقہ سے جاننے والے ہیں، ان سب کے جائز مقاصد میں پوری پوری کامیابی نصیب فرما۔ یااللہ امت محمدیہ مرحومہ پر رحم فرما، یااللہ امت کی مغفرت فرما، امت کے رخوں کو دین کی طرف پھیر دے، ان کے دلوں میں آخرت کی فکر پیدا فرمادے، یااللہ محض اپنے لطف وکرم سے ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

حق تعالیٰ کے دو مخصوص انعام

وعظ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب

کاندھلوی مدظلہ العالی

عرض مرتب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم !

امــا بعــد! زیرنظر کتاب (حق تعالیٰ کے دو مخصوص انعام) مرشدی ومولائی حضرت اقدس مولانا الحاج مفتی **افتخار الحسن** صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کا وعظ ہے، یہ وعظ شہر پانی پت کے حالی کالونی کی مسجد میں مولانا مہدی حسن صاحب کی دعوت پر ۲ رجمادی الثانی ۱۴۱۹ھ بعد نماز جمعہ ہوا تھا۔

افسوس کہ حضرت والا کی پیرانہ سالی اور طبعی ضعف کی بنا پر یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔ مگر اس تسلسل کو برقرار رکھنے اور اس فائدہ کو جاری وساری رکھنے کے لئے احقر کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرتِ والا کے بیانات کو مرتب کردیا جائے تا کہ آنے والی نسلیں بھی اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔

راقم کے اس ارادہ پر حضرت والا کی حوصلہ افزائی نے میرے ارادہ کو عزم مصمم سے بدل دیا۔

چنانچہ اس کو نقل کر کے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا، حضرت والا نے سن کر نہ صرف اس کی تصویب فرمائی بلکہ اپنی مخصوص دعاؤں سے نواز کر اپنی نگرانی میں اس کے حوالہ جات درج کرا کر کتابی شکل دلوائی۔ یہ حضرت والا کی دعاؤں اور توجہ کا ثمرہ ہے کہ اس عاجز کے

ہاتھوں یہ کتاب مرتب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

عوام الناس کے نفع کی خاطر اس کو شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرماکر ذخیرۂ آخرت بنائے اور مزید اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناچیز ان تمام حضرات کا بے حد ممنون ومشکور ہے، جن لوگوں نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا اور مفید مشوروں سے نواز کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ فجزاهم الله تعالى خير الجزاء.

محمد شعبان بستوی

مدرسہ اسلامیہ سلیمانیہ

عیدگاہ کاندھلہ مظفرنگر

۱۵/ ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ. نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ وَنَسْأَلُہُ الْکَرَامَۃَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّہٗ قَدْ دَنیٰ أَجَلِی وَأَجَلُکُمْ ، وَأَشْھَدُ أَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، بَعَثَہٗ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْراً. مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِہِمَا فَاِنَّہٗ لَایَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئاً نَسْأَلُ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ أَنْ یَّجْعَلَنَا مِمَّنْ یُّطِیْعُہٗ وَیُطِیْعُ رَسُوْلَہٗ وَیَتَّبِعُ رِضْوَانَہٗ وَیَجْتَنِبُ سَخَطَہٗ،فَاِنَّمَا نَحْنُ بِہٖ وَلَہٗ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً. اَمَّابَعْدُ!

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ اَلصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ اَوْ کَمَاقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، ایک صحت وتندرستی، دوسرے فراغت وفرصت۔

تمہیدی کلمات: دوستو اور عزیزو! آپ کے سامنے میں نے اس وقت

(۱) رواہ البخاری فی کتاب الرقاق۔جلد:۲صفحہ:۹۴۹

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت مختصر ارشاد عالی پڑھا، اس ارشاد گرامی کی وضاحت اور تفصیل کے لئے تو بہت وقت کی ضرورت ہے، بہت مختصر طریقہ پر میں اس کے مفہوم کی طرف اشارہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

پوری کائنات اللہ کی مخلوق ہے: یہ ساری کائنات، یہ سارا عالم، یہ سارا سنسار، اللہ عز اسمہٗ نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا بلا شرکت غیر، نہ کسی کا تعاون ہے، اور نہ کسی کا مشورہ اور صلاح ہے اور نہ کسی کی مدد ہے تن تنہا اس مالک الملک اور اس قادر مطلق نے ساری کائنات بنائی، ورنہ کسی بھی شی کا وجود نہ تھا۔

دین کی سمجھ: حدیث پاک میں آتا ہے حضرت عمران بن حصینؓ ارشاد فرماتے ہیں: یمن کے کچھ آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آ کر عرض کیا:

"جِئْنَاکَ لِنَتَفَقَّهَ فِي الدِّينِ وَ لِنَسْئَلَکَ عَنْ أَوَّلِ هٰذَا الْاَمْرِ مَا كَانَ" [1]

اے اللہ کے نبی! جناب والا کی خدمت عالیہ میں ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں، تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں، ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے کیا چیز تھی؟ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْ" اللہ عز اسمہٗ کی ذات عالی تھی اور اللہ رب العزت کے ساتھ کوئی دوسرا ساجھی و شریک نہ تھا، ساری کی ساری چیزیں معدوم تھیں، اس مالک الملک نے جس وقت میں، جس چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا، اس کا وجود ہوا، اور وہ چیز ظاہر ہوئی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ بعض صحابہ نے عرض کیا:

(۱) رواه الترمذی، عن ابی ہریرةؓ ۔مشکوٰۃ المصابیح ۔باب بدء الخلق ص:۵۰۹

"أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخلقَ خلقه"

اے اللہ کے نبی! جناب والا یہ بتلائیں اور ارشاد فرمائیں کہ ہمارے رب کریم مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھے؟ ارشاد فرمایا:

"فِي عماءٍ مَافوقه هَواء وَمَاتَحتهُ هَواء"[1] "عماء" یعنی لامکان، جس کا پتہ نہ بتلایا جاسکے، اس لئے کہ زمین وزمان اور مکان یہ سارے کے سارے مخلوق ہیں، یہ سارے کے سارے بنائے گئے ہیں، اللہ عزاسمہٗ نے جس وقت چاہا ان کو بنایا، ورنہ اللہ کے بنانے سے پہلے ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔

علم الٰہی ہر چیز کو محیط ہے: ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰہُ الَّذِی خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْاَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً[2]

اللہ کی وہ ذات عالی وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے۔ يَتَنَزَّلُ الاَمْرُ بَيْنَهُنَّ اترتے ہیں احکام خداوند قدوس کی طرف سے ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تاکہ جان لو تم، بے شک اللہ ہر چیز کے اوپر قدرت رکھنے والے ہیں۔ "وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْاَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً" اور جان لو تم اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی علم کامل میں ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس قادر مطلق اور اس مالک الملک کے علم سے باہر ہو ایک جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں:

"وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَاتَسْجُدُوْا

(۱) رواه الترمذی، عن ابی هریرةؓ، مشکوة المصابیح، باب بدء الخلق ص:۵۰۹

(۲) سورۂ طلاق پارہ: ۲۸ آیت: ۱۲

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ، اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ"[1]

چاند اور سورج قدرت کاملہ کی نشانیاں ہیں: اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں ہے رات اور دن، سورج اور چاند، رات اور دن کو بھی اسی قادر مطلق اور اسی مالک الملک نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا ہے اور سورج اور چاند بھی اسی کی مخلوق ہیں اور اسی نے ان کو پیدا فرمایا اور اسی نے ان کو چمک اور تابانی اور روشنی عطا فرمائی اور سرعت رفتاری کی طاقت مرحمت فرمائی تو ارشاد فرمایا: "وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ" اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے ہیں سورج اور چاند، رات اور دن۔

سجدہ صرف باری تعالیٰ کے لئے ہے: ارشاد فرماتے ہیں: "لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ" مت پوجا کرو سورج کی اور مت پوجا کرو چاند کی یہ چاند اور سورج تو ادنیٰ درجہ کی مخلوق ہیں اور ان کو تو انسان کے لئے اس مالک الملک اور قادر مطلق نے پیدا فرمایا ہے: "وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ" سجدہ کرو اللہ کو، اس ذات عالی کو، جس ذات عالی نے پیدا فرمایا ہے سورج اور چاند کو۔

ابھی چوتھا دن ہے، سورج کو گرہن ہوا کس بنا پر ہوا؟ اللہ کے پیارے نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِهٖ"[2]

سورج گرہن کس وجہ سے ہوتا ہے: سورج کو اور چاند کو گرہن نہیں ہوتا، نہ کسی کی موت سے اور نہ کسی کی زندگی سے یہ دونوں کے دونوں اللہ عز اسمہ کی قدرت کاملہ کی

(۱) سورۂ سجدہ پارہ: ۲۴ رکوع: ۱۹ آیت: ۳۷

(۲) رواہ ابوداؤد جلد: ا صفحہ: ۱۶۶۔۔۔ رواہ البخاری عن ابن مسعود جلد: ا ص: ۲۵۵۔

نشانیاں ہیں، ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں کہ وہ مالک الملک اور قادر مطلق سورج کی تابانی اور سورج کی چمک اور سورج کی روشنی سلب کرنے پر قادر ہیں، وہ سورج جن کی بڑائی کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے، سورج اور چاند کو گرہن نہیں ہوتا ہے مگر اللہ کے حکم عالی سے، وہ مالک الملک قادر مطلق اپنی قدرت کاملہ سے جب چاہتے ہیں اس کی تابانی اور اس کی چمک کو سلب کر لیتے ہیں یہ الٹے توے کی طرح ہو جاتا ہے سیاہ ہو جاتا ہے یہ قدرت کاملہ کا اظہار منظور و مقصود ہے اور اپنے بندوں کو ڈرانا منظور و مقصود ہے کہ یہ سورج جس کے بارے میں علماء نے بیان کیا ہے کہ پوری دنیا سے چار سو گنا بڑا ہے اور یہ دنیا کتنی بڑی ہے اس کا اندازہ اور اس کا پتہ آج تک کوئی نہیں دے سکا کہ دنیا کہاں تک بسی ہوئی ہے اور دنیا کہاں تک پھیلی ہوئی ہے۔

دنیا کی وسعت کا کسی کو اندازہ نہیں: کاندھلہ کے آدمی سیدھے سادے، کاندھلے والے پہلے تو یہ سمجھتے تھے کہ دنیا جمنا تک ہے۔ ایک بیچارہ محلہ خیل (کاندھلہ) میں گاڑی والا تھا اور وہ گاڑی کرائے پر چلایا کرتا تھا، اور وہ بھاڑا اونچے گاؤں تک کا یا زیادہ سے زیادہ کیرانہ تک کا لیتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے پانی پت تک کے کرایہ پر لیا، یہاں پانی پت میں بدقت تمام پہنچ گئے، ناؤ میں اپنی گاڑی کو لاد کر اور بیل کو تیرا کر یہاں تک تو پہنچ گیا مگر پھر یہاں سے جانے کے بعد کاندھلہ جا کر اس نے کہا کہ دنیا تو بہت دور تک بسی ہوئی ہے ہم تو یہی سمجھا کرتے تھے کہ دنیا جمنا تک ہے، ہم نے دیکھا وہاں بڑے بڑے مکانات ہیں بڑی بڑی دکانیں ہیں۔

میرے دوستو! اس دنیا کا اندازہ نہیں بتلایا جا سکتا، اب سے پانچ سو برس پہلے امریکہ کا پتہ نہیں تھا، بیچ میں بڑے بڑے سمندر حائل تھے، ہوائی جہاز اور راکٹ اس زمانے میں ایجاد نہیں ہوئے تھے، بحری جہاز تھے، بحری بیڑے چلا کرتے تھے لیکن وہ سمندر کے آخری کنارے تک

نہیں پہنچ سکے کہ وہاں جا کر دیکھیں کہ وہاں بھی دنیا بسی ہوئی ہے اور وہاں بھی کوئی ملک ہے اور اب بھی دروازہ بند نہیں ہوا، بہت ممکن ہے کہ اللہ عزاسمہٗ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس عالم کے اندر کچھ خطہ اور کچھ علاقہ ایسا بنا دیا ہو جہاں تک رسائی عام انسانوں کی نہیں ہوئی اور یہ تو یقینی ہے کہ ایک قوم ہے یاجوج ماجوج، ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ایک بڑی دیوار حائل ہے، ہمیں علم نہیں ہے کہ دیوار کے آگے ان کا کتنا علاقہ ہے؟ اور وہ کتنی تعداد میں ہیں؟ اور کیا ان کا رہن سہن ہے؟ اور کیا معاشرہ ہے؟ ہمیں ان کا پتہ نہیں، اور ان کو ہمارا پتہ نہیں۔

یاجوج ماجوج کے اولاد کی کثرت: قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا: قیامت سے پہلے وہ دیوار ٹوٹے گی اور وہ ادھر آئیں گی:

"حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ"[۱]

یہاں تک کہ جب کھول دیئے جائیں گے یاجوج ماجوج، مثل مشہور ہے بعض ایسا بے ڈھنگا آدمی ہوتا ہے کہتے ہیں یاجوج ماجوج ہے، یہ لکھا ہے کتابوں میں کہاں سے لکھا، کہاں سے نہیں یہ میری ذمہ داری نہیں۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ان میں سے کسی کو موت نہیں آتی جب تک کہ اپنی اولاد کی ایک ہزار کی تعداد نہ دیکھ لے۔

سفر جہاد کا ایک واقعہ: حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے ایک روایت میں آتا ہے صحیح بخاری کی روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تشریف لے جا رہے ہیں، آپ کے لئے ایک چھوٹا سا خیمہ صحابہ کرام نے آرام فرمانے کے لئے لگا دیا۔[۲] جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خیمہ میں تشریف فرما ہیں اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائی:

(۱) سورۂ انبیاء آیت: ۹۶ (۲) بخاری ص: ۱۳۰

”یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُم اِنَّ زَلزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیءٌ عَظِیم یَومَ تَرَونَھَا تَذھَلُ کُلُّ مُرضِعَۃٍ عَمَّا اَرضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَملٍ حَملَھَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَاھُم بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِید۔“ [1]

زلزلہ قیامت: فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ اے لوگو! اس میں سارے عالم کے انسانوں کو خطاب کیا گیا، کسی ملک اور کسی برادری اور کسی رنگ وروپ والے کی تخصیص نہیں، یَا اَیُّھَا النَّاس الف لام استغراق کا لاکر سارے عالم کے انسانوں کو خطاب فرمایا: کہ اے لوگو! ڈرو اپنے رب کریم سے یعنی اپنے رب کے احکام کا لحاظ رکھو، کوئی حکم خداوندی ٹوٹنے نہ پائے، کوئی حکم خداوندی چھوٹنے نہ پائے، ارشاد فرمایا: ”اِنَّ زَلزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیءٌ عَظِیمٌ“ بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی شے ہے۔ اے غفلت میں پڑے ہوئے انسان جو اُس دن کی فکر نہیں کر رہا اور اُس دن کی کوئی تیاری نہیں کر رہا ”یَومَ تَرَونَھَا تَذھَلُ کُلُّ مُرضِعَۃٍ عَمَّا اَرضَعَتْ“ وہ دن ایسا ہولناک ہوگا کہ بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی عورت اپنے دودھ پیتے بچے کو ”وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَملٍ حَملَھَا“ اور گرا دے گی ہر حاملہ عورت اپنے حمل کو ”وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَاھُم بِسُکٰرٰی“ دیکھے گا تو لوگوں کو مدہوش لیکن وہ مدہوش نہیں ہوں گے کسی نشے وغیرہ کی وجہ سے ”وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِید“ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا۔ ان کے سامنے اس عذاب خداوندی کو دیکھ کر ان کے ہوش وحواش جاتے رہیں گے۔

ایک جگہ پر اشاد فرماتے ہیں:

”وَجِایٓءَ یَومَئِذٍ بِجَھَنَّمَ یَومَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الاِنسَانُ وَاَنّٰی لَہُ الذِّکرٰی“ [2]

(۱) سورۂ حج آیت: ۲،۱ (۲) سورۂ فجر آیت: ۲۳

جس دن لایا جائے گا جہنم کو اس دن نصیحت حاصل کرے گا انسان آج اس کے ماننے کے لے تیار نہیں اور آج اس کے سننے کے لئے آمادہ نہیں، وہ تب مانے گا جب کہ جہنم کو لایا جائے گا۔

جہنم کو کھینچ کر لایا جائے گا: حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہنم کو ساتویں زمین کے نیچے سے لایا جائے گا جہنم ستر ہزار باگوں کے اندر جکڑی ہوئی ہوگی اور ایک ایک باگ کو ستر ستر ہزار فرشتے تھامے ہوئے ہوں گے[1] جس وقت اس ہیئت کے ساتھ جہنم کو لایا جائے گا تو کیا ہوگا؟ ”وَجِاْیَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ“ جس دن کہ لایا جائے گا جہنم کو اس دن نصیحت حاصل کرے گا انسان ”وَاَنّٰی لَهُ الذِّكْرٰی“ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ نصیحت حاصل کرنے کا وقت کہاں؟

غرض یہ کہ ارشاد فرمایا: ”وَتَرَی النَّاسَ سُكٰرٰی وَمَاهُمْ بِسُكٰرٰی“ دیکھے گا تو، لوگوں کو مدہوش لیکن وہ مدہوش نہیں ہوں گے کسی نشے وغیرہ کی وجہ سے ”وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْد“ اللہ کا عذاب سخت ہوگا ان کے سامنے، ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”یَااَیُّهَاالنَّاس اَتَدْرُوْنَ اَیُّ یَوْمٍ هٰذَا“ اے لوگو! جانتے ہو یہ کون سا دن ہوگا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ اور اللہ کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ حشر کے میدان میں تمام اولین تمام آخرین تمام انسان تمام جنات کو اللہ تعالیٰ جمع فرمائیں گے اور سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو آواز دی جائے گی یا آدم

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتي بجهنم يومئذ لها سبعون الف زمام مع كل زمام الف ملك يجرونها. رواه مسلم، عن عبدالله بن مسعودؓ. مشكوة ص: ۵۰۲ باب صفة النار. تفسير ابن كثير جلد: ۴ ص: ۴۷۷. مطبوعه بيروت: ۲۰۰۴ء ورواه الترمذى

اے آدم، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض کریں گے، "لَبَّیکَ وَسَعْدَیکَ وَالخَیرُ فِی یَدَیکَ" ہر قسم کی خیر اور ہر قسم کی بھلائی آپ کے لئے ہے، اے رب کریم! میں حاضر ہوں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اپنی اولاد میں سے جہنم میں جانے والوں کو جدا کردو تم باپ ہو اور یہ تمہاری اولاد ہے، ان میں جو جہنم میں جانے والے ہیں علیحدہ کردو، جنت میں جانے والوں کو علیحدہ کردو، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض کریں گے اے رب کریم! جہنم میں جانے والے کتنے ہیں؟ ارشاد عالی ہوگا، ہر ہزار میں سے نوسوننانوے ایک ہزار میں ایک آدمی جنت میں جانے والا ہے اور نوسوننانوے جہنم میں جانے والے ہیں۔ یہ سننا تھا بعض صحابہؓ کرام دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور بعض حیران وششدر ہو کر رہ گئے اور بعض دیوانوں کی طرح جنگلوں میں بھاگ گئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے، اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

امت محمدیہ میں اہل جنت کی تعداد: تھوڑے توقف کے بعد تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! خوشخبری ہے تمہارے لئے جنت میں جانے والوں میں ایک تہائی تم ہو اور بقیہ سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے امتی، صحابہ کو یہ سن کر خوشی ہوئی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور تھوڑی دیر توقف فرمانے کے بعد رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ اے لوگو! خوشخبری ہے تمہارے لئے جنت میں جانے والوں میں سے دو حصے تم ہو اور ایک حصہ میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کی امتیں ہیں یہ سن کر صحابہ کرام کو اور زیادہ خوشی ہوئی اور پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جہنم میں جانے والوں میں تمہاری نسبت ایسی ہے جیسے سفید رنگ کا بیل ہے اور کہیں کہیں اس کے کالا بال ہے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اتنے آدمی جہنم میں کیسے چلے جائیں گے؟ ہر ہزار میں سے نوسوننانوے تب

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کہ یاجوج وماجوج کی اولاد میں سے[1] چوں کہ وہاں پر انبیاء علیہم السلام نہیں پہنچے، وہاں پر صحابہ کرام نہیں پہنچے وہاں پر دین کی خدمت کرنے والے اور اشاعت کرنے والے نہیں پہنچے کہاں تک پہنچ گئے، اللہ کے فضل وکرم سے یہی تبلیغ والے پانی پت والے چاہے نکلے ہوں یا نہ نکلے ہوں، لیکن میرے دوستو! جماعتیں پہنچ گئیں کہاں؟ فیجی تک تین ہزار میل مکہ ہے اور فیجی اٹھارہ ہزار میل ہے، اٹھارہ ہزار میل تک یہ جماعتیں پہنچ گئیں ہیں۔

بہرکیف! یہ دنیا جو ہے اس سے چار سو گنا یہ سورج بڑا ہے، آپ تو کہیں گے کہ مولوی جی اللہ سے ڈر کے کہو، یہ تو ایک طباق جیسا ہے، ارے بھائی اللہ سے ڈر کے ہی کہہ رہا ہوں۔

نابینا حافظ صاحب کا ایک واقعہ: ہم نے ایک قصہ سنا تھا، ہمارے صوفی جی سنایا کرتے تھے، کسی گاؤں میں نابینا حافظ صاحب تھے اور گاؤں میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو کوئی دین کی بات بتلادے، تاریخ وغیرہ معلوم کرنے کے لئے بھی انہیں کے پاس جاتے حافظ صاحب کے پاس ایک ہنڈیا تھی اس ہنڈیا میں ایک کنکری روز آنہ ڈالا کرتے تھے اور جب کوئی تاریخ معلوم کرنے آتا تو کنکری گن کر بتلادیا کرتے تھے کہ آج اتنی تاریخ ہے۔ حافظ جی تو وضو کرنے اور اذان دینے کے لئے باہر گئے، حجرے کا دروازہ کھلا رہ گیا، وہاں ایک بکری پھر رہی تھی اس نے آکر مینگنیاں کردیں اور ہنڈیا بھر گئی، جو حافظ جی کا تاریخ کا کلینڈر تھا، وہ بھر گیا، نماز کے بعد کوئی آیا کہ حافظ جی! آج کیا تاریخ ہے؟ حافظ جی نے کہا ٹھہر جا ابھی

---

(۱) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ تبارک وتعالیٰ یاآدم فیقول لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک فیقول اخرج بعث النار قال ومابعث النار قال من کل الف تسع مائۃ وتسعۃ وتسعین الی آخر الروایۃ. رواہ البخاری جلد: ۲ صفحہ: ۷۳–۴۷۲

جتلاؤں گا، حافظ جی نے گنی، اور گنتے گنتے تھک لئے، کہا بھائی نوے تاریخ ہے انہوں نے کہا بھئی حافظ جی اللہ سے ڈر کے کہو، انہوں نے کہا ڈر کے ہی کہہ رہا ہوں ورنہ تاریخ ساڑھے تین سو سے اوپر بیٹھے، تو بھائی میں بھی اللہ سے ڈر کے ہی کہہ رہا ہوں۔

ہمارے حضرت شیخ المشائخ سید الطائفہ امام الاولیاء قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ نے اوجز المسالک کی دوسری جلد میں "باب کسوف الشمس" کے تحت بیان کیا ہے کہ علمائے ہیئت کا خیال یہ ہے کہ سورج دنیا سے نو سو گنا بڑا ہے، ہمارے درمیان اور سورج کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے، اس لئے ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے طباق ہو یا جیسا کہ رکابی ہو اور سورج کی تابانی اور سورج کی چمک اس کا بھی ہمیں اندازہ یہاں نہیں ہوسکتا۔[1]

یہ آنکھیں سورج کو نہیں دیکھ سکتیں: حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ ہمارے درمیان اور سورج کے درمیان ستر پردے پڑے ہوئے ہیں ان پردوں سے جھلک کر یہ سورج کی تابانی اور سورج کی روشنی ہمیں محسوس ہورہی ہے، اگر ساری مخلوق کی دیکھنے کی طاقت ایک آنکھ میں جمع کردی جائے اور ان ستر پردوں میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے، تو وہ ایک آنکھ جس میں ساری مخلوق کی بینائی کی طاقت جمع ہے وہ سورج کی طرف دیکھنے پر قادر نہیں ہوگی اور سورج کے نور سے ستر گنی زائد ہے کرسی کا نور، اور کرسی کے نور سے ستر گنی زائد ہے عرش الٰہی کا نور، اور عرش الٰہی کے نور سے ستر گنی زائد ہے ان پردوں کا نور جو عرش الٰہی کے قریب پڑے ہوئے ہیں۔[2] جن کے بارے میں حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا "حِجَابہ نُور لو کشفت لاحرقت" اور ان پردوں کے نور سے بے شمار گنا زائد ہے ان

---

(۱) اوجز المسالک: کتاب صلوۃ الکسوف: (۱) باب ص: ۱۰۲، ج: ۴
تحقیق ڈاکٹر تقی الدین الندوي، مظفر پور اعظم گڑھ، یوپی الهند

(۲) تفسیر ابن کثیر جلد: ۴ صفحہ: ۲۷۴ سورہ رحمن الشم والقمر بحسبان

پردوں کے مالک کا نور، جس کو کوئی زبان بیان کرنے پر قادر نہیں، ارشاد فرماتے ہیں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ کس قدر باریک ہیں اور کس قدر تیز دیکھنے والی ہیں وہ نگاہیں جو جنت میں اپنے رب کریم کی زیارت سے مشرف ہوں گی۔

"وَجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَه اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَه" [۱]

کتنے چہرے وہاں خوش وخرم ہوں گے اور اپنے رب کریم کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔

بہرکیف! یہ میں عرض کر رہا تھا کہ ساری کائنات اللہ نے بنائی، انسان بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا:

"اَلَّذِیْ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ" [۲]

خوب بنائی جو چیز بنائی اور جس کے لئے یہ سارا کھٹ راج، سارا سنسار، اور ساری کائنات بنائی اور پیدا فرمائی، اسے کاہے سے بنایا، اسے بنایا مٹی سے، یہ ہے اس کی قدرت کاملہ مٹی سے انسان کو بنایا اور بے شمار نعمتوں سے انسان کو نوازا اور بے شمار انعامات اس کے اوپر فرمائے گئے۔

ایک جگہ ارشاد عالی ہے:

"اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً" [۳]

اے لوگو! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ عز اسمہ نے کام میں لگا دیں تمہاری ان تمام

(۱) سورۂ قیامہ آیت: ۲۲۔۲۳

(۲) سورۂ سجدہ آیت: ۷

(۳) سورۂ لقمان آیت: ۲۰

چیزوں کو جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔ ’’وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً‘‘ اور کامل کردی اور پوری فرمادی اس رب کریم نے اس قادر مطلق نے تمہارے اوپر اپنی نعمتیں ظاہری نعمتیں بھی اور باطنی نعمتیں بھی، نعمتیں اللہ کی بے شمار ہیں۔

’’اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَلَكُمُ الاَنْهَارَ وَسَخَّرَلَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَیْنِ وَسَخَّرَلَكُمُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَاٰتَاكُمْ مِّنْ كُلِّ مَاسَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوانِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا اِنَّ الاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ.‘‘[1]

آخری آیت شریفہ کا مفہوم یہ ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم شمار کرنا چاہو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو شمار نہیں کرسکتے، ’’اِنَّ الاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ‘‘ انسان بڑا ظلم کرنے والا اور بڑا ہی ناشکرا ہے۔

حق تعالیٰ کی دو مخصوص نعمتیں: بے شمار نعمتوں میں سے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو نعمتوں کی طرف اشارہ فرمایا ان دو نعمتوں کا تو کوئی بھی شکریہ ادا نہیں کررہا ہے اور شکریہ ادا کرنے والے بہت تھوڑے ہیں، اکثر وبیشتر آدمی ان نعمتوں کے ناقدری کی بنا پر ٹوٹے (نقصان) میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ دو نعمتیں کون کون سی ہیں۔

’’نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا كَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ.‘‘[2]

ارشاد فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اس کی ناقدری کرنے کی بنا پر اکثر لوگ ٹوٹے میں پڑے ہوئے ہیں، تندرستی اور فرصت، ہم تو سمجھتے ہیں کہ ٹوٹا (نقصان) اس کا ہے، کہ

---

(۱) سورۂ مریم آیت: ۳۴

(۲) رواہ البخاری فی کتاب الرقاق جلد: ۲، صفحہ: ۹۴۹

خدانخواستہ دکان میں آگ لگ گئی تو کہتے ہیں بڑا ٹوٹا ہوا۔

احکام الٰہی کی مخالفت کا انجام: میرے دوستو! شریعت مطہرہ کے احکام کو توڑنے میں بڑی تباہی ہے بڑی بربادی ہے دہلی میں ابھی اسی دیوالی پر، دیوالی میں پہلے غیر مسلموں کے یہاں آتش بازی نہیں ہوتی تھی، روشنی ہوتی تھی، اب آتش بازی بھی ہونے لگی، ہمارے یہاں بھی یہ طریقہ غلط ہے جوناجائز اور حرام ہے، آتش بازی کا چھڑانا جو بچوں کا نہیں بڑوں کا بھی شوق ہوگیا، وہاں پر آتش بازی سے آگ لگی، پورا بازار جل کر خاک ہوگیا کروڑہا کروڑ کا نقصان ہوا وہاں پر مختلف قسم کی دوکانیں تھیں، ایسی آگ لگی ایسی آگ لگی کہ جل کر سب کچھ ختم ہوگیا نام ونشان باقی نہیں رہا۔

بڑے خسارے ونقصان ان لوگوں کے ہوئے اور حقیقت میں یہ ٹوٹے والے نہیں اور یہ ٹوٹا نہیں، حقیقت میں ٹوٹا کیا ہے؟ حقیقت میں ٹوٹا وہ ہے، جسے ہم ٹوٹا سمجھ نہیں رہے، میرے دوستو! وہ کیا ہے؟ اپنی صحت کو ہم نے ضائع کردیا اور اپنی فراغت کو ہم نے برباد کردیا، اللہ نے ہمیں اتنا موقع دیا تھا کہ ہم آخرت کی فکر کریں اور جنت کی ہم تیاری کریں لیکن تیلی کے بیل کی طرح ہم نے اپنی زندگی چکر لگانے میں صرف کردی ہے، ہمیں آخرت کا دھیان ہی نہیں رہا، اور آخرت کی تیاری نہیں کی، یہ ہے حقیقت میں اور اصل میں ٹوٹا۔ تو فرمایا: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ" دو نعمتیں ہیں جن میں اکثر آدمی ٹوٹے میں پڑے ہوئے ہیں، ایک صحت، تندرستی اور دوسری فراغت، اللہ نے فراغت عطا فرمائی، موقع عطا فرمایا کہ دین اپنا سیکھ سکتے تھا، نماز اپنی ٹھیک کر سکتے تھا اور اپنا یقین اللہ کی ذات عالی پر بنا سکتے تھا، لیکن اس نے دنیا کے دھندوں میں اپنا وقت ضائع اور برباد کیا ہے وہ اصل ٹوٹے والا ہے۔

قیامت میں چار سوال ہوں گے: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَایَزَالُ قَدمَا ابن آدم حَتّی یُسئَل عَنْ اَرْبَعٍ عَن عُمرِہٖ فِیمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ شَبَابِہٖ فِیمَا اَبْلَاہُ وَ عَن مَالِہٖ مِن اَینَ اکتَسَبہُ وَفِیمَا اَنفَقَہٗ وَعَن علمہ مَاذَا عَمِلَ فِیمَا عَلِمَ[1]

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدم کی اولاد اپنا قدم نہیں سرکا سکے گی، آدم کی اولاد کے پیر وہاں پر گڑے ہوئے ہوں گے جمے ہوئے ہوں گے ”حتی یسئل عن اربع“ جب تک کہ چار باتوں کا اس سے سوال نہ ہو جائے اور چار باتوں کا صحیح جواب نہ دے دے ”عن عمرہ فیما افناہ“ اپنی عمر کو کاہے میں فنا کیا؟ ایسی قیمتی مایا اور ایسی قیمتی دولت، بغیر تمہارے سوال کئے بغیر کسی سعی اور کوشش کئے، اللہ عزاسمہ نے عطا فرمائی، یہ کاہے میں تم نے ضائع کی؟

اہل جہنم کی نا قابل قبول فریاد: ایک جگہ پر قرآن پاک میں ارشاد عالی ہے:

”رَبَّنَا اَخرِجنَا نَعمَل صَالِحًا غَیرَ الَّذِی کُنَّا نَعمَلُ اَوَلَم نُعَمِّرکُم مَا یَتَذَکَّرُ فِیہِ مَن تَذَکَّرَ وَجَاءَ کُمُ النَّذِیر فَذُوقُوا فَمَا لِلظّٰلِمِینَ مِن نَصِیر“[2]

جہنمی جب کہ جہنم کے اندر جھونک دئے جائیں گے اس وقت چلائیں گے اور عرض کریں گے: ”ربنا اخرجنا“ اے ہمارے رب کریم! آپ ہمیں یہاں سے نکال دیجئے گا یہاں سے نکل کر ہم اعمال صالحہ کریں گے وہ عمل نہیں جو پہلے کیا کرتے تھے، بلکہ وہ عمل صالح جو آپ نے اور آپ کے نبی پاک نے بتلائے، حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد عالی

(۱) الترغیب والترھیب: فصل فی الحساب وغیرہ ج:۴، رقم:۳۶، ص:۳۱۴

(۲) سورۂ فاطر آیت:۳۷

ہوگا: ''اولم نعمرکم '' کیاہم نے تمہیں عمرنہیں دی تھی کہ جس کونصیحت حاصل کرنی ہے وہ نصیحت حاصل کرلے:

نذیر سے کون مراد ہے؟ ''وَجَاءَ کُمُ النَّذِیر'' اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا، ڈرانے والے سے کون مراد ہے؟

بعض نے کہاہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بعض نے کہا ہے یہ قرآن حکیم، بعض نے کہاہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جووارث وجانشین ہیں وہ ڈرانے والے ہیں اور بعض نے کہاہے کہ ڈاڑھی کے بالوں کا اورسر کے بالوں کا سفید ہوجانا یہ ہے ''نذیر'' اور بتلارہاہے کہ اب تیراٹکٹ کٹ چکاہےاور تیراپیغام آنے والاہے تیاری کرلے۔

ملک الموت کا ایک واقعہ: ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضرت ملک الموت سے ملاقات ہوئی، ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل نے فرمایا کہ بھائی ملک الموت تم اچانک جاکرلوگوں کا ٹیٹوادبادو، اللہ کے بندے جب کوئی کسی کوبلایا کرتاہے پہلے آگاہ کردیاکرتاہے کہ تیاری کرلے، حضرت ملک الموت نے ارشادفرمایاکہ حضرت میں توایک نہیں بہت سے قاصدبھیجتاہوں، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بھائی یہاں کوئی نہیں پہنچتا؟

ملک الموت کے قاصد: فرمایابیماریاں میری قاصد ہیں، اعضاء کااور قویٰ کا کمزور ہوجانا اور بینائی کا جواب دینایہ میرے قاصد ہیں اوراسی طریقے سے بالوں کا سفید ہوجانا یہ میراقاصدہے، یکے بعددیگرے میں مختلف قاصدبھیجتاہوں، میں توسب سے اخیر میں آتاہوں کہ قاصد کے بعدقاصد تیرے پاس بھیجتارہاتم نے کوئی تیاری نہیں کی، آج میں آگیاہوں، اب دوسراکوئی تیرے پاس قاصد آنے والانہیں، توجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لایزال قلما ابن آدم '' آدم کی اولاداپناقدم نہیں سرکاسکے گی'' حتی یسئل

عن اربع ''جب تک کہ چار باتوں کا اس سے سوال نہ ہو جائے''عن عمرہ فیما افناہ ''اس کی عمر کے بارے میں کہ اپنی عمر کو کاہے میں فنا کیا''عن شبابہ فیما ابلاہ'' دوسرا سوال ہوگا کہ اس جوانی کو کاہے میں غارت کیا، تیسرا سوال ہوگا''وعن مالہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ ''مال کیسے کمایا اور کیسے خرچ کیا، اور چوتھا سوال یہ ہوگا''عن علمہ ماذا عمل فیما علم ''کیا عمل کیا تو نے ان باتوں پر جو دین کی باتیں تم نے سیکھی تھیں اور دین کی باتیں تمہارے کان میں پڑی تھیں۔ علماء کی زبان سے، یا تم نے کتابوں میں پڑھا تھا ان کے اوپر تم نے کیا عمل کیا۔

پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے پہلے: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''اِغْتَنِمْ خَمساً قَبلَ خَمْسٍ ''[۱] غنیمت جان لے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے، غنیمت جان لے اپنی جوانی کو بڑھاپے کے آنے سے پہلے، اور غنیمت جان لے اپنی صحت کو بیماری کے آنے سے پہلے اور غنیمت جان لے اپنی فراغت کو مشغولی کے آنے سے پہلے اور غنیمت جان لے اپنی مالداری کو فقر کے آنے سے پہلے اور ارشاد فرمایا: غنیمت جان لے اپنی زندگی کو موت کے آنے سے پہلے۔

موت پر سب کا اتفاق ہے: اچھا ایک بات بتلا دو پانی پت والو! موت سے کوئی بچ جائے گا یا نہیں؟ بھائی موت کا مسئلہ ایسا ہے کہ دنیا کے سارے انسان اس پر متفق ہیں اور دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس پر دنیا کے سارے کے سارے اتفاق کرتے ہوں، یہاں تک کہ دیکھو اوپر کیا نظر آ رہا ہے یہ ہماری حد نظر ہے، آسمان ہے اور ہم کہاں بیٹھے ہیں پانی پت میں، حالی کالونی کی مسجد میں جس میں ہمارے مولانا نسیم احمد صاحب امامت فرماتے ہیں۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ ج:۸، ص:۱۲۸، شعب الایمان ص:۲۰۳

سوفسطائیہ کا عقیدہ: سوفسطائیہ کا عقیدہ ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں، حقیقت اس کی کچھ بھی نہیں، بس ہمارا خیال ہے کہ ہم سر پنچ کی گاڑی میں بیٹھ کر پانی پت آ گئے اور یہاں ہم نے خوب مزیدار کھانا کھایا اور پھر ہم مسجد میں آئے، یہ کہتے ہیں کہ صرف خیال خیال ہے، نہ ہم گاڑی میں بیٹھ کر پانی پت آئے ہیں، اور نہ ہم نے کچھ کھایا اور نہ مسجد میں ہم بیٹھے ہیں، نہ ہمارے پاس کچھ ہے، نہ ہمارے ساتھی جمع ہوئے یہ سارے خیالات ہیں اسی کی بنا پر علماء عقائد نے تردید کرتے ہوئے فرمایا: " حَقَائِقُ الاَشْیَاءِ ثَابِتَۃٌ" حقیقت ہر چیز کی ثابت ہے یہ کہنا کہ محض خیال ہے یہ غلط ہے۔

بہر کیف بعض اشخاص نے دہریوں نے اللہ کی ذات عالی کا انکار کیا بعض اشخاص نے رسول کا انکار کیا، بعض اشخاص نے کتابوں کا انکار کیا، غرض یہ کہ ایسی کوئی چیز دنیا کی نہیں جس کو سارے عالم کے انسان مانتے ہوں۔ البتہ موت ہے، موت کو سارے مانیں کاندھلہ والے بھی مانیں، پانی پت والے بھی مانیں۔ عربی کا ایک شاعر اسی کو کہتا ہے:

تخالف الناس حتی لا اتفاق لهم

الا على شجب والخلف في شجب

اختلاف ہو گیا ہے لوگوں میں، کوئی ایسی چیز نہیں، جس میں کہ سارے کے سارے انسان متفق ہوں، بجز موت کے، مسلم ہوں، یا غیر مسلم ہوں، عیسائی ہوں یا پارسی یا مجوسی ہوں، غرض یہ کہ کسی مذہب، کسی کتاب کے تعلق والے ہوں اور کسی بھی ملک کے رہنے والے ہوں، موت کو سب مانتے ہیں تو بھائی جب ایسی یقینی بات ہے ایسی یقینی موت ہے تو اس کے لئے کچھ نہ کچھ تو تیاری ہونی چاہئے، اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اللہ عزاسمہٗ کا انعام ہے، اس مالک الملک نے، اس قادر مطلق نے اپنے بندوں پر رحم فرما کر اس مادی دور میں جب کہ لوگ مادی

چیز کو ترقی دینے کے لئے بے تاب ہیں، اس وقت میں یہ دین کی راہ کھولی اور دین کے کام کو اپنے مقبول بندوں کے ذمہ ڈالا، خدا کی شان اور خدا کی قدرت ہے جنہوں نے اس میں اپنا وقت لگایا اور جنہوں نے تھوڑی بہت قربانی دی، انہوں نے اس کا مزہ چکھ لیا اور ذائقہ انہیں حاصل ہوگیا اور یہ بھی ان کا یقین بن گیا کہ بھائی دین کے لئے محنت کا ہونا ضروری ہے۔

پانی پت کا کچھ حال: مگر میرے دوستو ان علاقوں کے اندر جہاں پر ہماری بداعمالیوں کی بناء پر علاقے برباد ہوگئے، وہ علاقے لٹ گئے اور وہ مسجدیں ویران ہوگئیں وہ خانقاہیں اجڑ گئیں اور میرے دوستو: وہ مدرسے جہاں آج کھنڈیاں چل رہی ہیں۔ معلوم ہے آپ لوگوں کو، کچھ خبر نہیں پانی پت والوں کو یہ مدرسہ گنبدان جہاں آج کھنڈیاں چل رہی ہیں۔[1]

حافظ مرتضیٰ حسن کا مزار مبارک: اور اس کے صحن میں جہاں ایک مزار ہے یہ کون ہیں؟ یہ کون بزرگ ہیں؟ یہ کون سے پیر ہیں؟ ہائے ہائے، افسوس اس کا بھی پتہ نہیں، مدرسہ گنبدان جو ہے اس کے صحن کے بیچ میں حافظ مرتضیٰ حسن مجذوب کاندھلویؒ کا مزار مبارک ہے، میں وہاں گیا بے شمار ٹوٹے جوتے پڑے تھے جس کا جوتا ٹوٹ جائے وہاں لا کر ڈال دے۔ حضرت اقدس اشرف العلماء حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو اللہ نے انہی کی دعا کی برکت سے پیدا فرمایا۔

حضرت تھانوی کی پیدائش کا واقعہ: ان کے والد ماجد کا قصہ ہے ان کے والد کے پورے جسم میں خارش ہوگئی اور ایسی خارش ہوئی، ایسی خارش ہوئی کہ سارے بدن

---

(۱) اس کے کچھ عرصہ بعد (تقریباً ۷ ماہ) اللہ نے حضرت والا کی دعاؤں کے طفیل مدرسہ کو آباد کرا دیا جس میں کثیر رقم ادا فرما کر کے ناجائز قبضہ و تصرف ختم کر کے مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ فرمائی جو ۴۷ء کے ہنگامہ میں غیروں کا قبضہ تھا۔ فانظر الی آثار رحمة الله كيف يحي الارض بعد موتها.
آج الحمد للہ مدرسہ میں باہر کے تقریباً سو طلبہ زیر تعلیم ہیں اور چھ مدرسین خدمت انجام دے رہے ہیں۔

میں زخم ہوگئے، آبلے پڑگئے اور بوآنے لگی، نہ کہیں جاسکیں اور نہ کھاسکیں، یہ کیفیت ہوگئی تھی دنیا بھر کے علاج کرائے مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" ایک حکیم صاحب نے کہا بھئی دوا تو میں دے دوں گا میرے پاس دوا ہے، مگر دیکھو اولاد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاؤ گے، میں ایسی دوا دوں گا ٹھیک تو ہو جائے گا مگر اولاد سے محروم ہو جاؤ گے، انہوں نے کہا پڑی اولاد نہ ہو، یہ جو دن رات کی بے چینی ہے اور دن رات کی پریشانی ہے، اس سے تو نجات ملے گی، سارے آدمی مجھ سے نفرت کرنے لگے اور کوئی پاس نہیں بیٹھتا اور کہیں میں جانہیں سکتا، اس سے تو مجھے راحت ہو جائے گی، انہوں نے دوا دی، اللہ کی شان کہ وہ سارا کا سارا زخم ٹھیک ہوگیا، مگر مردانہ قوت بالکل جاتی رہی، بعد میں ان کو خیال آنے لگا کہ بھئی اس جائیداد کا کیا ہوگا؟ بڑے بڑے مکانات تھانہ بھون شریف میں تھے۔

اللہ والوں کے پاس جانا شروع کیا، ہر ایک نے یہی کہا اولاد کی توقع رکھنا بے سود ہے، جب تم نے جان بوجھ کر یہ کلہاڑی ماری ہے، جب یہ کہہ دیا کہ مجھے اولاد کی پرواہ نہیں، اب کیوں بھاگے پھر رہے ہو۔

حافظ مرتضیٰ حسن صاحب کے پاس پانی پت آئے، حافظ تھے مگر ان کے اوپر جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی، جب ہوش آیا تو عرض کیا حافظ جی اولاد کے لئے آیا ہوں، فرمایا: اچھا اولاد کے لئے؟ وہاں کیوں نہیں گیا؟ عرض کیا سب جگہ جالیا، کسی نے حامی نہیں بھری، جھک مار کر تمہارے پاس آیا ہوں، انہوں نے کہا جا ایک نہیں دو ہوں گے، جا، دو ہوں گے، مگر ایک میرا اور ایک تیرا، انہوں نے کہا بہت اچھا میرے لئے تو ایک ہی کافی ہے ایک آپ لے لیں۔ اللہ نے دو بیٹے عطا فرمائے، ایک کون؟ اشرف العلماء حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ یہ تو ہو گئے حافظ مرتضیٰ کے، اور ایک مسٹر اکبر علی سی، آئی، ڈی کے سب سے بڑے افسر، ایک تو سی، آئی، ڈی انسپکٹر ہوتا ہے جو پاسپورٹ بنوائیں اس کی انکوائری کے لئے آیا کرے، وہ

نہیں اس سے بھی اوپر سب سے بڑے کون؟ مسٹر اکبر علی، فرمایا ایک میرا ہوگا اور ایک تیرا ہوگا، اللہ نے ان کی دعا سے دو بیٹے دیئے۔ مگر میرے دوستو! جس مدرسہ میں عشرہ کی تعلیم ہوتی تھی، قرآن پاک کے وہ مبارک الفاظ جن کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے رسول پاک علیہ السلام سے سن کر دس طریقہ پر سیکھا ہے اور دس طریقہ پر پڑھا ہے عشرہ کہلاتی ہے اب تو شاید دو چار جگہ ہوتی ہوگی۔

میوات کے مدرسہ میں عشرہ کی تعلیم: میوات کے ایک مدرسہ میں گیا تھا وہاں عشرہ کی تعلیم ہو رہی ہے میں حیران رہ گیا، عشرہ کی مشق طلبہ کو کرائی جارہی ہے، میں نے مدرسین سے معلوم کیا، کہ آپ حضرات کو تنخواہ کیا مل رہی، بتلایا پچاس روپے مہینہ، میں نے کہا: واہ واہ پچاس روپے مہینہ، میں نے کہا ہمارے یہاں مزدور ایک دن کا ہل چلانے والا ایکھ کا کھودنے والا، ایک دن کا پچاس روپے لے گا، جب جا کے ایکھ کھودے گا، خدا کی شان ہے یہ تبلیغ کی برکت ہے کہ پچاس روپے مہینہ پر انھوں نے عشرہ پڑھایا۔

پانی پت کا گزشتہ حال: عشرہ کی تعلیم مدرسہ گنبدان میں بھی ہوتی تھی، اور ہمارے قاری ارشاد علی فرمایا کرتے تھے[1] اللہ تعالیٰ ان کے رفع درجات فرمادیں کہ مائی جی کا محلہ جو تھا تقریباً اسّی (۸۰) مدرسے تھے، قرآن کی تعلیم کے اور یہ فرمایا: کہ مدرسہ کا یہ سلسلہ وہیں صرف نہیں تھا، بلکہ ہر دکان ہر مکان مدرسہ تھا، ہمارے بلوہ[2] کے حافظ یٰسین بھی بڑے اچھے آدمی بڑے اچھے حافظ (یہ جانتے ہیں حافظ ہارون صاحب پتھر گڈھی مجاز بیعت حضرت والا) ان کے پچاسوں حافظ شاگرد ہیں یہ بتلاتے ہیں کہ میں ایک درزی کے یہاں کام کرتا تھا،

(۱) موصوف کاندھلہ کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ گنگیرو کے رہنے والے تھے۔ ۳۰ رمئی ۱۹۹۰ء کو وفات ہوئی اور وطن میں ہی مدفون ہیں۔

(۲) کاندھلہ سے دس کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔

وہ بے چارے حافظ تھے کپڑے سلتے رہتے تھے اور مجھے سبق دیتے رہتے، درزی کی دکان پر میں نے قرآن پاک پڑھا یہ تھی لگن اور یہ تھی تڑپ۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی تعلیم پانی پت: ہمارے حضرت شیخ المشائخ سید الطائفہ امام الاولیاء قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ وبرداللہ مضجعہ یہاں پڑھنے کے لئے آئے تھے، حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیا کے مدرسہ میں، شروع سے لے کر شرح جامی تک کتابیں یہیں پڑھیں، حضرت مولانا لقاء اللہ صاحب جب رائے پور حاضر ہوئے اور انہوں نے وہاں حاضر ہو کر اپنا تعارف کرایا، اپنے والد کا نام نامی بتلایا، تو حضرت چونک گئے فرمایا: کہاں سے، عرض کیا: پانی پت سے فرمایا: تم ان کے ہو، عرض کیا جی ہاں، فرمایا: بھائی میں نے تو وہاں کے ٹکڑے کھائے ان کے دروازے کے آگے تخت پڑا رہتا تھا، اسی پہ وقت گزارے اور فرمایا اس وقت میرے پاس پیسہ نہیں تھا طالب علمی کے زمانہ میں میرے پاس کتاب بھی نہیں تھی، میں انہیں سے کتاب مستعار لے کر شرح جامی پڑھی تھی اور اس پر میرا نام لکھا ہوا ہے "غلام جیلانی" حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا: کہ یہ میرا نام لکھا ہوا ہے غلام جیلانی، مولانا لقاء اللہ صاحب نے عرض کیا جی ہاں ابا کے کتب خانہ میں اب بھی موجود ہے۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی: تو میرے دوستو! ایسے ایسے اولیاء اللہ یہاں پر حاضر ہوئے تھے، اب سے آٹھ سال پہلے عیدگاہ کے علاقہ میں حاضر ہوا تھا کہاں؟ حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی نوراللہ مرقدہٗ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے، میں دیکھ کر سوچتا رہا کہ یہ وہ بزرگ ہیں کہ ایک واسطہ سے حدیث مجھے پہنچی ہے۔

میرے استاد محترم جن سے میں نے قرآن شریف پڑھا دیوبند کے تھے، ڈھائی

(۱) کاندھلہ سے دس کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔

سال کی عمر میں نابینا ہوگئے، مگر علم کا ذوق تھا، یہ سنا کہ پانی پت میں ایک محدث ہیں، ان کی خدمت میں یہ نابینا حافظ صاحب پیدل چل کر آٹھ دن میں پہنچے اور اب تو خدا کا شکر ہے اور بے انتہا کرم ہے، بے انتہا فضل ہے ورنہ اتنے اتنے پیر دھنس جایا کرتے تھے قدم آگے رکھو پیچھے سرک جاتا تھا یہ حال تھا اس وقت، نابینا تھے ایک حدیث پاک کے سننے کے لئے آئے ۔ قاری عبدالرحمان محدث پانی پتی کی خدمت عالیہ میں، حدیث کیا تھی؟ حدیث مسلسل بالاولیت، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”الرَّاحِمونَ یَرحمھم الرحمٰن، ارحموا من فِي الارْضِ یَرحمکم مَنْ فِي السَّمَاء“ [1]

یہ حدیث پاک سننے کے لئے نابینا شخص دیوبند سے یہاں پر آئے ہیں ایک شخص کو اپنا رہبر بنا کر آٹھ دس دن آتے ہوئے لگے اور آٹھ دن جاتے ہوئے لگے، ایک حدیث پاک کے سننے کے لئے، اب جو گیا تو وہاں مدرسہ بن رہا ہے عیدگاہ کے اندر، اس کی بنیاد رکھنے کے لئے؟ وہاں معلوم کیا کہ بھائی قاری عبدالرحمان صاحب کا مزار مبارک بھی تو یہاں تھا انہوں نے کہا جی ہاں وہ تو کمرہ میں آگیا جہاں یہ کمرہ ہے، تو میرے بھائیو! ایسے ایسے اولیاء اللہ یہاں پر گزرے ہیں۔

میرے دوستو! اس علاقہ کے اندر دین کی محنت کرنی بہت ضروری ہے، ہر جگہ ضرورت ہے، لیکن اس علاقہ کے اندر زیادہ ہے، خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری اس بدعملی کی بنا پر پھر کوئی عذاب کا جھونکا نہ آجائے، جیسے پہلے عذاب کا جھونکا آیا تھا اور سارے علاقے کو بالکل ویران کردیا، کہیں ایسا پھر نہ ہوجائے۔ بس یہی مختصر بات آپ کے سامنے عرض کرنی تھی، اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بس بھائی اب دعا کرلو۔

(۱) رواہ ابوداؤد والترمذی، مشکوٰۃ شریف جلد:۳، ص:۴۲۳

قرآن کی فضیلت

وعظ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب

کاندھلوی مدظلہ العالی

عرض مرتب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم !

امابعد! زیرِ نظر کتاب (فضیلت قرآن) مرشدی ومولائی حضرت اقدس مولانا الحاج مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کا وعظ ہے، جو جناب حافظ محمد یعقوب صاحب کیرانوی (مجاز حضرت والا) کے تراویح میں ختم قرآن کے بعد ۲۶/رمضان ۱۴۲۰ھ مسجد محلہ مولویان قصبہ کاندھلہ میں ہوا تھا۔

افسوس کہ حضرت والا کی پیرانہ سالی اور طبعی ضعف کی بناپر یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔ مگر اس تسلسل کو برقرار رکھنے اور اس فائدہ کو جاری وساری رکھنے کے لئے احقر کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرتِ والا کے بیانات کو مرتب کردیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں بھی اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔

راقم کے اس ارادہ پر حضرت والا کی حوصلہ افزائی نے میرے ارادہ کو عزم مصمم سے بدل دیا۔

چنانچہ اس کو نقل کر کے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا، حضرت والا نے سن کر نہ صرف اس کی تصویب فرمائی بلکہ اپنی مخصوص دعاؤں سے نواز کر اپنی نگرانی میں اس کے حوالہ جات درج کرا کر کتابی شکل دلوائی۔ یہ حضرت والا کی دعاؤں اور توجہ کا ثمرہ ہے کہ اس عاجز کے ہاتھوں یہ کتاب مرتب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم

رکھے۔آمین۔

عوام الناس کے نفع کی خاطر اس کو شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے اور مزید اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ناچیز ان تمام حضرات کا بے حد ممنون و مشکور ہے، جن لوگوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا اور مفید مشوروں سے نواز کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔فجزاھم اللہ تعالی خیر الجزاء

هذا الجهد مني وعليك التكلان

محمد شعبان بستوی

مدرسہ اسلامیہ سلیمانیہ

عیدگاہ کاندھلہ، مظفر نگر یوپی

۱۵/ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْأَلُہُ الْکَرَامَۃَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّہٗ قَدْ دَنٰی اَجَلِیْ وَاَجَلُکُمْ ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ، بَعَثَہٗ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا. مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِہِمَا فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا نَسْأَلُ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنْ یَّجْعَلَنَا مِمَّنْ یُّطِیْعُہٗ وَیُطِیْعُ رَسُوْلَہٗ وَیَتَّبِعُ رِضْوَانَہٗ وَیَجْتَنِبُ سَخَطَہٗ فَاِنَّمَا نَحْنُ بِہٖ وَلَہٗ ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّائِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی خَلْقِہٖ[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَلٰی سَائِرِ خَلْقِہٖ ۔ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ۔[2]

" ترجمہ : جس کو مشغول کردیا ہے قرآن پاک کے پڑھنے اور پڑھانے نے ، ذکر کے کرنے سے اور دعا کے مانگنے سے ، دوں گا میں اس کو مانگنے والے سے بھی زیادہ ، اور فضیلت اللہ عزاسمہٗ کے پاکیزہ کلام کی دوسرے کلاموں پر

(۱) رواہ الترمذی ۔۔۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ صفحہ: ۱۲۰ جلد: ۲

(۲) الاتقان فی علوم القرآن جزء اول ص: ۱۴۳

ایسی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت دوسری مخلوق پر۔"

تمہیدی کلمات: دوستو! اولاً یہ تو بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ نماز تو کوئی پڑھاوے اور سلام کوئی پھیرے، مسئلہ یہ ہے کہ جو نماز پڑھائے گا وہی سلام پھیرے گا اور جو سلام پھیرے گا وہی دعا کرائے گا، ورنہ بڑی دشواری ہو جائے گی، اگر دوسرے کو یہ اختیارات مل گئے، امام نے جہاں لمبی رکعت کی اور وہ اپنا سلام پھیر کر چل دیا کریں گے۔

حافظ مقبول الٰہی کا دلچسپ واقعہ: ایک قصہ بیچ میں سنائے دوں، ایک بہت بڑے بزرگ نے ایک بہت بڑے بزرگ کو سنایا تھا، میں بھی حضرت کے ساتھ تھا۔ حضرت اقدس حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے حضرت اقدس سید الطائفہ مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کو یہ قصہ سنایا تھا، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نے مظفر نگر میں نمائش کیمپ کے سامنے کوٹھی بنوائی تھی، وہیں مولانا کی بنوائی ہوئی مسجد بھی ہے۔

حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب مظفر نگر تشریف لے گئے، میں بھی حضرت کے ساتھ تھا، مولانا عاشق الٰہی صاحب نے اپنے صاحبزادے کے بارے میں ایک قصہ سنایا، کہ مقبول الٰہی (حضرت کے تین صاحبزادے تھے۔ معشوق الٰہی، مقبول الٰہی، مسعود الٰہی) کچھ عرصہ کے لئے بیچ میں گھر سے بھاگ گئے تھے اور پانچ چھ سال کے بعد پھر خود ہی آ گئے، حضرت مولانا نے فرمایا کہ جب وہ آ گیا تو میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، پوچھا بھی نہیں کہ بھائی کیوں گئے تھے؟ کیوں آئے؟

حافظ مقبول الٰہی کا قرآن پاک سے تعلق: دو چار دن کے بعد میں نے یہ کہا کہ مقبول الٰہی تمہارے جانے کا تو مجھے ملال نہیں، تم چلے گئے تھے، مگر مجھے اس بات کا دکھ ہے، کہ تم نے قرآن پاک بھلا دیا ہوگا، میں نے تمہیں کتنی محنت سے یاد کرایا تھا، انہوں نے

کہا، باحضور بھلایا نہیں مجھے کھانے کو ملا یا نہیں ملا، مگر قرآن پڑھنا میں نے نہیں چھوڑا، حضرت نے ارشاد فرمایا بھائی مجھے یقین نہیں، انگلیوں پر شمار کیا، فرمایا: کہ ابھی تو رمضان کے پانچ مہینے باقی ہیں، ایک مرتبہ پہلے تم مجھے سنا دو، اگر اس میں کچھ کچاوٹ ہوگی، تو پھر میں (قرآن کا) دور کرا دوں گا اور فرمایا کہ یہاں مسجد میں فجر کی نماز پڑھایا کرو، اور سوا پارہ اس میں پڑھو جیسے کہ تراویح میں سوا پارہ پڑھا جاتا ہے، پہلی رکعت میں ایک پارہ، اور دوسری رکعت میں پاؤ پارہ وہ پڑھانے لگے، مسجد کے قریب ایک گاؤں سوجڑو ہے، وہاں کے کوئی صاحب بڑے میاں نمازی، انہیں دیو بند یا سہارنپور کی طرف جانا تھا، سردی کا زمانہ، رکشہ اس زمانے میں نہیں چلتی تھی، غریب آدمی، اپنی گٹھری لئے ہوئے اذان فجر سے پہلے وہاں سے چل دیا، تقریباً ڈیڑھ میل کا اسٹیشن سے فاصلہ ہے، مسجد کے سامنے جو گذرا، یہاں تکبیر ہو رہی تھی، وہ سمجھا اذان ہو رہی ہے اس نے کہا چلو اذان ہو گئی، مجھے استنجا کے لئے بھی جانا ہے، اور یہیں نماز پڑھ لوں گا، بے چارے نے گٹھری اندر رکھی، اور وہ جنگل میں چلا گیا، وہاں سارا جنگل پڑا ہوا تھا، پانچ سات منٹ کے بعد اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر آیا، استنجا کیا، طہارت کی اور اطمینان سے وضو کیا، اور جہاں گٹھری رکھی تھی وہیں جا کر اس نے سنتیں پڑھیں، یہاں نماز شروع ہو ہی گئی تھی نماز میں آ کر شریک ہو گیا، اسے سات والی گاڑی سے جانا تھا، جب امام صاحب نے رکوع نہ کیا تھوڑی دیر تک تو انتظار کرتا رہا، مگر جب امام صاحب نے رکوع ہی نہ کیا تب اس نے اپنی نیت توڑی اور جہاں گٹھری رکھی ہوئی تھی، وہاں جا کر اپنی نماز اطمینان سے پڑھی اور گٹھری اٹھانے کے بعد اپنے سر پر رکھی اور ایک ہاتھ سے گٹھری پکڑی اور ایک ہاتھ میں جوتے لئے اور مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر نمازیوں کی طرف منہ کر کے کہا شاباش بیٹا جھکئے ہی نا! یہ کہہ کر اس نے دوڑ لگائی جتنے بھی نمازی تھے یہاں تک کہ حضرت اقدس مولانا عاشق الٰہی صاحب جو بڑے اونچے

بزرگوں میں سے ہیں، سب ہنس پڑے حضرت اقدس نے فرمایا یہ کون شریر ہے ، دیکھو بھائی ہ دیکھا تو شہر کی طرف بھاگا جارہا ہے، عرض کیا کہ جی کوئی گاؤں کا ہے۔ یہ قصہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نے حضرت مولانا الیاس صاحب کو سنایا تھا، تو بھائی دعا کا حق تو اسی کا ہے، سلام پھیرنے کا بھی حق اسی کا ہے، ورنہ دوسروں کو یہ حق دیدیا جائے گا تو (ہر شخص اس بڑے میاں کی طرح سلام پھیر دیا کرے گا) بڑی دشواری ہو جائے گی۔

دعا کی برکت قرآن کی تلاوت میں ہے: یہ بھی بات قابل غور ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت میں اور قرآن کریم کے پڑھنے میں اور نماز میں تو شرکت نہ ہو، اور دعا کے اندر شرکت ہو، دعا کو تلاوت سے زیادہ اہمیت دینا میرے دوستو قلب موضوع ہے، دعا تو تلاوت ہی کی برکت میں حاصل ہوں گی۔

قرآن پاک اور حدیث قدسی میں فرق: حدیث پاک جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے، اسی مضمون کی پڑھی اور اسی طرف اس کا اشارہ ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کچھ بھی نکلا، دین کے متعلق، وہ سارا کا سارا حق تعالیٰ کی طرف سے تھا، مگر بہت سے مضامین ایسے ہیں کہ اس کے معنی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب عالی کے اندر القاء ہوا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زبان مبارک سے فرما دیا، اور بعض ارشادات عالیہ خداوند قدوس کے ایسے ہیں کہ ان کے الفاظ بھی اللہ ہی کی طرف سے ہیں جیسا کہ قرآن پاک کے الفاظ، مگر قرآن پاک میں اور حدیث قدسی میں اتنا فرق ہے کہ قرآن پاک ہم تک پہنچا ہے تواتر کے ساتھ، ہر زمانے میں لاکھوں آدمی موجود ہیں، یہ دور کتنا مادیات کی ترقی کا ہے، لیکن اگر حفاظ کو شمار کیا جائے تو بے شمار حافظ خدا کے فضل وکرم سے اب بھی موجود ہیں۔

انگریزوں کی ناپاک سازش: ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریز کے پیر جم گئے، تو انگریزوں نے ایک میٹنگ کی اور اس میں یہ مسئلہ طے کیا، کہ مسلمانوں کو کسی طریقے سے اپنے مذہب میں داخل کرنا چاہیئے یعنی عیسائی بنانا چاہئے لیکن جب تک کہ ان کے پاس قرآن ہے اس وقت تک اپنے مذہب سے ٹس سے مس ہونے والے نہیں ہیں، طے یہ پایا، چاہے جتنا مال صرف ہو جائے، قرآن پاک ان سے خرید لیا جائے، اس زمانے میں مطبع (پریس) نہیں تھے، برائے نام ایک آدھ کوئی مطبع (پریس) تھا، زیادہ تر ہاتھ کے لکھے ہوئے قلمی قرآن پاک تھے، تو انگریز نے یہ طے کیا کہ جتنی قیمت میں یہ قرآن پاک مل سکے، ہندوستان والوں سے وہ قرآن کریم لے لئے جائیں، اور لندن میں جا کر قرآن طبع کرائیں اور اس میں اپنی حسب منشا باتیں بڑھا دیں اور کچھ گھٹا دیں۔

قرآن پاک میں ترمیم کی کوشش: مولانا عبدالحق حقانی نے تفسیر حقانی کے مقدمہ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے، کہ میں نے دیکھا کہ ایک پادری دہلی کے اندر قرآن پاک خریدتا پھر رہا ہے پہلے تو میں یہی سمجھا کہ اپنے پڑھنے کے لئے لے رہا ہے لیکن جب بہت سے قرآن پاک خریدے، جہاں کہیں قرآن ملتا تھا وہ خرید لیتا، میں نے اس سے پوچھا کہ پادری صاحب اتنے قرآن پاک خرید کر کیا کروگے؟ تو انہوں نے کہا، مولانا ہم آپ کو بتلاتے تو نہیں، مگر آپ ہمارا کچھ کر بھی نہیں سکتے، اس لئے بتا رہا ہوں، یہ تو راز کی بات، ہمارے یہاں یہ طے پایا ہے، کہ قرآن پاک مسلمانوں سے لے لیا جائے اور پھر اس میں کچھ ترمیم کر کے جیسا کہ ہم ہر دس بیس سال بعد اپنی کتاب انجیل میں ترمیم کر لیتے ہیں، اسی طریقے سے ہم قرآن کریم میں ترمیم کریں گے پھر اس کو شائع کیا جائے گا۔

پادری کا ایک مکتب کا معائنہ: مولانا حقانی نے فرمایا کہ تمہارا مشورہ بہت ہی اچھا ہے، میرے ساتھ مسجد تک چلو، مولانا حقانی صاحب اس پادری کو مسجد میں لائے، وہاں ایک

حافظ صاحب بچوں کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے، ان سے پوچھا کہ حافظ صاحب تمہارے یہاں کتنے بچے ہیں؟ انہوں نے بتلایا تیس پینتیس مولانا نے فرمایا حافظ اس میں کتنے؟ عرض کیا کہ پندرہ تو حافظ ہو چکے ہیں اور پانچ سات ایسے ہیں کہ جن کے دو دو تین تین پارے باقی ہیں۔

قرآن پاک سینوں میں محفوظ ہے: تب مولانا حقانی نے ان سے کہا کہ اے بے وقوف اے احمق تو یہ سمجھے ہوئے ہے کہ قرآن پاک مسلمانوں سے ہم خرید کر لے لیں گے۔ اولاً تو یہ ممکن نہیں، لیکن اگر تم نے لے بھی لیا، تو قرآن پاک تو ہمارے سینوں کے اندر لکھا ہوا ہے، ایک چھوٹے سے بچے کو بلوا کر سنوایا، چھوٹا بچہ ہے جس کی عمر ابھی دس گیارہ سال کی ہے اسی سے پوچھ لو کہ اس کے سینہ میں قرآن کریم محفوظ ہے کہ نہیں؟

تو میرے دوستو قرآن کریم تو ہم تک پہنچا ہے تو اثر کے ساتھ، ہر دور کے اندر، ہر زمانہ کے اندر لاکھوں سے زائد قرآن کریم کے نقل کرنے والے اور پڑھنے اور پڑھانے والے موجود ہیں۔ اور حدیث قدسی حضرت جبرئیل کے ذریعہ، وحی کے معروف طریقہ سے نہیں پہنچی یہ فرق ہے، ورنہ پیغام حدیث قدسی میں بھی خداوند قدس ہی کا ہے، تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ شَغَلَهُ الْقُرآن عَنْ ذِكرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ"

مانگنا سب سے بڑی عبادت: جس کو مشغول کر دیا ہے قرآن پاک کے پڑھنے اور پڑھانے نے، ذکر کے کرنے سے، اس کو اس کے شیخ نے جو تسبیحات بتلائی تھیں اور ذکر کے کرنے کا طریقہ بتایا تھا اور اہتمام کرنے کا حکم فرمایا تھا، لیکن رمضان المبارک میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے، ذکر کا اہتمام نہیں کر سکا اور اس کے معمولات ترک ہو گئے لیکن قرآن پاک زیادہ پڑھ رہا ہے، تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"مَنْ شَغَلَهُ الْقُرآن عَنْ ذِكرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ"

جس کو مشغول کر دیا ہے قرآن پاک کے پڑھنے اور پڑھانے نے ذکر کے کرنے سے اور دعا کے مانگنے سے، دعا مانگنے کی بھی فرصت نہیں، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ"

میں اس کو مانگنے والے سے بھی زیادہ دوں گا، خداوند قدس سے مانگنا بہت بڑی عبادت ہے۔

دعا ہی عبادت ہے: یہاں تک کہ حدیث پاک میں ارشاد عالی ہے:

"اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ"[1]

ارشاد فرمایا دعا ہی عبادت ہے اور پھر رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورۂ مومن کی آیت شریفہ تلاوت فرمائی کہ اللہ عز اسمہ ارشاد فرماتے ہیں: "وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ" فرمایا تمہارے رب کریم نے کہ دعا مانگو مجھ سے، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔

دعا نہ کرنے کا انجام: "اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ" بے شک جو شخص میری عبادت سے یعنی دعا کے مانگنے سے تکبر کرتے ہیں اور دعا نہیں مانگتے "سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ" عنقریب ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

دعا عبادت کا مغز ہے: ایک حدیث پاک میں ارشاد عالی ہے: "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ"[1] دعا عبادت کا مغز ہے اور عبادت کی گری (اندر کا گودا) ہے۔

دعا مومن کا ہتھیار ہے: ایک اور حدیث پاک میں ارشاد عالی ہے "اَلدُّعَاءُ

(۱) رواہ الترمذی ج: ۲، ص: ۱۷۵۔

(۱) رواہ الترمذی ج: ۲، ص: ۱۷۵۔

سِلاحُ المُؤمِن وَعِمادُالدِّینِ وَنُورُالسَّمٰواتِ وَالاَرْضِ "[1] دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔ وَعِـمادُالدِّین اور دین کا ستون ہے۔"وَنُـورُالسَّمٰواتِ وَالاَرْضِ" اورآسمان وزمین کا نور ہے۔

ایک حدیث پاک میں ارشادعالی ہے:

"یَـا ابـنِ آدم اِنَّکَ مَـادَعَوتَنِي وَرَجَوتَنِي غَفَرتُ لَکَ عَلٰی مَاکَانَ مِـنکَ وَلااُبَـالِي،یَاابـنِ آدَم لَـوبَـلَـغَتْ ذُنُوبُکَ عَنَانَ السَّمَاء ثُمَّ اسْتَـغْـفَـرتَـنِـي غَـفَـرتُ لَکَ یَـابـن آدم لَواَتَیْتَنِي بِقُرابِ الاَرْضِ خَـطَـایَـاثُـمَّ لَـقِیْتَـنـي لاتُـشْرِکُ بِي شَیْـئا لَاَتَیْتُکَ بِقُرا بِهَا مَغفِرَةً أوْکَمَاقَالَ عَلیهِ الصَّلوٰة وَالسَّلام"۔[2]

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: یعنی حدیث قدسی ہے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے آدم کے بیٹے اے انسان"اِنَّکَ مَادَعَوتَنِي وَرَجَوتَنِي" جب تک کہ تو ہمیں پکارتا رہے گا اور ہم سے امیدیں وابستہ رکھے گا۔"غَـفَـرتُ لَکَ"میں تیری خطاؤں کو معاف کرتا رہوں گا"وَلااُبَـالِي" مجھے پرواہ نہیں خواہ تیری خطائیں کتنی کثیر مقدار میں ہوں اور کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں اور فرمایا حق تعالیٰ نے"یَـابـنِ آدم لَوبَلَغَتْ ذُنُوبُکَ عَنَانَ السَّـمَاء "او انسان! او آدمی! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہونچ جائیں، اتنے بڑے بڑے انبار ہوں، اتنے بڑے بڑے ڈھیر ہوں کہ بادلوں سے ٹکرا جائیں لیکن تو نے میرے آگے استغفار کیا، میرے آگے۔ ہاتھ پھیلا کر تو نے بخشش کی درخواست کی ہے اور بخشش کی بھیک مانگی ہے، تو ارشاد فرماتے ہیں"غَـفَـرتُ لَکَ"میں تیری خطاؤں کو معاف کردوں گا، ان انبار کے

(۱)الترغیب والترھیب فی کثرة الدعاء وماجاء فی فضله رقم:۲۱ ص:۳۱۵

(۲)رواہ الترمذی صفحہ:۱۹۴ جلد:۲

انبار گناہوں کو محو کردوں گا مٹادوں گا اور ارشاد فرمایا: ''لَوْ اَتَیْتَنِي بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا'' کے انسان، اے آدمی اگر تو میرے پاس اتنی خطائیں لے کر آئے، جس نے روئے زمین کو بھر دیا ہو، مگر تو نے میرے ساتھ کسی کو ساجھی اور شریک نہیں ٹھہرایا تو '' لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً'' اتنی ہی مغفرت لے کر تیرے سے ملاقات کروں گا۔[۱]

شرک کرنے والے کی مغفرت نہیں ہے: البتہ شرک کرنے والے کی مغفرت نہیں ہوگی، قرآن کریم میں اپنے ضابطہ کا اعلان فرمادیا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ[۲]

بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں فرمائیں گے اس شخص کی جس نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا'' وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ اور اس کے سوا جس کی چاہیں گے مغفرت فرمائیں گے اور جس کو چاہیں گے اس کو اس کی بداعمالی کی سزادیں گے۔

میدان حشر میں آزر کی بے بسی: حدیث پاک میں ایک بہت ہی عبرت ناک واقعہ ارشاد فرمایا گیا ہے: ابن ماجہ کی روایت ہے، کہ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے باپ آذر کو دیکھیں گے حشر کے میدان میں کہ آذر کے اوپر ذلت اور بدحواسی چھائی ہوئی ہے، اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے باپ سے ارشاد فرمائیں گے، اے باپ! اے آذر میں نے تجھے پہلے ہی آگاہ کردیا تھا تو میری نافرمانی نہ کر، مگر تو نے میری نہیں مانی، آذر کہے گا کہ اے ابراہیم آج تم مجھے بچالو، میں تو تمہاری ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں، کسی طریقہ سے مجھے پناہ مل جائے میں تمہاری اتباع کروں گا، اور تمہاری پیروی کروں گا۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبۃ رقم: ۲۳۳۶، ص: ۲۰۳، ج: ۲، کتاب الاذکار، کتاب الاستغفار رقم: ۱۲۰۸۱ ص: ۱۴۹

(۲) سورہ نساء آیت: ۱۱۶

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا: سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام جو انتہائی نرم دل ہیں اور انتہائی رقیق القلب ہیں، اپنے باپ کی آہ وزاری دیکھ کر انتہائی آزردہ ہوں گے اور اللہ عز اسمہ کے آگے ہاتھ پھیلا کر درخواست پیش کریں گے، کہ اے رب کریم آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، کہ حشر کے میدان میں مجھے رسوا نہیں کیا جائے گا، سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی تھی، جس کو اللہ نے قبول فرمایا اور اپنے کلام پاک میں اس کو نقل فرمایا، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے: وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ[1]

اور رسوا نہ کر مجھ کو جس دن سب جی کر اٹھیں، جس دن نہ کام آئے کوئی مال اور نہ بیٹے

مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر دل چنگا۔

بڑے بڑے مالدار اشخاص، بڑے بڑے سلطنتوں کے چلانے والے اشخاص وہاں کہہ رہے ہوں گے:

میدان حشر میں مالداروں کی بے بسی: "مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ"[2] نہ کام آیا میرے میرا مال، جو میں نے جمع کیا تھا، میں نے لوگوں کے اوپر ظلم کر کے مال انبار کے انبار جمع کئے لیکن وہ مال میرے کام نہ آیا" هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ" جاتی رہی اور غارت ہوگئی، میری سلطنت، میرے اوپر آج کوئی تھوکنے کیلئے تیار نہیں، جو کل میرے جوتے اٹھاتے پھرتے تھے اور میرے جوتوں کی خاک کو سرمہ بناتے تھے، آج ان کو میری صورت سے بھی نفرت ہے، غرض یہ کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دعا کا واسطہ دیں گے کہ اے رب کریم آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے:

---

(۱) سورۃ الحاقۃ آیت: ۲۹-۲۸

(۲) سورہ شعراء آیت: ۸۷

"وَلَا تُخْزِنِی یَوْمَ یُبْعَثُونَ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُونَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ." [۱]

اے رب کریم آپ مجھے رسوا نہیں کریں گے اس دن جس دن کے مردے اٹھائے جائیں گے قبروں سے، جس دن کہ فائدہ نہ پہونچائے گا مال، نہ اولاد۔

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ

مگر جو سلامتی والا، اسلام والا محبت ویقین والا دل لے کر آئے گا۔

سید الطائفہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سَلِیْم کا ترجمہ فرمایا کرتے تھے: "ڈسا ہوا" جو خدا کی محبت میں ڈسا ہوا دل ہے، جس دل کے اندر خداوند قدوس کی محبت پیوست ہوگئی ہے اسے تو وہاں فائدہ ہوگا، اسے تو وہاں چین وراحت نصیب ہوگی، ورنہ مال والے انتہائی اضطراب اور انتہائی پریشانی میں ہوں گے۔

اس دعا کا واسطہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام دے کر حق تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے رب کریم یہ میرا باپ ہے جو آپ کی رحمتوں سے محروم ہو رہا ہے لوگوں کی زبان پر میرا نام آرہا ہے، لوگ کہہ رہے ہیں کہ ابراہیم تو خدا کے خلیل تھے یہ کیسی خلّت اور کیسی دوستی، کہ اپنے باپ کو بھی نہ بچاسکے، لوگ میری طرف انگلیوں سے اور آنکھوں سے اشارہ کر رہے ہیں، اس سے بھی میری رسوائی ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے ابراہیم میں جنت کو حرام کر چکا ہوں ہر اس شخص پر جس نے میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا۔

"وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰاہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ" [۲]

(۱) سورہ شعراء آیت: ۸۷

(۲) سورۂ مائدہ آیت: ۷۲

جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کے ساتھ کسی کو اللہ نے اس کے لئے جنت کو حرام کر دیا ہے "وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ" اور ایسے ظالمین کے لئے کوئی بھی معین ومددگار اور کوئی بھی حمایتی نہیں ہوگا۔ اور پھر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ارشاد عالی ہوگا اے ابراہیم اپنے قدموں کی طرف دیکھو جو آذر سامنے کھڑا ہوا تھا، اس کی شکل بدل دی جائے گی اور اس کو بجو کی شکل میں بنا کر جو خون میں اور کیچڑ میں لتھڑا ہوا ہوگا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقدام عالیہ میں ڈال دیا جائے گا اور فرمایا جائے گا حق تعالیٰ کی طرف سے، اے ابراہیم اپنے قدموں کی طرف دیکھو، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے قدموں کی طرف دیکھیں گے، تو وہی آذر اور وہی باپ جو ابراہیم پر پتھراؤ کرنے کے لئے تیار تھا، جس وقت کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے سامنے بتوں کے لچر ہونے کو اور بتوں کے بے بس ہونے کو بیان فرمایا تھا:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ: "يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا"[1]

اے ابا جان آپ کیوں پوجا کرتے ہیں ایسی چیزوں کی جو نہ سن سکیں اور نہ دیکھ سکیں، نہ اڑی بھیڑ میں کچھ کام آسکیں، یہ جب ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے سامنے بیان فرمایا کہ بتوں کے اندر کوئی بھی طاقت نہیں اور بتوں میں کوئی بھی مدد کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو باپ غصہ میں بھر گیا اور کہا:

"قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا"

کہا آذر نے اے ابراہیم کیا تو میرے دیوتا سے بیزار ہے، اگر تو باز نہیں آیا ان باتوں سے جو میرے دیوتا کی مذمت میرے سامنے بیان کرتا ہے، تو میں تیرا سر کچل دوں گا پتھروں سے

(۱) سورۂ مریم آیت: ۴۲

"وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا" جا دور چلا جا مجھے تیری صورت سے بھی نفرت ہے۔ میں تیرا منہ بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت: یہ سن کر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ جو انتہائی نرم دل تھے اور انتہائی حلیم تھے باپ کی سخت بات کو برداشت کر گئے، اور ارشاد فرمایا:

"قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا[1]"

اچھا تیری سلامتی رہے اگر تجھے مجھ سے بے زاری ہے اور میرا سر پھوڑنے کے لئے تیار ہے، تو میں یہاں سے جا رہا ہوں، لیکن میں اپنے رب کریم سے ترے لئے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا، شاید وہ کریم مولیٰ تیرا بیڑا پار کردیں اور تیری مغفرت کا فیصلہ فرمادیں۔

"سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا" میں دعائے مغفرت کروں گا، تیرے لئے اپنے رب کریم سے، بیشک وہ رب کریم میرے اوپر انتہائی مہربان ہیں، شاید میری دعا سے تیری نجات فرمادیں، یہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باپ سے ارشاد فرمایا اور وہاں سے ہجرت فرما کر عراق سے مصر ہوتے ہوئے ملک شام پہنچے پھر باپ کو دیکھنے کی اور باپ سے ملنے کی کوئی صورت نہیں ہوئی، غرض یہ کہ آذر کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقدام عالیہ میں ڈال دیا جائے گا۔

استغفار کرنے کا فائدہ: تو میں عرض کر رہا تھا کہ ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے "يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي" اے انسان، اے آدمی اگر تو میرے پاس اتنی خطائیں لے کر آئے، کہ روئے زمین کو جن خطاؤں نے بھر دیا ہو اور کہیں بھی قدم رکھنے کی جگہ نہ ہو، مگر تم نے میرے ساتھ کسی کو ساجھی اور شریک نہ ٹھہرایا ہو، تو میں اتنی ہی مغفرت لے کر تیرے سے ملاقات کروں گا۔

---

(۱) سورۂ مریم آیت: ۴۷

بہر کیف میں نے حدیث پاک پڑھی تھی کہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں: مَنْ شَغَلَهُ الْقُرآنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَمَسْئَلَتِيْ "جس کو مشغول کر دیا ہے قرآن پاک کے پڑھنے اور پڑھانے نے ذکر کے کرنے سے اور دعا مانگنے سے "اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِيَ السَّائِلِيْنَ" دوں گا میں اس کو مانگنے والے سے زیادہ اور اس کے بعد میں ارشاد فرمایا:

"وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ خَلْقِهٖ"

اور فضیلت اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ کلام کی دوسرے کلاموں پر خواہ وہ دعا ہو، خواہ وہ درود ہو، خواہ اور کوئی ہو، غرضیکہ ارشاد فرمایا فضیلت اللہ کے پاکیزہ کلام کی دوسرے کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت تمام مخلوق پر۔

قاریٔ قرآن کا مرتبہ: قرآن کریم کے بارے میں حدیث میں ارشاد ہے:

يُقَالُ لِقَارِئِ الْقُرآنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِصَاحِبِ الْقُرآنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا[1]

قاری قرآن سے کہا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ صاحب قرآن سے کہا جائے گا، کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا جیسا کہ تو دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا اسی طرح پڑھتا جا، بلاشبہ جہاں تیری آخری آیت ہوگی وہیں تیرا ٹھکانا ہوگا۔ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت کے درجے قرآنی آیات کی تعداد کے مطابق ہیں۔ اور قرآنی آیات کی تعداد ایک قول کے مطابق چھ ہزار چھ سو چھپن ہیں۔

گفت جار اللہ آیت قرآں مجید
شش ہزار و شش صد و پنجاہ و شش اندر شمار

(۱) رواہ الترمذی ص: ۱۱۹، ج: ۲، مشکوۃ المصابیح ص: ۱۸۶

بس حافظ قرآن کو قرآنی آیات کی تعداد کے مطابق درجات کی بلندی عطا کی جائے گی۔ جنتیں تو سو ہیں لیکن ان کے درجات قرآنی آیتوں کی تعداد کے برابر ہیں۔

اور قاری قرآن اور صاحب قرآن میں کیا فرق ہے؟ صاحب قرآن وہ ہے کہ جس کے دل میں قرآن پاک اتر گیا ہو، اور قرآن اس کے دل میں اترے گا جو کثرت سے پڑھے گا۔ اور اس پر عمل کرے گا۔

میرے دوستو! مناسب تو یہی تھا کہ جنہوں نے قرآن پاک سنایا ہے اور جنہوں نے قرآن پاک ختم کیا ہے، وہی دعا کراتے اور انہی سے درخواست کی جاتی مگر مجھے انہوں نے اپنی طرف سے نمائندہ بنایا، اب آپ مختصر سی دعا کر لیجیے، میرے میں بھی اب بولنے کی ہمت اور سکت نہیں رہی۔

دعائیہ کلمات:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَولَانَا مُحَمَّد وعَلٰی آل سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مَولَانَا مُحَمَّد کَمَا تُحِبُّ وَتَرضیٰ عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرضیٰ. اَللّٰھُمَّ اَنْزِله المَقْعَدَ المُقَربَ عِندَکَ یومَ القِیَامَةِ یَاکَبِیرُ أنتَ الَّذِیْ یهْتَدِیْ الوَاصِفُون لِوَصفِ عَظمَتِهٖ یَاکَبِیرُ اَللّٰھُمَّ لَامَانِعَ لِمَا أعطیتَ وَلَامُعطِیَ لِمَامَنَعتَ وَلَارَادَّ لِمَاقَضَیتَ وَلَا ینفعُ ذَالجَدِّ مِنکَ الجَدُّ اَللّٰھُم لَکَ الحَمدُ کَمَاأَنتَ أهْله فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّد کَمَاأنتَ أهلهٗ وَافْعَل بِنَامَاأَنتَ أهلهٗ فَإنکَ أهْلُ التَّقوٰی وَأهلُ المَغفِرة. اَللّٰھُمَّ بِبرکَةِ القُرآن العَظِیمِ اَللّٰھُمَّ بِحُرمَةِ القُرآنِ العَظِیمِ اِرْفَع عن الخلق مانَزَلَ بِهِمْ وَلَاتُسَلِّط عَلَیهِم مَن لَایَرحَمهُمْ فَقَد حَلَّ بِهِم مَالَایرفعهٗ غَیرُکَ وَلَایَدفَعُهٗ سِوَاکَ.

أللّٰهُم فَرِّج عَنَّا يا كريم .يَاأَرحَمَ الرَّاحمينَ يَاأَكرمَ الاكُرَمِينَ يَامالِكَ المُلكِ تُوتِي الملكَ من تشاءُ وَتنزِعُ المُلكَ مِمَّن تَشاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاء وَتُذِلُّ مَن تَشاء بِيَدكَ الخَيرِ. اِنَّكَ علىٰ كُلِّ شَيٍ قَدير.

أللّٰهُمَّ اغفِرلَنَا وِللمُومنين والمُومِنَاتِ والمُسلِمِينَ وَالمُسلِماتِ وَأَلِّفْ بَينَ قُلوبِهِمْ وَأَصلِح ذَاتَ بَينِهِم وَثَبِّتهُمْ على مِلَّةِ رَسُولكَ وَأَوزِعهُمْ انْ يَشكُروا نِعمتكَ اللّتِي انعَمتَ عَلَيهِم وَانصرهُم عَلى عدوكَ وَعدوهِمْ مَن يَّشكُرُ نِعمَتكَ اللّتِي أَنعَمتَ عَليهِم وَأَن يُوفُوالعَهدَ الَّذِىْ عَاهدتَّهُم عَلَيهِ اِلهُ الحَقِّ آمين .

اَللّٰهُمَّ يَامَنْ امرُهٗ بَينَ الكَافِ وَالنُّونِ .وَمَنْ اِذَا أَرادَ شَيئًاقَالَ لَه كُنْ فَيكُون نَتوسَّلُ اِليكَ بِجاهِ نَبِيكَ الامِين المَامُون اَن تَنصُرَ الاسْلام والمُسلمين وتُنجِزوعدهٗ وكَان حَقًّاعَلينَا نَصرُ المُومِنِين. اَللّٰهُمَّ اٰنِس وَحْشَتِي فِي قَبْرِى أَللّٰهُمَّ ارحمنِىْ بِالقُرآنِ العَظِيم .وَاجْعلهُ لِي اِمَامًاوَّ نُوراً وَّهُدى وَرَحْمه. أَللّٰهُم ذَكِّرنِي مِنهُ مَانَسِيتُ وَعَلِّمْنِيْ مِنهُ ما جَهِلتُ وَارْزُقنِي تِلاوتَهُ أٰناءَ اللَّيلِ وأٰناء النَّهارِواجعلهُ لِي حُجَّةً يَارَبَّ العَالمِينَ أَللّٰهُمَ اِنَّكَ عَفُوٌّكَرِيمٌ تُحِبُّ العَفوَ فَاعفُ عَنِّيْ.أَللّٰهُمَّ أحسِن عَاقِبَتَنَافِي الامُورِ كُلِّهَا وَأجِرنَا مِن خِزىِ الدُّنيَا وَعذَابِ الآخِرةِ .

اے اللہ آپ سچے ہیں اور آپ کے بھیجے ہوئے نبی سچے ہیں اے اللہ آپ کے مخبر صادق امین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ كَانَ ذالِكَ

دُعائُہ مَاتَ قَبلَ أن یُصِیبُہ البَلاء ''جو شخص اس دعا کو پڑھے گا وہ کسی فتنے اور بلا میں مبتلا ہونے سے پہلے اس عالم وجہاں سے رخصت ہو جائے گا، اے اللہ! ہمیں دنیا اور آخرت کی رسوائی سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! ہم انتہائی بدکار ہیں اور انتہائی نافرمان ہیں اے اللہ! ہمارے عیوب کو آپ نے چھپایا ہے، اے اللہ! ہمارے ان عیوب کو معاف فرما، اے اللہ! اگر ہمارے عیوب اور ہماری برائیاں یہاں پر چھپی ہیں اور حشر کے میدان میں آشکارا ہوئیں، اے اللہ! اس میں ہمیں بڑی رسوائی ہوگی اس میں ہماری بڑی ذلت ہوگی، اے اللہ! ہمیں دنیا اور آخرت کی رسوائی سے محفوظ فرما۔

یَامَن اَظْهر الجَمِیل وَسَترالقَبِیح یَامَن لایو اخِذُبِالجَریرة وَلایهتک السِتر یَاعَظِیم العفو یَاحسن التَّجاوزیَاواسع المَغفرة یَابَاسِطَ الیَدین بِالرَّحمه یَاصَاحب کُلّ نَجوی یَامُنتهیٰ کُلّ شکوی یَاکَرِیم الصَّفحِ یَاعَظِیمَ المَنِّ یَامُبدِعَ النِّعمِ قَبلَ اسْتِحقاقِهایاربناویاسیدناو یامولاناویاغایة رغبتنا! نسئلک ان لاتشوی خلقنا بالنار. اللّٰهُمّ انکَ غفُو کریم تحب العفو فاعف عنا اللهم ارحمنی بترک المعاصی ابدا مابقیتنی وارحمنی ان اتکلف مالایعیننی وارزقنی حسن النظرفی مایرضیک عنی، اللهم بدیع السموات والارض ذالجلال والاکرام والعزة التی لاترام اسئلک یاالله یارحمن بجلالک ونوروجهک ان تلزم قلبی حفظ کتابک کماعلمتنی وارزقنی ان اتلوه علی

النـحـو الـذي يـرضيک عنـي الـلهم بديع السموات والارض ذاالـجـلال والاكـرام والـعزة التي لاترام اسئلک ياالله يارحمن بـجـلالک ونـوروجهک ان تلزم قلبي حفظ كتابک کماعلمتني وارزقـنـي ان اتـلـوه عـلـي الـنـحـوالذي يرضيک عني ان تنوّر بكتابک بصري وان تطلق به لساني و ان تفرج به عن قلبي وان تشـرح بـه صـدري وان تغتسل به بدني فانه لايعينني عن الحق غيرک ولا يوتيه الاانت ولاحول ولاقوة الابالله .

اللّٰهم اني عبـدک وابـن عبدک وابن امتک ناصيتي بيدک ماض فيّ حـكـمک عـدل فـيّ قـضـاؤک اسئلک بكل اسم هولک سميت به نـفسک أوانزلته في كتابک اوعلمته احداً من خلقک اواستاثرت به فـي عـلـم الـغيـب عـنـدک ان تـجـعـل الـقـرآن الـعـظيـم ربيـع قلوبناونورابصارناوجلاء أحزاننا.

الـلهـم انک تـعـلـم سري وعـلانيتـي فاقبل معذرتي وتعلم حاجتي فـاعـطـنـي سئولي وتعلم مافي نفسي فاغفرلي ذنوبي اسئلک ايمانا يبـاشـر قـلـبـي ويـقـيـنـا صـادقاً حتي نعلم انه لايصيبنا الاماكتبت لنا ورضّنابقضائک اللهم انک عفوكريم تحب العفوفاعف عنا.

يـــامـــن يـــري مـــافـــي الـــضـمـيـر ويـسـمـع.
انـــت الـــمـــعـــد لـــكـــلّ مـــايـتـوقـــع
يـــامـــن يـــرجّـــي لـــلـشّـــدائـــد كـــلّهـــا

یا من الیہ المشتکی والمفزع!

یا من خزائن رزقہ فی قول کن

امنن فان الخیر عندک اجمع

مالی سوی قرعی لبابک حیلۃ

ان کان فضلک عن فقیرک یمنع

مالی سوی فقری الیک وسیلۃ

وبالافتقار الیک فقری ادفع

حاشا لمجدک ان تقنط عاصیا

الفضل افضل والمواھب اوسع

یا اللہ ہمارے گناہوں کومعاف فرما، یااللہ ہماری خطاؤں سے درگذر فرما، یااللہ آپ کے مخبر صادق امین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ رمضان المبارک کی شب قدر میں اللہ عزاسمہٗ بے شمار بندوں کی مغفرت کے فیصلہ فرماتے ہیں، اے اللہ ہم مجرم ہیں، ہم قصوروار ہیں اے مالک الملک بے انتہا مجرم ہیں، ہم نے اپنی جانوں پر بڑے بڑے جرم کئے ہیں بڑے پاپی ہیں ہمارے سے بڑھ کر پاپی امت میں نہیں ہوں گے، اے اللہ آپ کے دربار عالیہ میں حاضر ہوتے ہیں بھکاری بن کر بھیک مانگنے کے لئے اے اللہ ہماری مغفرت فرما، ہمارے آباواجداد کی مغفرت فرما، ہمارے بوڑھے ماں باپ جو آج اِس عالم دنیا کے اندر نہیں رہے، یااللہ اس عالم دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، اے اللہ ان کو اپنی رحمتوں سے نواز دے، اے اللہ نور کی بارش فرما، اپنی رحمتوں کی وہاں پر جھڑی لگادے، اے رب کریم ہمارے تمام مشائخ کی،

ہمارے تمام اساتذہ کی، ہمارے تمام متعلقین کی، ہمارے تمام دوستوں کی، اے اللہ سبھی کی مغفرت فرما، اے اللہ پوری امت محمدیہ کی مغفرت فرمادے، اے اللہ ہمارے پاس کوئی عمل کامیاب نہیں، کوئی نیکی کا اثاثہ نہیں، یااللہ ہم تو آپ کے پیارے نبی کے آنسوؤں کا واسطہ دے کر مانگ رہے ہیں، اے اللہ ہمیں اپنے پیارے رسول کے آنسوؤں کے صدقہ وطفیل میں اے اللہ ہماری بھی مغفرت فرما، اے اللہ ہمارا بھی اسی ذات مقدس کی امت کے اندر شمار ہے، اگرچہ ہم نے اپنے پیارے نبی کے ارشادات عالیہ کی تکمیل نہیں کی اس کے اندر ہم سے کوتاہیاں ہوئیں، اے اللہ محض اپنے لطف وکرم سے پوری امت پر رحم فرما، آج امت محمدیہ کے کچلنے کی اسکیمیں بنائی جارہی ہیں، آج امت محمدیہ کے ختم کرنے کی سازشیں ہورہی ہیں، اے اللہ شریر کی شرارت سے اور حاسد کے حسد سے اور یا اللہ فتنین کے فتنے سے اس امت کی بھرپور حفاظت فرما، حرمین کی حفاظت فرما، جتنی مساجد ہیں جتنے مراکز ہیں، جتنے مکاتب ہیں اور جہاں کسی سے بھی کوئی فیض ہورہا ہے، اے اللہ سبھی کی حفاظت فرما، اے اللہ یہ مسجدیں اور یہ مراکز اور یہ مکاتب اگر سب ختم ہوگئے، اے اللہ ہماری رہبری کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا، اے اللہ ان مدرسوں سے تھوڑی بہت رہبری ہورہی ہے، اے اللہ ان مدرسوں کی بھرپور حفاظت فرما، اے اللہ جن بھائیوں نے خصوصیت سے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا ہے اے اللہ سبھی کے جائز مقاصد میں کامیابی نصیب فرما، ہمارے محترم حاجی اسلم صاحب کی اہلیہ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے، اے اللہ ان کو بھی صحت وعافیت عطا فرما، اے اللہ جو اور بھی ہمارے ساتھی اعتکاف میں پڑے ہوئے ہیں، یااللہ آپ کے درِ عالیہ پر

مسجدوں میں بھکاری بن کر اللہ بہت سے اپنی اولاد کی صحت کے لئے
اوراولاد کے نیک صالح ہونے کے بارے میں دعاؤں کی درخواست کرتے
ہیں، اے اللہ سب کے جائز مقاصد میں کامیابی عطا فرما، ہمارے جملہ محسنین کو
جزائے خیر عطا فرما، یا اللہ پوری امت پر رحم فرما، جہاں کہیں بھی قرآن پاک ختم
ہورہا ہے، اور دعائیں ہورہی ہیں انفرادی طریقہ سے لوگوں نے اپنی پیشانی سجدہ
میں رکھ کر اور آنسو بہا کر جو کچھ آپ سے مانگا ہے اے اللہ ان کی دعاؤں میں
ہمیں بھی شریک فرما، اے اللہ ہم تو انکی دعاؤں کی قبولیت کی درخواست کرتے
ہیں، کہ آپ ان کی دعاؤں کو قبول فرما ہمیں بھی ان کی دعاؤں میں شریک فرما، یا
اللہ جو بیمار ہیں انکو صحت کاملہ عاجلہ دائمہ مستمرہ عطا فرما، یا اللہ جو مقروض ہیں
اور پریشان حال ہیں، اے اللہ ان کی پریشانیوں کو دور فرما، ان کا قرض ادا
ہوجائے ان کو قرض سے سبکدوشی عطا فرما، جو ایسے اشخاص ہیں جنکی جوان لڑکیا
ں موجود ہیں لیکن اسباب موجود نہیں ہے شادی کرنے کے اے اللہ ان کو منا
سب رشتے عطا فرما، اور حسب ضرورت ہر بات کی کفالت فرما، اور بھی جن
اشخاص نے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا ہے سبھی کے جائز مقاصد میں کامیابی
عطا فرما، یا اللہ محض اپنے لطف وکرم سے ہماری دعاؤں کو قبول فرما: سبحان
ربک رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله
رب العالمین و صلی الله تعالی علی خیر خلقه سیّد نا ومولانا
محمد وعلی آله واصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین .

اعمال رمضان

وعظ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب

کاندھلوی مدظلہ العالی

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم !

امابعد! زیرِ نظر کتاب (اعمال رمضان) مرشدی ومولائی حضرت اقدس مولانا الحاج مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کا وعظ ہے، جو ماہ رمضان ۱۴۲۰ھ میں بعد نماز جمعہ مسجد مولویان کاندھلہ میں ہوا تھا۔ اور بیان ثانی ختم قرآن پر مستورات میں ہوا تھا، حضرت کے بیانات ایسے پر اثر ہوتے تھے کہ جس سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے تھے۔

لیکن افسوس کہ حضرت والا کی پیرانہ سالی اور طبعی ضعف کی بنا پر یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔ مگر اس تسلسل کو برقرار رکھنے اور اس فائدہ کو جاری وساری رکھنے کے لئے احقر کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرتِ والا کے بیانات کو مرتب کر دیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

راقم کے اس ارادہ پر حضرت والا کی حوصلہ افزائی نے میرے ارادہ کو عزم مصمم سے بدل دیا۔

چنانچہ جب ان مواعظ کو نقل کر کے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا، حضرت والا نے ‌نہ صرف اس کی تصویب فرمائی بلکہ اپنی مخصوص دعاؤں سے نواز کر اپنی نگرانی میں اس کے حوالہ جات درج کرا کر کتابی شکل دلوائی۔ یہ حضرت والا کی دعاؤں اور توجہ کا ثمرہ ہے کہ اس عاجز کے ہاتھوں یہ کتاب مرتب ہوئی۔

عوام الناس کے نفع کی خاطر ان دونوں مواعظ کو شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے اور مزید اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناچیز ان تمام حضرات کا بے حد ممنون ومشکور ہے، جنہوں نے اس کار خیر میں دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لیا اور مفید مشوروں سے نواز کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

فجزاهم الله تعالى خير الجزاء.

هذا الجهد مني وعليك التكلان

ابوعثمان محمد شعبان بستوی

مدرسہ اسلامیہ سلیمانیہ

عیدگاہ کاندھلہ، مظفرنگر یوپی

یکم ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْأَلُہُ الْکَرَامَۃَ فِیْمَابَعْدَالْمَوْتِ فَاِنَّہٗ قَدْ دَنیٰ أَجَلِیْ وَأَجَلُکُمْ ، وَأَشْھَدُ أَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَاوَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ، بَعَثَہٗ بَیْنَ یَدِیِ السَّاعَۃِ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْراً. مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْرَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَایَضُرُّ اِلَّانَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّاللّٰہَ شَیْئاً نَسْأَلُ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ أَنْ یَّجْعَلَنَامِمَّنْ یُّطِیْعُہٗ وَیُطِیْعُ رَسُوْلَہٗ وَیَتَّبِعُ رِضْوَانَہٗ وَیَجْتَنِبُ سَخَطَہٗ،فَاِنَّمَا نَحْنُ بِہٖ وَلَہٗ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَاتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً. اَمَّابَعْدُ!

فَقَدْقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَاِحْتِسَاباً غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَفِی رِوَایَۃٍ وَمَاتَأَخَّرَ وَمَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَاناً وَاِحْتِسَاباًغُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَفِی رِوَایَۃٍ وَمَاتَأَخَّرَ ج[1]

ترجمہ :جس شخص نے ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ رمضان میں قیام کیا(عبادت کی)اس کے اگلے اور پچھلے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے، اور جس نے ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ شب قدر میں قیام کیا اس کے اگلے اور پچھلے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

تمہید: دوستو اور عزیزو! بولنے کی نہیں اب میرے میں سننے کی بھی ہمت نہیں رہی، ذرا

(۱) متفق علیہ عن ابی ہریرۃ ۔ مشکوۃ کتاب الصوم ص:۱۷۳

سی بات کے سننے سے بھی سر چکراتا ہے مگر ہمارے ملک پور کے احباب خصوصیت سے حاجی صاحب کا اصرار تھا ہر جمعہ میں میرے سے فرماتے رہے، اور میں معذرت کرتا رہا، آج یہ سوچ رہا تھا کہ ایک حدیث میں پڑھ دوں گا اور اس کا ترجمہ عزیز محترم مفتی ارتقاء الحسن عرف رقی سے کرادوں گا، اسی وجہ سے میں یہاں بیٹھ گیا ہوں۔

مسند احمد ابن حنبل کی روایت: مسند احمد بن حنبل اور ابو یعلی موصلی کی روایت ہے اس روایت میں جو ارشاد فرمایا گیا ہے، اس کی وضاحت اور اس کی تفصیل نہیں، بلکہ اس کے مفہوم کی طرف اشارہ بھی کرنا مجھ جیسے ناکارہ طالب علم کے لئے مشکل ہے، اور میں تو بول بھی نہیں سکتا۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ جنہوں نے اپنی مسند شریف کے اندر چالیس ہزار احادیث یعنی چالیس ہزار ارشاد گرامی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع کئے ہیں، ان سے ملاقات ہو جائے اور انشاء اللہ انشاء اللہ جنت میں تو ہو گی ہی، تو ان سے درخواست کی جائے، کہ آپ ہی اس کی ذرا وضاحت فرما دیجئے گا، یہ روایت اگرچہ شیخین میں بھی ہے۔ لیکن " غفر له ماتقدم من ذنبه" اتنا ہی ہے اور مسند احمد بن حنبل اور ابو یعلی موصلی کی جو روایت ہے اس میں وماتاخر کا بھی اضافہ ہے تو اگر ان سے یہ درخواست کی جائے اور جنت میں جہاں ابدی طریقہ سے رہنا ہے، مدت بھی وہاں بے شمار ہے اور وہاں کوئی دھندہ بھی نہیں ہے اور وہاں یہ بھی نہیں ہے کہ مجھے تو ایک کھدوانا ہے مجھے تو بازار سے دودھ لانا ہے، وہاں تو کچھ بھی نہیں وہاں تو " وَلَكُم فِيهَا مَاتَشْتَهِي أَنْفُسُكُم "[1] وہاں تو ہر چیز ملے گی، جس کی انسان کو خواہش ہوگی، جس چیز کی انسان کو چاہت ہوگی، وہی چیز انسان کے سامنے حاضر ہو جائے گی، وہاں کہنے سننے کی، وہاں اسباب کو اختیار کرنے اور وہاں ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

جنت میں کھیتی ہوگی یا نہیں؟ ایک انصاری صحابی کا سوال ہے، انہوں نے عرض

(۱) سورۂ حم سجدہ آیت: ۳۱

کیا کہ اے اللہ کے نبی! جنت میں کھیتی بھی ہوگی یا نہیں؟ میرا تو وہاں کھیتی کرنے کو جی چاہے گا میرا جی لگے کھیتی کے کرنے میں، جب میں بیلوں کے پیچھے چلوں میرا دل بہت خوش ہو اور جنت دل کی خوشی کی جگہ ہے وہاں کھیتی بھی ہوگی یا نہیں؟ اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا: جو وہ چاہے گا اور جو کھیتی کرنی چاہے گا، اسے کھیتی کی اجازت دی جائے گی، وہاں میدان مہیا کیا جائے گا اور کھیتی کے جو لوازمات ہیں اور جو آلات ہیں، اس کو مرحمت فرمائے جائیں گے اور وہ ہل چلائے گا اور بیل ہانکے گا اور بیج بکھیرے گا، لیکن خدا کی قدرت کاملہ سے بیج اسی وقت جم کر اسی وقت پک کر کھیتی تیار ہو جائے گی، ابھی اس کی ایک ہرائی بھی پوری نہیں ہوئی کہ کھیتی کٹ کے وہاں لان بھی لگ گئے ادھر دیکھے گا تو غلے کے انبار کے انبار لگ جائیں گے،[1] یہ مضمون حدیث پاک میں فرمایا گیا۔

جنت میں اولاد ہوگی یا نہیں؟ ایک اور صحابی نے سوال کیا کہ دنیا کے اندر سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب اس کے لڑکا پیدا ہو اور جنت جو ہے وہ خوشی کی جگہ ہے تو وہاں بھی اولاد ہوگی کہ نہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں جس کو یہ چاہت ہوگی کہ میرے اولاد ہو وہاں بیویاں مرحمت فرمائی جائیں گی۔[2] حدیث پاک میں بڑی صراحت کے ساتھ اس کو بیان فرمایا گیا کہ وہ بیویاں کیسی ہوں گی۔ ایک جگہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ فَبِاَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ"[3]

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق باب صفۃ الجنۃ واھلھا، رقم: ۵۶۵۳، ص: ۱۵۷۲، ج: ۳۔

(۲) مشکوۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق باب صفۃ الجنۃ واھلھا، رقم: ۵۶۴۸، ص: ۱۵۷۱، ج: ۳۔

(۳) سورہ رحمن آیت: ۵۶-۵۷

جنت کی حوریں اور جنت کی عورتیں ایسی ہوں گی، ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا: ایک صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! جنت کی حوریں زیادہ بہتر ہوں گی یا ہماری دنیا کی عورتیں؟ ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمہاری کالی اندھی اور چوندھی عورتیں، یہ جنت کی حوروں سے ستر گنی بڑھ کر ہوں گی،[1] یہ عورتیں جنت کی مشک سے بہتر ہوں گی "لَمْ یَطْمِثْهُنَّ" "نہیں چھوا ہے اور نہیں مس کیا اور نہیں ہاتھ لگایا ان کو ان کے شوہر سے پہلے، نہ کسی انسان نے، نہ کسی جنات نے "فَبِأَیِّ آلاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَان" "ارے تم اپنے رب کریم کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے کتنی نعمتیں اس مالک الملک کی ہیں۔

جنت کی سب سے بڑی نعمت بہرکیف! جنت کے اندر ہر چیز مرحمت فرمائی جائے گی اور سب سے بڑھ کر وہ چیز ہے کہ جس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا ہے وہ خدا کی رضا اور خدا کی خوشنودی ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت اقدس امام شافعیؒ نے کتاب الام کے اندر یہ روایت اپنی سند سے نقل کی ہے ایک مرتبہ سیدنا جبرائیل امین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں ایک صاف شفاف آئینہ بڑا چمکدار لے کر حاضر ہوئے اور اس کے بیچ میں ایک سیاہ نشان لگا ہوا ہے، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ اے جبرئیل کیا لے کر آئے ہو؟ عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ جمعہ کا دن ہے،[2] جمعہ کی دن کی صورت مثالیہ مثل آئینہ کے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کی، یعنی جہاں نور ہو جہاں روشنی ہو مثلاً یہاں بجلی جل رہی ہے یہاں پر ایک آئینہ لاکر رکھ دیا جائے تو اس کی روشنی دوگنی معلوم ہوگی، بہت سی دکانیں ایسی ہیں، انہوں نے ایک طرف سے ٹیوب لگا دی ہیں اور تین طرف سے آئینہ لگا دئے

(۱) الترغیب والترھیب: فصل فی وصف نساء اھل الجنۃ رقم: ۱۰۲، ص: ۲۹۹، ج: ۴ تحقیق: ابراھیم شمس الدین، دار الکتب العلمیۃ [بیروت، لبنان]

(۲) رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس بن مالکؓ. الترغیب والترھیب ص: ۲۸۰/ج: ۱

دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ چاروں طرف ٹیوب جل رہی ہیں حالاں کہ آئینہ کے اندر اس کا عکس پڑ رہا ہے تو جمعہ کے اعمال کے اندر بے انتہا نورانیت ہے۔

اعمال صالحہ کی نورانیت: ایک حدیث پاک میں آتا ہے:

”وَلَمَّا جَلَسَ الرَّجُل قَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرضٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَقَدِابْتَدَرَهَا عَشرة أَمْلَاکٍ كُلُّهُ حَرِيصٌ عَلٰى أَنْ يَكْتُبَهَا فَمَادَرُوا كَيْفَ يَكْتُبُوْنَهَا حَتّٰى رَفَعُوْهَا اِلٰى ذِی الْعِزَّةِ فَقَالَ اُكْتُبُوْهَا كَمَاقَالَ عَبْدِیْ“ [1]

ایک صحابی آئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بیٹھنے لگے اور جب بیٹھنے لگے ہیں تو ان کی زبان مبارک سے یہ پاکیزہ الفاظ نکلے:

”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى“

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات عالی کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قسم کھا کر فرمایا کہ دس فرشتے دوڑے ہیں، اس پاک کلمہ کے اجر و ثواب کو لکھنے کے لئے ”فَمَادَرُوا كَيْفَ يَكْتُبُوْنَهَا“ پس نہیں جان سکے وہ اور نہیں قادر ہو سکے اس بات پر کہ کیسے اس کلمے کو لکھیں اس کی نورانیت کی بنا پر اس قدر نور تھا، کہ فرشتے جو نور سے پیدا ہوئے ہیں، جن کی روشنائی نورانی ہے ان کا قلم بھی نورانی ہے، وہ بھی یہاں حیران رہ گئے، وہ بھی متحیر ہو گئے وہ بھی لکھنے پر قادر نہیں رہے۔

سورۂ یٰسین کا نور: حضرت اقدس اشرف العلماء حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے ایک نوجوان کی والدہؒ کا انتقال ہو گیا اسے والدہ سے انتہائی محبت تھی، ماں باپ کو تو ہر ایک

(۱) حصن حصین (رواہ حاکم عن انس) ص: ۲۰۳

سے محبت ہوتی ہے اولاد اچھی ہو یا بری، لائق ہو یا نالائق، کالی ہو یا گوری ہو، ہر ایک سے محبت ہوتی ہے لیکن اولاد ایسی نہیں کہ ساری اولاد ماں باپ سے محبت کرے، لیکن اس نوجوان کو بے انتہا محبت تھی والدہ کا انتقال ہوگیا، وہ روزانہ والدہ کی قبر پر جاتا تھا اور گھر سے پانچ منٹ کا قبرستان کا راستہ تھا جہاں اس کی والدہ مرحومہ مدفون تھیں، گھر سے چلتے ہوئے سورۂ یٰسین شریف شروع کرتا تھا اتنے وہاں پہنچتا، سورۂ یٰسین ختم ہوجاتی تھی، ایصالِ ثواب کرکے آجاتا تھا۔

سورۂ یٰسین کی برکت: ایک بات پلے باندھ لو، آگے کو توقع ہے نہیں کہ آپ سے کہہ سکوں۔ جامع صغیر کے اندر جلال الدین سیوطیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے:

مَنْ زَارَ قَبرَ اَبَوَیْہِ اَوْاَحَدَھُمَا یَوْمَ الْجُمعۃِ فَقَرأَ سُورۃ یٰسین غُفِرَ لَہ وَلابَوَیْہِ اَوْ کَمَاقَالَ عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام[1]

جس شخص نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی جمعہ کے دن اور وہاں جاکر اس نے سورۂ یٰسین شریف پڑھی، اللہ تعالیٰ اس پڑھنے والے کی بھی مغفرت فرمادیتے ہیں اور اس کے ماں باپ کی بھی مغفرت فرمادی جاتی ہے، بے چارہ روزانہ جاتا تھا چھ مہینے ہوگئے، گرمی ہو سردی ہو، بارش ہو دھوپ ہو، کبھی اس نے ناغہ نہیں کیا، چھ مہینے کے بعد اس نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا، کہ والدہ کہہ رہی ہیں، کہ بیٹے! ایک مرتبہ تو مجھے اپنی صورت دکھادے۔ یہ بات سن کر لڑکا چونک گیا، انہوں نے کہا: ماں! جب سے تمہارا انتقال ہوا ہے، میں تو روزانہ تمہاری قبر پر جاتا ہوں، اور روزانہ میں نے سورۂ یٰسین شریف پڑھی ہے، کیا تم نے مجھے نہیں دیکھا؟ انہوں نے کہا: تیرے پڑھنے سے مجھے بہت فائدہ ہوا، مگر تیرے اوپر اس قدر

(۱) من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل جمعۃ غفر لہ وکتب برا۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن محمد بن النعمان ۔ مرسلاً مشکوۃ باب زیارۃ القبور۔ ص: ۱۵۴

نورانیت ہوتی ہے کہ مجھے تیری صورت نظر نہیں آتی، میں چاہتی ہوں کہ تیری صورت دیکھ لوں، تیرے پڑھنے سے تو مجھے بہت فائدہ ہے مگر میرا جی چاہتا ہے، کہ تیرا منہ بھی دیکھ لوں۔

سورۂ کہف کا نور: حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا۔ تین روایتیں ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کے لئے اتنا نور ہوگا جیسا کہ مدینہ طیبہ سے لے کر مکہ مکرمہ کی مسافت یعنی تین سو میل ہے[1]

ایک روایت میں آتا ہے کہ جیسا صنعاء یمن کی دوری ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جیسا کہ اس کے سر سے لے کر پہلے آسمان کی دوری ہے[2] لیکن تینوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، یہ پڑھنے والے کے اخلاص پر اور پڑھنے والے کی پڑھائی پر موقوف ہے، کہ اس نے صحیح طور سے پڑھا ہے یا نہیں۔

سورۂ کہف فتنہ دجال سے بچائے گی: سورۂ کہف کو بہت اہتمام کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور یاد بھی رکھنا چاہئے۔ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَفِظَ عَشْرَةَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُوْرَةِ كَهْفٍ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.[3]

جس شخص نے سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں یاد کرلیں، پہلا رکوع ہے اس میں گیارہ

(۱) البدور السافرة: باب الاعمال الموجبة للنور والظلمة، رقم: ۹۹۸ ص: ۳۲۸.
تحقیق ابو محمد المصری (مؤسسة الكتب الثقافية)

(۲) رواه ابوبكر بن مردويه في تفسيره باسناد لاباس به. الترغيب. ج: ۱ ص: ۲۹۸

(۳) رواه مسلم ورواه الترمذی وابوداؤد والنسائی. الترغيب ج: ۲. ص: ۲۴۵ واللفظ له مشكوة كتاب فضائل القرآن ص: ۱۸۵

آیتیں ہیں پہلا رکوع یاد کرلے ارشاد عالی ہے کہ وہ شخص دجال کے فتنے سے بچا رہے گا۔

فتنہ دجال کی ہمہ گیری: دجال کا فتنہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے لے کر نفخ صور تک جتنے بھی فتنے ہوں گے، سب میں زیادہ بڑھ کر فتنہ ہے، لیکن اس کے بچاؤ کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقہ بتلا دیا، یہاں تک کہ حدیث پاک میں آتا ہے، کہ دجال کا فتنہ ایسا ہے، کہ ہر ہر نبی نے اپنی اپنی امت کو اس سے باخبر کیا، اور ڈرایا۔[1]

فتنہ دجال سے پہلے انبیاء نے کیوں ڈرایا؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً تین ہزار سال پہلے گذر چکے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سترہ سو سال پہلے گذر چکے ہیں اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے چھ سو ستر سال پہلے گذر چکے ہیں، انہوں نے اپنی امتوں کو کیوں ڈرایا؟ حالاں کہ جانتے تھے کہ آخری دور تو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور دجال انہیں کی امت میں ہے۔ علماء نے جواب دیا ہے کہ دجال کا فتنہ جو بڑا ہی سخت فتنہ ہے اور یہ زندوں ہی کے ساتھ خاص نہیں مردے بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔[2]

سیدنا حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا انجام: علامۃ الہند مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے درس میں بیان فرمایا، فیض الباری کے اندر یہ روایت نقل کی ہے جن اشخاص نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظالمانہ طریقہ سے شہید کیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مظلوم ہیں ان کو شہید کرنے والے دجال کے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے، دجال قبر سے ان کو زندہ کرے

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الفتن. باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال. رقم: ۵۴۷۱، ص: ۱۵۰۶، ج: ۳.

(۲) جمع الفوائد کتاب الصلوٰۃ الکسوف ص: ۱۰۶، ج: ۱.

گا اور معاذ اللہ یہ کہے گا، کہ تم مجھے اپنا رب کہو، یہ کہہ بیٹھیں گے۔ بدور سافرہ کے حوالے سے علامہ کشمیریؒ نے یہ ارشاد فرمایا، فیض الباری کے اندر یہ روایت موجود ہے۔

امریکی فتنہ بفتنہ دجال کے مثل: اس زمانہ کے اندر فتنوں کی آندھیاں چل رہی ہیں اور یہ امریکہ کا جو فتنہ ہے یہ دجال کے فتنہ سے کچھ کم نہیں ہے، اس کے لئے حفاظت کا ذریعہ کیا ہے؟ یہی حل ہے کہ سورۂ کہف کو پڑھا جائے، اس کا پڑھنا اور اس کا اہتمام کرنا اور اس کی دس آیتوں کا محفوظ رکھنا یا اس سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

بہر کیف عرض میں کر رہا تھا بات دور چلی گئی میں تو چاہ رہا تھا ایک حدیث پاک پڑھ دوں گا اور مفتی رفیؔ صاحب سے اس کا ترجمہ کرادوں گا۔

حدیث پاک جو مسند احمد بن حنبل کی میں نے پڑھی ہے اس کی وضاحت تو کرنی میرے بس کی ہے نہیں، جوانی میں اگر میں شروع کرتا، تو شاید بیاسی سال کی عمر تک کچھ نہ کچھ اشارہ کر دیتا، مگر بھائی اب تو یہ بھی توقع نہیں کہ اگلا جمعہ بھی پڑھ سکوں گا یا نہیں۔

اس ارشاد گرامی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عز اسمہٗ کے بے شمار انعامات میں سے تین نعمتوں کا تذکرہ فرمایا، اللہ عز اسمہٗ کے انعامات پورے انسانوں پر اور خصوصاً انبیاء علیہم السلام پر اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کس قدر ہیں، کہ جس طرف کوئی اشارہ کر ہی نہیں سکتا۔ یہاں تک کہ دنیا کے سارے کے سارے انسان اور سارے جنات اور سارے حیوانات یہاں تک کہ سارے کے سارے فرشتے سب ہی جمع ہو جائیں اور ان انعامات کو بیان کرنا چاہیں جو اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمائے اور جو انعامات فرمائیں گے ان کی وضاحت سارے فرشتے نہیں کر سکتے، جنت کی نعمتیں ہمیں تو اتنا پتہ ہے۔ ج، ن، ت بس، آگے جنت میں کیا ہے؟

جنتوں کی تعداد: بعض صحابہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کہ اے اللہ کے نبی! جناب والا یہ ارشاد فرمائیں، کہ جنتیں کس قدر ہیں؟ ارشاد فرمایا جنتیں سو ہیں ،عرض کیا سو جنتیں کس کس چیز کی ہیں، تو ارشاد فرمایا: ایک جنت سفید موتی کی ہے، ایک جنت دروبست سونے کی ہے، ایک چاندی کی ہے، تین جنتوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجمالی طریقہ سے بیان فرمایا جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت بیداری میں جنت میں تشریف لے گئے اور اپنی آنکھوں سے جنت کی نعمتوں کو مشاہدہ فرمایا، لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بہت کچھ ملاحظہ فرما چکے تھے، مگر انسان میں اتنی سکت نہیں اور اس میں اتنی طاقت نہیں تھی، کہ ساری باتیں سمجھ سکیں، تین جنتوں کا تذکرہ فرما کر معذرت کے طور پر ارشاد فرمایا:

"وَسَبعَةٌ وَّتِسعُونَ لَایَعلَمُ مَاهِیَ اِلَّا اللّٰهُ تَعالٰی" [1]

اور ستانوے جنتیں ایسی ہیں، جن کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کی ذات عالی کے جس ذاتی عالی نے ان جنتوں کو بنایا ہے، وہی ذات عالی ان کو جاننے والی ہے۔

ادنیٰ جنتی کا حال: حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ اے رب کریم! سب سے ادنیٰ درجہ کے جنتی کو کیا مرحمت فرمائیں گے جو سب سے اخیر میں جانے والا ہے۔ سب سے آخر میں جنت میں کون جائے گا۔

تذکرہ قرطبی میں نقل کیا ہے کہ قبیلہ جہینہ کا ایک شخص جس کا نام حناد ہے، یہ جائے گا، جہنم سے نکال کر اور جہنم میں ایک ہزار سال تک پڑا رہے گا اور یہ جہنم میں کہتا رہے گا یا حنان یا منان ایک ہزار سال تک اس کی یہی سزا ہوگی۔

حنان اور منان کے معنی: حنان اس ذات عالی کو کہا جاتا ہے، جو بغیر سوال کے

(۱) البدور السافرۃ فی الامور الآخرۃ : باب ولمن خاف مقام ربہ جنتان. رقم: ۱۷۰۱ ص: ۴۸۶

بغیر مانگے مرحمت فرمائے، وہ ذات عالی حنان ہے۔ اور منان وہ ذات عالی ہے، جو دینے کے بعد کسی پر اپنا احسان نہ رکھے، یہ ترجمہ اور مفہوم مسلسلات میں حضرت شیخؒ نے دارالحدیث میں بیان فرمایا، یہ نام نامی مسلسلات میں ضرور ہے۔ مگر حنان اور منان کا مطلب مسلسلات میں نہیں ملے گا۔

یا حنان یا منان ایک ہزار سال تک وہ شخص پکارتا رہے گا، اللہ عز اسمہٗ ارشاد فرمائیں گے، اے جبرئیل جاؤ اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچادو، جبرئیل امین جہنم میں غوطہ ماریں گے اور اس کی تلاش شروع کریں گے، دنیا کے سالوں کے اعتبار سے ستر سال کے بہ قدر زمانہ گذر جائے گا، لیکن یہ شخص نہیں مل سکے گا، جبرئیل امین عرض کریں گے، کہ اے رب کریم! جناب عالی نے حکم دیا ہے کہ آپ کو کوئی شخص ایک ہزار سال سے پکار رہا ہے اور میں ستر سال سے اس کی تلاش میں لگا ہوا ہوں، ہر جگہ میں نے اس کو ڈھونڈ لیا ہے، لیکن مجھے اس کا پتہ نہیں چل سکا، ارشاد عالی ہوگا، فلانی جو آگ کی خندق ہے اس کے اندر آگ کی جو چٹان ہے ان چٹانوں کے نیچے وہ جھلسا ہوا پڑا ہے اور دیکھنے والا اس کو آگ کا پتنگا سمجھتا ہے، وہ انسان ہے جو آگ میں جلا ہوا ہے، وہ دور سے دیکھنے والوں کو آگ ہی محسوس ہو رہا ہے اسے نکالا جائے گا اور اسے جنت میں پہنچایا جائے گا نہلا کر وہ ایسا صاف شفاف کر دیا جائے گا جیسا کہ چاندی صاف ہوتی ہے، جیسا کہ موتی صاف ہوتا ہے، اور وہ جنت میں جب قدم رکھے گا تو سارے جنتی اس کے پاس آئیں گے اور ہر ایک کا یہ سوال ہوگا، کہ اے حناد اب اور تو کوئی جہنم میں نہیں رہا، یہ کہے گا ناجی اب کوئی نہیں رہا، میں سب سے اخیر میں آیا ہوں، یہ ہے حناد قبیلہ جہینہ کا تذکرہ، قرطبی کے اندر روایت نقل کی گئی ہے۔

تو سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ اے رب کریم! آپ ادنیٰ درجہ کے امتی کو کیا عطا فرمائیں گے؟ ارشاد فرمایا: کہ اس دنیا سے دس گنی زائد، دنیا کے اندر جتنا مال و متاع

ہے، جتنا سونا چاندی ہے اور جتنی عیش و عشرت ہے اور جتنا حسن و جمال ہے اور جتنی مزے کی چیزیں ہیں ہر ہر چیز کا دس گنا کر کے ادنیٰ درجہ کے جنتی کو دیا جائے گا ، دنیا بھر کے کمپیوٹر والوں، چاہے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کرادو اور چاہے اشتہار لگادو، سب کو اکٹھا کر کے ایک مہینہ نہیں ایک سال کی مدت مقرر کرلو، اور یہ بتلادو کہ اس دنیا کے اندر کیا کیا چیزیں ہیں، سارے کمپیوٹر والے کہیں گے کہ ناجی ہم بتلانے پر قادر نہیں۔ اور یہ اس وقت ہے جب کہ اس دنیا و مافیہا کو متاع قلیل کہا گیا ہے؟

خلق عظیم کی وضاحت: ایک روایت فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر کے اندر نقل کی ہے، کہ ایک یہودی عالم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا، کہ آپ کے نبی کے اخلاق کیا تھے؟ جن کو اخلاق عظیمہ فرمایا گیا: "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ"[1] وہ اخلاق عظیم کون سے ہیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو معذرت فرمائی کہ میرے بس کا بتلانا نہیں ہے، بلال حبشی کو بلالو، میرا تو ایمان لانے والوں میں چالیسواں نمبر ہے، بلال حبشیؓ پہلے ایمان لانے والوں میں ہیں یہ بتلائیں گے انہوں نے وہ کٹھن دور دیکھے ہیں، انہوں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفقتیں دیکھی ہیں، وہ بلال حبشیؓ کے پاس پہنچے، معلوم کیا کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ اخلاق جن کو عظیم فرمایا گیا ہے، وہ کیا ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی منع فرما دیا، نا بھائی میں نہیں بتلا سکتا، میں تو غلام ہوں ، بی بی فاطمہ کے پاس چلے جاؤ اگر ان سے کوئی بیان میں چوک بھی ہوگئی تو صاحبزادی ہونے کی وجہ سے ان سے باز پرس نہیں ہوگی، سیدنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے ،حضرت فاطمہؓ نے فرمایا میں کیا بتلاؤں گی علی مرتضیٰؓ کے پاس جاؤ، حضرت علیؓ کے پاس گئے فرمایا: بیٹھ جاؤ ابھی بتلاؤں گا حضرت علیؓ نے وعدہ کر لیا وہ بیچارہ اطمینان سے بیٹھ گیا، کہ

(۱) سورۂ ن آیت: ۴

یہاں کام بنے گا، حضرت علی نے فرمایا: کہ پہلے ایک بات تم بتلا دو، انہوں نے کہا پوچھو، فرمایا کہ دنیا کے اندر کتنی چیزیں ہیں؟ وہ چونک گیا، کہنے لگا کوئی بتلا سکے کہ دنیا میں کتنی چیزیں ہیں؟ تب فرمایا کہ جب دنیا کی چیزوں کو کوئی نہیں بتلا سکتا جس کو قلیل فرمایا گیا قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ[1] تو جن کے بارے میں عظیم فرمایا گیا: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کو کون بتلا سکتا ہے۔

جنت کی ایک بالشت زمین کی قیمت: جنت کی ایک بالشت زمین اتنی قیمتی ہے، بعض روایتوں میں آتا ہے ایک ہاتھ زمین اتنی قیمتی ہے کہ پوری دنیا اور پوری دنیا کا مال ومتاع اس کی قیمت نہیں بن سکتے مگر اتنی قیمتی جگہ کو خریدنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما دیا امت محمدیہ پر کہ تم خرید سکو۔

سورۂ اخلاص اور جنت کا مول: حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص دس مرتبہ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ پڑھ لے گا جنت میں ایک محل اس کیلئے تیار ہو جائے گا[2] جو بیس مرتبہ پڑھ لے گا دو محل اس کے لئے تیار ہو جائیں گے جو تیس مرتبہ پڑھ لے گا تین محل اس کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ کا پڑھنا اور اس پاک کلمہ کی کثرت کا کرنا۔

حوران جنت کا مہر: حدیث پاک میں فرمایا گیا "مُهُوْرُ نِسَاءِ الْجَنَّةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" جنت کی حوروں کا مہر لا الہ الا اللہ کی کثرت ہے مگر بھائی ہمیں تو موقع ہی نہیں ملتا ہم تو ایسے دنیا کے اندر مشغول ہیں اور ہر آدمی یہ کہے کہ ہم تو بہت مشغول ہیں بھائی ہم تو مسجد تک مشکل ہی سے جا سکیں گے۔

بہرکیف میں عرض کر رہا تھا کہ انعامات تو اللہ تعالیٰ کے بے انتہا اور بے شمار ہیں اور یہ

---

(۱) سورۂ نساء آیت: ۷۷

(۲) رواہ احمد عن معاذ بن انس الجہنی، الترغیب ج: ۲ ص: ۲۵۰ ...... ورواہ الدارمی، عن سعید بن المسیب، مرسلاً، مشکوۃ ص: ۱۹۰ (باب فضائل القرآن)

مہینہ چاند کے نظر آ جانے سے لے کر دوسرے چاند کے نظر آنے تک تیس تاریخ ہو یا انتیس تاریخ ہو اس میں تو ایک ایک لمحہ میں اور ایک ایک آن میں کس قدر انعامات ہیں جن کا کوئی تصور نہیں کر سکتا یہاں تک کہ گیارہ مہینہ میں کھانے پر اور پینے پر مغفرت کے فیصلے نہیں ہوتے الا یہ کہ کھا کر اس نے اللہ کا شکریہ ادا کیا ہو۔

کھانے کے بعد کی دعا: حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ابوداؤد کے حوالہ سے حصن حصین میں روایت نقل کی ہے کہ جس نے کھانا کھایا اور ان الفاظ سے اللہ کا شکریہ ادا کیا: "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ أَطْعَمْنِیْ ھٰذا الطَّعَامِ وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیرِحول منی ولاقوۃ"[1] اللہ اس کے اگلے اور پچھلے سارے کے سارے گناہ معاف فرما دیتے ہیں صرف ایک مرتبہ پڑھنے سے۔

اور رمضان کے مہینہ میں کھانے اور پینے پر وہ نعمتوں کی بارش فرماتے ہیں۔

سحری کھانے والوں پر رحمت الٰہی: حدیث پاک میں ارشاد عالی ہے "اِنَّ اللّٰہ وَمَلَائِکَتَہ یُصَلُّون عَلَی الْمُتَسَحِّرِیْنَ"[2] بے شک اللہ اور اللہ کے مقرب فرشتے رحمتیں بھیجتے ہیں سحری کھانے والوں کے لئے، جو شخص اپنے بستر سے اٹھا نہیں اور وہیں سے اپنی جن کو آواز دی کہ جن میرے تو گات میں پیڑ ہو رہی ہے،[3] گاؤں کا تھا بے چارہ گات میں پیڑ ہو رہی ہے ٹوک یئیں لے آ، اس نے وہیں ہاتھ دھلوا کے اور کلی کرا کے بڑے سے پیالہ میں سویاں تھی اور چپڑی روٹی اور کوفتے تھے، اس نے وہیں لا کر کھلائے اور اس نے خوب ڈٹ کے کھائے کہ مزے آ گئے، کھانے میں بھی، مگر چوں کہ طریقہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اللہ کے پیارے

---

(۱) رواہ ابوداؤد حصن حصین ص: ۱۱۱ مطبع مجتبائی دھلی

(۲) رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ، عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما الترغیب. ج:۲ ص: ۸۹

(۳) جسم میں دکھن، درد ہو رہا ہے

نبی کا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پیاری ہے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر ہر عمل پیارا ہے اس کھانے پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کر رہے ہیں، جو وہاں بیٹھا ہوا، اصلی گھی کی چپڑی ہوئی روٹی کھا رہا ہے اور کوفتہ اڑا رہا ہے، فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔

افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے: حدیث پاک میں ارشاد گرامی ہے:

"ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُم" "تین قسم کے اشخاص ہیں جن کی دعائیں کبھی رد نہیں ہوتیں من جملہ ان تین کے ارشاد فرمایا گیا:" اَلصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ "[1] جس وقت کہ روزہ دار افطار کرتا ہے، جو کچھ مانگے اس کو دیا جاتا ہے مگر وہاں تو وقت سے پہلے لقمہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں پیالے میں لگا کر کہ گھنٹی بجی اور دمادم لقمہ جانے شروع ہو گئے، بسم اللہ بھی پڑھنی بھول جاتے ہیں۔

شب قدر کا تیس ہزار گنا ثواب: بہرکیف میں عرض کر رہا تھا کہ انعامات تو اللہ کے بے انتہا ہیں، اس حدیث پاک میں تو تین نعمتوں کو بیان فرمایا، اس میں سے تو دو عشرہ رمضان کے گذر چکے ہیں، تیسرا عشرہ شروع ہو گیا ہے، تیسرے عشرے میں کیا ہے، بہت قیمتی رات ہے، نیکی کے کمائی کا سیزن ہے، دنیا کی تجارتیں بھی کہیں کوئی کر رہا ہے، ایشیاء میں، یا روس میں، یا جرمن میں کہیں بھی کر رہا ہو، لیکن اتنا نفع کہیں نہیں ہے کہ ایک پر تیس ہزار کا نفع ہو جائے۔

نواب صدیق حسن صاحب نے بیان کیا ہے کہ شب قدر میں نیک اعمال کا تیس ہزار گنا اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں ارشاد گرامی ہے:" لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ "[2] شب قدر جو ہے ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی شب قدر کا عمل جو بھی نیکی اس میں

(۱) رواہ الترمذی، عن ابی ہریرۃ۔ مشکوٰۃ کتاب الدعوات ص: ۱۹۵

(۲) سورۂ قدر پارہ: ۳۰، آیت: ۳

کی جائے، وہ ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہو جائے گی اور ہزار مہینوں کی کتنی راتیں بنیں گی، کتنے دن بنیں گے تمیں ہزار بنیں گے، تو تمیں ہزار گنا نیکی کا اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے جس کو اللہ عز اسمہٗ یہ سعادت نصیب فرما دیں، شب قدر میں عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما دیں۔

کمزوروں کے لئے بھی ثواب: بھائی ضعیفوں کے لئے کمزوروں کے لئے اللہ کے پیارے نبی نے سب ہی کے لئے رعایت فرمائی، یہ فرمایا کہ جو شخص عشا کی نماز اور مغرب کی نماز دونوں نمازیں اور فجر کی نماز یہ تینوں نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھ لیں اسے پوری رات کا اجر و ثواب مرحمت فرمایا جائے گا۔ تینوں نمازوں کا اہتمام کر لے جماعت کے ساتھ تکبیر اولیٰ کے ساتھ اللہ عز اسمہٗ پوری رات کی عبادت کا ثواب اس کے اعمال نامہ میں درج فرما دیں گے۔

چار رکعت نماز کا ثواب: اسی طریقہ سے جمع الفوائد کے اندر یہ روایت نقل کی ہے حضرت عبداللہ بن عمر کے حوالہ سے کہ جو شخص عشا کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلنے سے پہلے وہیں چار رکعت نفل ادا کر لے، حق تعالیٰ اس کو شب قدر کی عبادت کے برابر اجر و ثواب عطا فرمائیں گے[1] شب قدر کے حصول کا بہترین طریقہ اور سب سے زیادہ آسان طریقہ یہی ہے کہ اس مالک کے در پر پڑ جاؤ۔

اعتکاف کا فائدہ اور ثواب: حضرت اقدس مسند ہند شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ نے اعتکاف کے فوائد بیان فرمائے ہیں، اس کی طرف تو اس وقت اشارہ بھی نہیں کر سکتا۔ من جملہ ان کے ایک تو حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ غیر معتکف جو نیکیاں باہر جا کر کیا کرتا تھا مثلاً جنازے میں شرکت کی ہے، کسی کے جنازے میں کوئی شخص چالیس قدم چلا ہے، چالیس کبیرہ گناہ اس کے معاف ہو جائیں گے اور انتقال سے لے کر اس کے دفنانے تک ہر ہر چیز میں جس نے شرکت کی ہے، وہ ایسا گناہوں سے پاک و صاف ہو جائے گا،

(۱) جمع الفوائد ج: ۱، باب راتبة المغرب والعشاء وراتبة الجمعة ص: ۱۱۳

جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، لیکن اعتکاف کرنے والا جنازہ کے ساتھ نہیں جاسکتا اعتکاف کرنے والا کسی مریض کی عیادت کرنے کے لئے نہیں نکل سکتا، البتہ کوئی راستے میں چلتے ہوئے کھڑے ہوکر نہیں راہ چلتے ہوئے استنجے کے لئے جارہا ہے، راستہ میں کوئی بے چارہ ہائے ہائے کرتے ہوئے جارہا ہے، معلوم کرلیا کہ بھائی کیسے مزاج ہیں؟ کیسی طبیعت ہے؟ عیادت کا اجروثواب مل جائے گا، مریض کی عیادت کا ثواب حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے جو شخص وضو کرکے مریض کی عیادت کے لئے جائے گا، ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے[1]

بہرکیف اعتکاف کی حالت میں ان اعمال میں آدمی شرکت نہیں کرسکتا، نہ مریض کی عیادت کرسکتا ہے، نہ جنازہ کے ساتھ جاسکتا ہے، نہ نکاح کی مجلس میں شرکت کرسکتا ہے مگر اس کا ثواب اس کو ملے گا۔

جب بازار میں جائے: ایسے ہی بازار میں جانا۔

حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

”مَنْ دخَلَ السُّوق فَقَالَ لاإِلٰهَ الَّا اللّٰهُ وَحدهٗ لاشَرِیکَ لَهٗ لَهُ المُلکُ وَلَه الحَمْدُ وَهُوعَلٰی کُلِّ شَیٍٔ قَدِیر کَتَبَ اللّٰهُ لَه ألفَ ألفَ حَسَنَة وَمحٰی عَنهُ أَلفَ أَلفَ سَیِّئَةٍ وَرفَعَ لَهٗ ألفَ أَلفَ دَرَجةٍ رَواه الطَّبرانی وَفِی روایةِ التِّرمِذی وَبَنٰی لَهٗ بَیْتًافِی الجَنَّةِ أَو کَمَاقَالَ عَلَیْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلام“[2]

---

(۱) جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد عیادۃ المریض ص: ۱۲۲۱۔ مطبع الخیر (میرٹھ)

(۲) رواہ الترمذی ج:۲ ص: ۱۸۱... وابن ماجه عن عمرؓ. مشکوۃ (باب الدعوات فی الاوقات) ص: ۲۱۴

جو شخص بازار میں گیا جو غفلت کی جگہ ہے، جس کو شیاطین کے اڈے بتلائے گئے ہیں۔

سب سے بہتر اور سب سے بدتر جگہ: ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک یہودی عالم نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی! جناب والا یہ ارشاد فرمائیں کہ سب سے بہترین جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سی ہے؟ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مجھے اس کا علم نہیں جبرئیل آئیں گے، ان سے پوچھوں گا، تھوڑا وقت گذرا جبرائیل آئے، ان سے سوال کیا عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! مجھے اس کا علم نہیں، ابھی میں معلوم کر کے آرہا ہوں، جبرئیل امین نے ایک دم پرواز فرمائی، کہاں پہنچے، سدرۃ المنتہیٰ تک "عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى"[1] وہاں جا کر اللہ سے درخواست کی۔

متعلم کی قدر: حق تعالیٰ نے فرمایا آگے آجاؤ، تم سائل بن کر آئے ہو دین کی بات معلوم کرنے کے لئے آئے ہو دین کی بات سیکھنے کے لئے آئے ہو، آگے آجاؤ، جبرئیل امین نے ارشاد فرمایا رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں کہ اتنا قرب مجھے کبھی بھی نہیں ہوا، میرے درمیان اور عرش الٰہی کے درمیان کل ستر ہزار پردے باقی رہ گئے تھے، پہلے تو میں سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا، مگر چوں کہ دین کی ایک بات معلوم کرنے کے لئے میں گیا تھا، مجھے نوازا گیا اور عرش پاک کے قریب مجھے بلایا گیا، حاضر ہو کر حق تعالیٰ سے سوال کیا، اللہ نے ارشاد فرمایا سب سے بہترین جگہ ہمارے نزدیک مسجدیں ہیں خواہ گاؤں کی مسجد ہو، خواہ رشان کی مسجد ہو، خواہ شہر کی مسجد ہو، فقیروں نے بنوائی ہے، یا بادشاہوں نے چنوائی ہے، سب مسجدیں ایک سی ہیں غرض یہ کہ سب سے پیاری جگہ اللہ کے نزدیک مسجدیں ہیں۔

پھر یہودی عالم نے پوچھا کہ سب سے بدترین جگہ کون سی ہے فرمایا بھائی مجھے اس کا بھی علم نہیں جبرئیل امین سے پوچھا جبرئیل امین نے پھر پرواز فرمائی، پوچھا تو اللہ نے ارشاد فرمایا:

(۱) سورۂ نجم آیت: ۱۵-۱۴

سب سے بدترین جگہ بازار ہے جہاں شیاطین ایمان کے کھونے کی ہر وقت فکر میں لگے رہتے ہیں[1] جو وہاں جاکر اللہ کا دھیان رکھے گا اور اللہ کا ذکر کرے گا، اس کے لئے جو اجر وثواب ہے اس کو کوئی بیان نہیں کرسکتا۔

ارشاد فرمایا: کہ جو بازار میں گیا اور اس نے چوتھا کلمہ پڑھا دس لاکھ نیکیاں اس کے اعمال نامہ میں درج ہوجاتی ہیں، دس لاکھ گناہ اس کے معاف ہوجاتے ہیں، دس لاکھ درجے اس کے بلند ہوجاتے ہیں طبرانی کی روایت کے مطابق، اور ترمذی میں اتنا اور ہے: "وَبَنیٰ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ"[2] جنت میں ایک محل اس کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔

بہرکیف! معتکف بازار میں نہیں جاسکتا، استنجے کے لئے تو بیت الخلاء میں جاسکتا ہے مگر بازار میں نہیں جاسکتا تو اس کا اجر وثواب کیسے حاصل ہو بیٹھے بیٹھائے وہیں مل جائے گا، جس کا معمول تھا بازار میں جاتے وقت یہ چوتھا کلمہ پڑھنے کا، اس کو یہ اجر وثواب حق تعالیٰ وہیں عطا فرمادیں گے۔

بہرکیف یہ اعتکاف بہت بڑی نعمت ہے اگر کوئی عشرہ کا اعتکاف نہیں کرسکتا ہے، تو اب بھی وقت ہے غنیمت جانو، جتنا بھی وقت ملے، خصوصاً مغرب وعشا کے درمیان کا وقت یا عشا سے لے کر صبح تک کا وقت مسجد میں اعتکاف کی نیت سے گذارو۔

بہرکیف میں عرض کررہا تھا کہ جو شخص چار رکعت نفل مسجد میں عشا کے بعد ادا کرلے گا۔ اللہ عزاسمہٗ اس کو شب قدر کی عبادت کے بقدر اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔

جمعہ کے دن کی وفات: جمعہ کے دن انتقال ہونے کے بارے میں تو متعدد

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلاۃ، رقم: ۷۴۱، ص: ۲۳۰، ج: ۱۔

(۲) رواہ الترمذی وابن ماجہ، عن عمرؓ، مشکوٰۃ ص: ۲۱۴

روایتیں ہیں اور صحیح سند سے ہیں اس سے قبر کا حساب نہیں ہے، یہاں تک کہ طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں نقل کیا ہے، ملا علی قاری کے حوالے سے کہ اگر جمعہ کے دن غیر مسلم مرے گا، اس کا بھی حساب جمعہ کے دن نہیں ہوگا، البتہ جمعہ کا دن گذر کر جب ہفتہ کی رات شروع ہو جائے گی، اس وقت اس کے مقدمہ کا نمبر آئے گا اور مسلمان کا جب ایک مرتبہ مقدمہ خارج ہو گیا، تو دوبارہ نمبر پر نہیں آئے گا اور رمضان المبارک میں انتقال کرنے والوں کے بارے میں ابویعلی موصلی کی روایت ہے، کہ جس کا رمضان المبارک میں کسی بھی دن انتقال ہوگا تو انشاء اللہ اس سے قبر کے اندر بھی سوال نہیں ہوگا۔ علامہ شامی نے آٹھ اشخاص کے بارے میں لکھا ہے:

"ثَمَانِيَةٌ لاَيُسْئَلُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ"[1]

آٹھ قسم کے اشخاص ہیں کہ ان سے ان کی قبر کے اندر سوال نہیں ہے:

(۱) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

(۲) صدیقین

(۳) شہداء

(۴) رضیع (دودھ پیتا بچہ) بعض نے کہا ہے کہ دودھ پیتے بچے سے بھی سوال ہے، لیکن اسے جواب بھی الہام کر دیا جائے گا۔

(۵) جمعہ کی رات یا دن میں مرنے والا۔

(۶) اپنی بیماری میں قل ہو اللہ احد کا پڑھنے والا۔

(۷) رات کو سونے سے پہلے سورۂ ملک اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ سورۂ سجدہ کی تلاوت کرنے والا، اس سے بھی قبر کے اندر سوال نہیں ہوگا۔

(۸) جہاں وبائی بیماری پھیلی ہوئی ہو مریضوں کی تیمارداری کر رہا ہے، اس کا اگر

(۱) شامی جلد اول ص: ۵۷۲

انتقال ہوجائے ،تو اس سے بھی قبر کے اندر سوال نہیں ہے۔بس بھائی اب دعا کرلو۔

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا وَمُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی أَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَا كَبِيرُ أَنْتَ الَّذِي لَايَهْتَدِلُ الْوَاصِفُوْنَ لِوَصْفِ عَظَمَتِهٖ يَا كَبِيرُ أَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَامُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَارَادَّ لِمَا قَضَيْتَ وَلَايَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدِّ. أَللّٰهُم انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَللّٰهُم انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَللّٰهُم انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَللّٰهُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، أَللّٰهُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَللّٰهُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . أَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا.

اے اللہ، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، اے اللہ آپ کے پیارے نبی نے اس ماہ مبارک کی تقسیم بیان فرمائی، "اولہ رحمة واوسطه مغفرة وآخره عتق من النار"[1] اے اللہ، دو عشرہ ہماری غفلت میں گذر گئے، یہ تیسرا عشرہ شروع ہے، اے اللہ مگر ہمارے سے کوئی عمل نہیں ہو رہا ہے، آپ کی ذات عالی منزہ ہے، آپ کو کسی کے عمل کی ضرورت نہیں، یا اللہ ہماری گردنوں کو جہنم سے رہائی

(۱) مشكوٰة المصابيح : كتاب الصوم، رقم: ۱۹۶۵ ص: ۲۱۲، ج: ۱.

نصیب فرما، ہماری گردنوں کو جہنم سے آزادی عطا فرما، یا اللہ ہمارے آباد واجداد کو ہمارے مشائخ ہمارے اساتذہ کو ہمارے محسنین و متعلقین کو سب ہی کو جہنم سے آزادی عطا فرما،

اے اللہ ہم تو پوری امت کی مغفرت کی آپ سے بھیک مانگ رہے ہیں، مجرم اقراری بن کر آپ کے در پر حاضر ہوئے ہیں، اور ہم نے سنا ہے کہ کریم مولی کے در پر اگر کوئی حاضر ہوتا ہے، تو وہ خالی ہاتھ واپس نہیں آتا، اے اللہ! پوری امت کی مغفرت کی بھیک مانگ رہے ہیں، اے اللہ جنہوں نے دین کے لئے اپنی جانوں کی بازیاں لگائی ہیں، اے اللہ! ان کی بھرپور مدد فرما، یا اللہ ان کی پوری پوری نصرت فرما، یا اللہ !ان کو سرخروئی نصیب فرمایا، اے اللہ! ان کی کامیابی مسلمانوں کی کامیابی ہے، اے اللہ! پورے عالم کے مسلمانوں کو سرخ روئی نصیب فرما، اے اللہ! جن اشخاص نے وہاں پر خون بہائے ہیں، اے اللہ! جنہوں نے نڈر ہو کر اپنے آپ کو موت کے حوالے کیا ہے، اے اللہ! ان کے صدقہ و طفیل میں کامیابی عطا فرما کر پورے عالم کے مسلمانوں کو سرخ روئی عطا فرما، "اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ ، وَأَنْجِزْ وَعْدَهٗ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ" اے اللہ! جو مخالف ہیں یا اللہ! یا تو ان کو ہدایت فرما دے، یا اللہ ورنہ ناپاک روڑوں کو اس عالم دنیا سے نیست و نابود کر دے، اس دنیا کو پاک وصاف کر دے، اے رب کریم! جن بھائیوں نے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا سب کے جائز مقاصد میں پوری پوری کامیابی نصیب فرما، یا اللہ!

جن کا بچہ معذور ہے بولنے سے بھی اور سننے سے بھی، وہ گھر سے کہیں چلا گیا ہے وہ بچہ خیر وخوبی کے ساتھ اپنے گھر آ جائے اور جن بھائیوں نے ہمارے پاس خطوط بھیجے یا فون پر دعا کے لئے کہا، اے اللہ! آپ سب کے مقاصد کو جاننے والے ہیں سب کے جائز مقاصد میں کامیابی عطا فرما، یا اللہ! ہماری بھی مغفرت فرما، اور ان لوگوں کے صدقہ وطفیل میں جو آپ کے در پہ پڑے ہوئے ہیں، اے اللہ! ہمارے پاس تو کوئی عمل ہے نہیں، ہم انہیں کا واسطہ دے کر اپنی مغفرت چاہ رہے ہیں، ہماری بھی مغفرت فرما اور ساری امت کی مغفرت فرمادے، یا اللہ! ہماری دعاؤں کو محض اپنے لطف وکرم سے قبول فرما۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علی آله واصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْأَلُه الْكَرَامَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّه قَدْ دَنٰى أَجَلِي وَأَجَلُكُمْ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَاوَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه ، بَعَثَهٗ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْراً. مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَايَضُرُّ اِلَّا نَفْسَه وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئاً نَسْأَلُ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنْ يَّجْعَلَنَا مِمَّنْ يُّطِيْعُهٗ وَيُطِيْعُ رَسُوْلَهٗ وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهٗ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَه،فَاِنَّمَا نَحْنُ بِه وَلَه، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً. اَمَّابَعْدُ!

فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسْبِيْحَةٌ فِي رَمَضَانَ افضل مِنْ الف تَسْبِيْحَة فِي غَيْرِه.[1]

ترجمہ : حضرت امام زہریؒ سے منقول ہے کہ رمضان میں ایک مرتبہ سبحان اللہ کا کہہ لینا بغیر رمضان میں ایک ہزار مرتبہ کہہ لینے سے افضل ہے۔

میری محترم بہنو! اس وقت مجھے لمبی چوڑی بات آپ کے سامنے عرض نہیں کرنی،

(۱) ترمذی ج:۲، ص:۱۸۵

بہت ہی مختصر سی چند کار آمد باتیں آپ کی خدمت میں مجھے پیش کرنی ہیں، یہ ماہ مبارک جو تقریباً ختم ہونے کے ہی قریب ہے، زیادہ تر حصہ اس کا گذر چکا ہے، پانچ چھ دن اس کے باقی ہیں، اس کے بارے میں چند باتیں مجھے آپ کے سامنے عرض کرنی ہیں، یہ مہینہ اللہ عز اسمہٗ کی رحمتوں کا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا یہ مہینہ کیسا بابرکت ہے، کہ اس کے کسی ایک لمحہ اور ایک منٹ کی رحمتوں کا کوئی تصور اور اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

افطار کے وقت دعا: احادیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ روزانہ افطار کے وقت میں جب کہ روزہ کھولا جاتا ہے، رحمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں[1]

حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے، کہ تین قسم کے اشخاص ہیں، جن کی دعائیں کبھی رد نہیں کی جاتیں، ایک ان میں سے ''اَلصَّائِمُ حِینَ یُفْطِرُ''[2] ''روزہ دار جب کہ اپنا روزہ افطار کررہا ہے، روزہ دار جب روزہ کھولتا ہے، اس وقت میں جو کچھ بھی اپنے رب کریم سے وہ مانگے گا، اس کو مرحمت فرمایا جائے گا۔

افطار کے وقت مغفرت: اور اتنا ہی نہیں، بلکہ بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ ہر روز افطار کے وقت میں چھ لاکھ اشخاص ایسے ہیں کہ جو اپنی بداعمالیوں کی بنا پر جہنم کے مستحق ہو چکے تھے، ان کو خداوند قدوس جہنم سے رہائی عطا فرماتے ہیں۔ اور جو آخری دن ہوتا ہے یعنی روزہ کے ختم کا جو دن ہے، آخری جو افطار ہے، اس دن جتنے اشخاص کو شروع رمضان سے لے کر اب تک جہنم سے رہائی عطا فرمائی گئی ہے، اتنا ٹوٹل اتنا میزان لگا کر اتنے

---

(۱) مشکوۃ المصابیح: کتاب الدعوات رقم: ۲۲۴۹ ص: ۲۹۵، ج: ۲

(۲) الترغیب والترهیب: الترغیب فی صیام رمضان احتسابا وقیام لیله رقم: ۱۷ ص: ۵۹، ج: ۱

ہی اشخاص کو اس رات میں جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے[1]

شب قدر میں حضرت جبرئیل کی آمد: حدیث پاک میں آتا ہے، کہ سیدنا جبرئیل امین اس ماہ مبارک میں جب شب قدر آتی ہے فرشتوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ دنیا میں تشریف لاتے ہیں[2] اور اولیاء کاملین نے بذریعہ کشف محسوس کیا کہ جبرئیل امین کی ساتھ چار جھنڈے ہوتے ہیں، ایک جھنڈا بیت اللہ کے اوپر لگا دیا جاتا ہے، ایک جھنڈا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مبارک پر لگا دیا جاتا ہے، ایک جھنڈا مسجد اقصیٰ پر لگا دیا جاتا ہے، اور ایک جھنڈا کوہ طور پر لگا دیا جاتا ہے، اس کے بعد میں جبرئیل اپنے ساتھ والے فرشتوں کو تاکید کرتے ہیں، کہ منتشر ہو جاؤ، پوری دنیا کے اندر اور دیکھو جہاں کہیں بھی جو شخص اللہ کے ذکر عالی میں مشغول ہے، نماز پڑھ رہا ہے، قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے، یا وہ تسبیح پڑھ رہا ہے۔ یا وہ اپنے دھیان کو اپنے مالک کی طرف کر رہا ہے اور وہ خدا سے دعائیں مانگ رہا ہے کہ جاؤ اور اس کی دعاؤں پر آمین کہو اور اس سے مصافحہ کرو۔

جہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے: لیکن حدیث پاک میں یہ بھی ارشاد فرمایا گیا، کہ فرشتے اس مکان میں نہیں آتے رحمت کے فرشتے اس مکان میں نہیں آتے جس مکان میں کسی جاندار کی تصویر ہو، کسی ذی روح کی تصویر ہے یا اس نے شوق کی وجہ سے کتے کو پال رکھا ہے تو ایسے مکان کے اندر رحمت کے فرشتے نہیں آتے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

(۱) الترغیب والترھیب: الترغیب فی صیام رمضان احتسابا وقیام لیلہ رقم: ۱۹ ص: ۶۳، ج: ۱

(۲) مشکوۃ المصابیح: کتاب الصوم باب لیلۃ القدر رقم: ۲۰۹۶، ص: ۲۴۷، ج: ۱

''لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ''[1]

فرشتے داخل نہیں ہوتے اس مکان میں جس مکان کے اندر کتا ہو یا جس مکان میں جاندار کی تصویر بنی ہوئی ہو۔

حضرت جبرئیل امین کا تاخیر سے آنا: حدیث پاک کے اندر ایک واقعہ بیان فرمایا گیا، ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل امین کو حاضری دینے سے بڑی تاخیر ہوئی اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام روزآنہ جبرئیل امین کی تشریف آوری کا انتظار فرماتے رہے، یہاں تک اپنے حجرہ مبارک سے نکل کر باہر آکر آسمان کی طرف دیکھتے تھے کہ جبرئیل آرہے ہیں یا نہیں؟ جبرئیل امین کئی دن تک نہیں آئے، جب جبرئیل امین تشریف لائے تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرئیل امین سے سوال فرمایا: کہ کیا وجہ ہے اتنی تاخیر کے ساتھ اور اتنے انتظار کے بعد کیوں آئے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ تب جبرئیل امین نے بتلایا، کہ آپ کے حجرہ کے اندر جو چوکی بچھی ہوئی ہے، اس کے نیچے کتے کا بچہ آکر بیٹھ گیا ہے اور ہم اس مکان میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا ہوتا ہے۔[2] تو دیکھا گیا تو واقعۃً وہاں چھوٹا کتے کا پلا آکر چپ چاپ بیٹھ گیا تھا، غرض یہ کہ جس مکان کے اندر کسی جاندار کی تصویر ہوتی ہے یا جس مکان میں کتا پلا ہوا ہوتا ہے، اس مکان میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، ورنہ یہ رحمت کے فرشتے ہر بلڈنگ اور ہر کوٹھی اور ہر مکان اور ہر دکان اور ہر چھپر اور ہر چھپری میں آتے ہیں، جہاں کہیں بھی کوئی اللہ کا ذکر عالی کر رہا ہو اس کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔

روزے دار کی مزدوری: حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب افطار کا دن ہوتا

---

(۱) ریاض الصالحین: باب تحریم تصویر الحیوان الخ، ص: ۲۱۲، رقم: ۱۶۸۱۔

(۲) مشکوٰۃ المصابیح: کتاب اللباس باب التصاویر رقم: ۴۴۹۰، ۱۲۷۳۔ ج ۱۔

ہے، یعنی عید کا دن ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں، کہ اس مزدور کی مزدوری کیا ہے جس نے اپنے عمل کو پورا کر دیا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے رب کریم! اس کی مزدوری یہی ہے کہ اس کو پورا پورا اجر وثواب عطا فرمایا جائے۔ فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے: میرے بندوں نے اور میرے بندیوں نے جو فریضہ میں نے ان کے اوپر مقرر کیا تھا روزہ کا، وہ روزہ پورا کر دیا ہے۔[1]

عورتیں روزے زیادہ رکھتی ہیں: اس میں اللہ کا بڑا فضل ہے، اللہ کا بڑا انعام ہے، کہ ہماری خواتین روزہ کے اندر بہت زیادہ سبقت کرتی ہیں اور زیادہ روزہ رکھنے کی عادی ہیں اور یہ بہت زیادہ سعادت کی بات ہے۔

ایک حدیث پاک کے اندر آتا ہے، کہ ایک صحابی نے عرض کیا: کہ اے اللہ کے نبی! جنت کی حوریں زیادہ خوبصورت ہوں گی یا یہ ہماری عورتیں؟ دنیا کی ہماری عورتیں زیادہ اچھی ہوں گی یا جنت کی حوریں؟ جو جنت کے مشک سے اور جنت کے کافور سے اور جنت کے عنبر سے جن کو اللہ نے بنایا ہے، وہ حوریں زیادہ خوبصورت ہوں گی یا دنیا کی عورتیں زیادہ خوبصورت ہوں گی؟ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اندھی چوندھی اور یہ کالی کلوٹی اور یہ بدسلیقہ عورتیں جنت کی حوروں سے حسن وجمال میں ستر گنی بڑھ جائیں گی، صحابہؓ نے عرض کیا: کہ اللہ کے نبی! یہ کس بنا پر ہوگا؟ تب ارشاد فرمایا: رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ ان کے روزہ رکھنے کی بنا پر، انہوں نے روزہ رکھے ہیں اور انہوں نے نمازیں پڑھی ہیں، اس بنا پر یہ جنت کی حوروں سے بڑھ جائیں گی، اگرچہ جنت کی حوریں حسن وجمال میں بہت اعلیٰ وارفع ہیں۔[2]

---

(۱) الترغیب والترهیب: الترغیب فی صیام رمضان احتسابا وقیام لیله رقم: ۲۳، ص: ۶۱ ج ۱.

(۲) الترغیب والترهیب: فصل فی وصف نساء اهل الجنة رقم: ۱۰۱ ص: ۱۹۹۷ ج ۴

حوروں کی خوبیاں: حدیث پاک میں ارشاد عالی ہے کہ جنت کی کوئی حور اگر کڑوے سمندر میں تھوک دے، تو کڑوا پانی اس تھوک کی برکت سے انتہائی میٹھا ہوجائے[1] اور ارشاد عالی ہے کہ جنت کی حوروں کے ہاتھ کے اندر جو کنگن ہیں اور جو کڑے ہیں اور جو چوڑیاں ہیں اگر وہ ان کو ظاہر کردیں تو سورج کی تابانی اور سورج کی چمک یہ پھیکی پڑ جائے[2] ان کی چوڑیوں کی چمک اور کنگنوں کی چمک اوران کے کڑوں کی چمک سورج کی چمک سے بہت زیادہ بڑھ کر ہے، مگر وہ عورتیں جو نمازوں کا اہتمام کرنے والی اور وہ عورتیں جو صحیح طور سے روزہ رکھنے والی ہیں، وہ عورتیں جنت کی حوروں سے ستر درجہ بڑھ جائیں گی۔

آدمی روزے کو ضائع نہ کرے: لیکن رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ روزہ کو آدمی ضائع نہ کرے۔ اور روزہ کو آدمی پھاڑے نہیں، ارشاد فرمایا کہ روزہ جو ہے جنہ ہے، تمہارے لئے سپر ہے، اور تمہارے لئے بچاؤ کا ذریعہ ہے، جب تک کہ اس کو پھاڑ نہ دیا جائے[3] جیسا کہ پٹے کے اندر آپ نے دیکھا ہوگا، آپ نے سنا ہوگا، دوسرے کے وار کو روک لیا جاتا ہے، اس کو سپر کہا جاتا ہے، تو ارشاد فرمایا کہ اسی طریقہ سے روزہ جو ہے اللہ نے سپر بنادیا ہے، جب تک کہ اس کو پھاڑ نہ دیا جائے، اگر پھاڑ دیا جائے گا، تو اس سے بچاؤ کا کام نہیں ہوگا، صحابہ کرام نے عرض کیا: کہ روزہ کا پھاڑ دینا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ روزہ کا پھاڑ دینا یہ ہے کہ روزہ رکھنے کے بعد ایک دوسرے کی برائی بیان کرنے لگے اور ایک دوسرے کی غیبت کرنے لگے۔

(۱) الترغیب والترھیب: فصل فی وصف نساء اھل الجنۃ رقم ۹۸، ص: ۱۹۹، ج: ۴۔

(۲) الترغیب والترھیب: فصل فی وصف نساء اھل الجنۃ رقم: ۹۷، ص: ۱۹۸، ج: ۴

(۳) الترغیب والترھیب: ترھیب الصائم من الغیبۃ والفحش، والکذب ونحو الی ذالک رقم: ۳، ص: ۹۴ ج: ۱۔

غیبت کی برائی: احادیث کے اندر اس کی بہت مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم میں ارشاد عالی ہے، کہ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے، کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کے گوشت کو کھائے، ارشاد فرمایا کہ غیبت کا کرنا کسی کے عیب اور کسی کی برائی کا بیان کرنا، یہ ایسا ہے جیسے کہ مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا، غرض یہ کہ روزہ کی برکات اور روزہ کے ثمرات اور روزہ کا اجر وثواب سارا کا سارا غیبت کے کرنے سے ضائع اور برباد ہوجاتا ہے، یہ مرض جو ہے مردوں سے زیادہ عورتوں کے اندر پھیلا ہوا ہے، جیسا کہ عورتیں زیادہ تر روزہ رکھتی ہیں مگر اپنے روزہ کو واہی تباہی الٹی سلٹی باتیں کہہ کر ضائع کردیتی ہیں۔[1]

دو روزے دار عورتوں کا واقعہ: حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دونو جوان لڑکیوں نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کی بنا پر ان کو بھوک سخت معلوم ہوئی، کہ ہلاکت کے قریب ہوگئیں، کسی شخص نے رسول ﷺ سے آکر عرض کیا، کہ اے اللہ کے نبی! فلانی دو لڑکیوں نے روزہ رکھا تھا، لیکن وہ مرنے کے قریب پہنچ رہی ہیں، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ ان کا روزہ ہوا ہی نہیں اور ایک پیالہ مرحمت فرمایا کہ جاؤ اور کہو کہ اس کے اندر قے کریں، وہ پیالہ ان کے سامنے کیا گیا، انہوں نے جو قے کی، تو گوشت کے ٹکڑے قے میں نکلے، صحابہ کو تعجب ہوا، تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ یہ وہ گوشت ہے، جو انہوں نے اپنے بھائیوں کا کھایا ہے۔[2]

---

(۱) سورۃ حجرات آیت: ۱۱

(۲) الترغیب والترھیب: ترھیب الصائم من الغیبۃ والفحش والکذب ونحو ذالک رقم: ۸، ص: ۵۹۵ جلد: ۱۔

ایک صحابی کا واقعہ: ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی جنازے سے واپس تشریف لا رہے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تھے، کسی صحابی نے راستہ میں آتے ہوئے کسی کی برائی بیان کی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خلال کرو بھائی خلال، انہوں نے کہا، کہ اے اللہ کے نبی! میں نے تو آج گوشت ہی نہیں کھایا، خلال کس بنا پر کروں؟ میرے دانتوں میں گوشت وغیرہ کا ریشہ نہیں ہے، تب فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے غیبت جو ہے یہ ایسی ہے جیسا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کے گوشت کا کھانا[1]

بہرکیف! روزہ کی برکتیں ساری کی ساری غیبت کے کرنے سے ضائع ہو جاتی ہیں عرض میں کر رہا تھا کہ اللہ عزاسمہٗ ارشاد فرماتے ہیں فرشتوں کے سامنے "مَا جَزَاءُ اَجِيْرِیْ أو أعمل عمله" اس مزدور کی مزدوری کیا ہے، جس نے اپنے عمل کو پورا کر دیا فرشتے عرض کرتے ہیں، اے مالک الملک! اس کا اجر یہی ہے کہ اس کو پورا پورا اجر وثواب دیا جائے، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میرے بندوں نے اور میری بندیوں نے پورا کیا اس فریضہ کو جو فریضہ میں نے ان کے اوپر مقرر کیا تھا "ثُمَّ خَرَجُوا يَعُلُّوْنَ اِلَى الدُّعَاءِ" پھر وہ نکلے ہیں دعا کے لئے چلاتے ہوئے۔

نماز عید کا حکم: مردوں کے لئے عیدگاہ جا کر نماز پڑھنا یہ سنت مؤکدہ ہے، مگر عورتیں نماز نہیں پڑھیں گی، یہاں تک کہ اشراق کی نماز مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی اس دن پڑھنا مناسب نہیں ہے، اس دن اشراق بھی نہ پڑھیں، اس لئے کہ عید کی تیاری اور مشغولی کی بنا پر اللہ عزاسمہٗ اشراق کی نماز سے بڑھ کر اجر وثواب ان کو مرحمت فرمادیتے ہیں۔

(۱) الترغیب والترہیب: الترہیب من الغیبۃ رقم: ۱۴، ص: ۳۱۸، ج: ۳

عید کے دن کا ایک غلط دستور: بہر کیف! یہاں جو دستور ہے کہ عید کی نماز کے بعد جب مرد عیدگاہ سے واپس آ جاتے ہیں تو عورتیں جتھے کے جتھے عیدگاہ میں جاتی ہیں، یہ غلط ہے اور شریعت مطہرہ کے خلاف ہے۔

عید کے دن حق تعالیٰ کا فضل: ارشاد فرمایا: "ثم خرجوا یعدون الی الدعاء" پھر نکلے ہیں وہ دعا کے لئے چلاتے ہوئے، حق تعالیٰ قسم کھا کر فرماتے ہیں قسم ہے مجھے اپنی عزت کی، قسم ہے مجھے اپنے جلال کی، قسم ہے مجھے اپنی بزرگی کی اور قسم ہے مجھے اپنے علوشان کی، میں ضرور بالضرور ان کی دعاؤں کو قبول کروں گا، جو کچھ یہ مانگ رہے ہیں، ان کی دعائیں قبول کر لی جائیں گی، اگر انہوں نے دنیا کے بارے میں کوئی سوال کیا ہے، تو اللہ عزاسمہٗ ان کی مصلحت پر نظر فرمائیں گے کہ اس چیز کا دینا ان کے لئے مناسب ہے یا نہیں؟ اگر مناسب ہوگا، تو مرحمت فرما دیا جائے گا، ورنہ دعا قبول کرنے کے بعد اس کا اجر و ثواب وہاں کے خزانے میں جمع کر دیا جائے گا اور اگر وہ دعا شریعت مطہرہ کے خلاف ہے، قطع رحمی کی دعا ہے، کسی کے لئے بد دعا کی تھی، کسی کی تباہی اور بربادی کی دعا کی تھی، تو وہ دعا رائیگاں جائے گی، وہ دعا بے کار ہے، غرض یہ کہ جو دعا مانگی جاتی ہے، اس دعا کو حق تعالیٰ قبول فرماتے ہیں اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: فرشتوں سے کہ "بَدِّلْتُ سَیِّاٰتِھِم حَسَنَات" ان سے جو کچھ تقصیر ہوگئی ہے اور ان سے جو کچھ کوتاہی ہوگئی ہے، روزہ کے اندر اس کو بھی میں نے بھلائیوں سے بدل دیا اور ان کی جملہ خطاؤں کو اور ان کی جملہ برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا گیا۔

صدقۃ الفطر کا حکم: لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کے بعد میں عید کے دن صدقۃ الفطر نکالا جاتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی ارشاد فرماتے ہیں:

" فرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم زکاۃ الفطر طھر الصِّیَام مِن اللَّغوِ والرَّفث وَطعمۃ لِلمَسَاکین من اداھا قَبل الصلوٰۃ فھو زکوٰۃ مقبولۃ ومن اداھا بعد الصلوٰۃ فھی صدقۃ من الصدقات. او کماقال علیہ الصلوٰۃ والسلام" [1]

غرض یہ کہ اب پانچ دن باقی ہیں اس میں جتنا بھی آخرت کی کمائی کر لی جائے وہ تھوڑی ہے، ورنہ وہاں جا کر افسوس کرنا پڑے گا۔

جنت میں حسرت کب ہوگی حدیث پاک میں ارشاد عالی ہے:

" لایتحسر اھل الجنۃ الاعلیٰ ساعۃ مرت بھم ولم یذکر اللّٰہ تعالیٰ فیھا" [2]

جنتی جنت میں جا کر کسی بھی بات پر نہیں پچھتائیں گے اور کسی بھی بات پر ان کو افسوس نہیں ہوگا، مگر ان اوقات کے ضائع کر دینے پر اور ان گھڑیوں کے ضائع کر دینے پر، جو دنیا کی بات چیت میں اور دنیا کے کام کاج میں مشغول ہو کر ضائع کر دیا اور اللہ کا ذکر عالی نہیں کیا۔ یہ چند باتیں میں نے آپ کے سامنے عرض کر دیں، اب دعا کر لو، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور جو یہ پانچ دن رہ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی قدردانی کی توفیق عطا فرمادیں۔

کلمات دعا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَولانَامُحَمَّدٍوَّعلی آل سَیِّدِنَا

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الزکاۃ باب صدقۃ الفطر رقم:۱۸۱۸ ص:۵۷۰، ج۱

(۲) البدور السافرۃ فی الامور الآخرۃ: باب تحسر اھل الجنۃ علی ترک الذکر فی الدنیا رقم:۱۱۹۲، ص:۵۸۲

وَمَولانَا مُحَمَّد كَمَاتُحِبُّ وترضىٰ عدد ماتحب وترضىٰ اللهم انزله المقعد المقرب عندک یوم القیامة، یاکبیر انت الذی لایهتد الواصفون لوصفته عظمته یاکبیر اللهم لامانع لما اعطیت ولامعطی لمامنعت ولاراد لماقضیت ولاینفع ذا الجد منک الجد.

یااللہ ہمارے گناہوں سے درگذر فرما، یا اللہ ہماری خطاؤں سے درگذر فرما، یااللہ ہمارا خاتمہ ایمان پرفرما، یااللہ جومسلمان انتقال فرما چکے ہیں، ان سب کی مغفرت تامہ فرما، اے کریم مولیٰ جن کی آپ مغفرت فرما چکے ہیں، ان کے صدقے اور طفیل میں ہماری بھی مغفرت فرما، اے رب کریم امت محمدیہ میں جو بیمار ہیں، ان کو صحت کاملہ عاجلہ دائمہ مستمرہ نصیب فرما۔

اور بھی جن بھائیوں نے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا، یا ہمارے پاس خطوط بھیجے یا دعا کا مقصد لے کر ہمارے پاس آئے، اے رب کریم آپ سب کے مقاصد کو پوری طرح سے جاننے والے ہیں، ان سب کے جائز مقاصد میں پوری پوری کامیابی نصیب فرما۔ یا اللہ امت محمدیہ مرحومہ پر رحم فرما، یااللہ امت کی مغفرت فرما، امت کے رخوں کو دین کی طرف پھیر دے، ان کے دلوں میں آخرت کی فکر پیدا فرمادے، یااللہ محض اپنے لطف وکرم سے ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمدوآله واصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

دعا کی اہمیت

وعظ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب

کاندھلوی مدظلہ العالی

اپنی بات

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

امابعد! زیرِ نظر کتاب (دعا کی اہمیت) مرشدی ومولائی حضرت اقدس مولانا الحاج مفتی **افتخار الحسن** صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کا وعظ ہے، جو بمبئی کے "جوہو" علاقہ میں ہوا تھا۔ اور بیان ثانی جانسٹھ ہاؤس (انصاری روڈ مظفرنگر) میں بعد نماز فجر ہوا تھا، حضرت کے بیانات ایسے پراثر ہوتے تھے کہ جس سے پتھر دل بھی موم ہوجاتے تھے۔

لیکن افسوس کہ حضرت والا کی پیرانہ سالی اور طبعی ضعف کی بنا پر یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔ مگر اس تسلسل کو برقرار رکھنے اور اس فائدہ کو جاری وساری رکھنے کے لئے احقر کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرتِ والا کے بیانات کو مرتب کردیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں بھی اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔

راقم کے اس ارادہ پر حضرت والا کی حوصلہ افزائی نے میرے ارادہ کو عزم مصمم سے بدل دیا۔

چنانچہ جب ان مواعظ کو نقل کرکے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا، حضرت والا نے سن کر نہ صرف اس کی تصویب فرمائی بلکہ اپنی مخصوص دعاؤں سے نواز کر اپنی نگرانی میں اس کے حوالہ جات درج کراکر کتابی شکل دلوائی۔ یہ حضرت والا کی دعاؤں اور توجہ کا ثمرہ ہے کہ اس عاجز کے ہاتھوں یہ کتاب مرتب ہوئی۔

عوام الناس کے نفع کی خاطر ان دونوں مواعظ کو شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو

قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے اور مزید اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین

ناچیز ان تمام حضرات کا بے حد ممنون ومشکور ہے، جنہوں نے اس کار خیر میں دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لیا اور مفید مشوروں سے نواز کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ فجزاهم الله تعالى خير الجزاء.

هذا الجهد مني وعليك التكلان

محمد شعبان بستوی

مدرسه اسلامیه سلیمانیه

عیدگاه کاندهله، مظفرنگر یوپی

یکم ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْأَلُہُ الْکَرَامَۃَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّہٗ قَدْ دَنیٰ أَجَلِیْ وَأَجَلُکُمْ ، وَأَشْھَدُ أَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ، بَعَثَہٗ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْراً. مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئاً نَسْأَلُ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ أَنْ یَّجْعَلَنَا مِمَّنْ یُّطِیْعُہٗ وَیُطِیْعُ رَسُوْلَہٗ وَیَتَّبِعُ رِضْوَانَہٗ وَیَجْتَنِبُ سَخَطَہٗ،فَاِنَّمَا نَحْنُ بِہٖ وَلَہٗ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً. اَمَّا بَعْدُ!

فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَبُّکُمْ اُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ"[1]

تمہید: میرے محترم بزرگو اور میرے پیارے عزیز دوستو! میں اپنے بعض احباب کے اصرار پر بمبئی حاضر ہوا اور منشا یہ تھا کہ یہاں اچھے ڈاکٹر ہیں، میری طبیعت بھی کافی عرصے سے خراب چل رہی ہے، وہاں کچھ چیک اپ وغیرہ ہو جائے گا اور اب بھی ڈاکٹر ہی کے یہاں سے آ رہا ہوں، ہمارے محترم امام صاحب جو میری برادری کے ہیں، یعنی اسی مدرسہ (مظاہر علوم

(۱) رواہ الترمذی جلد:۲ صفحہ:۱۷۵...... مشکوۃ المصابیح ص:۱۹۴ (کتاب الدعوات)

سہارنپور) سے جس میں میرا بھی قیام رہا، پڑھا پڑھایا تو ہم نے کچھ نہیں مگر کئی سال وہاں ہم بھی پڑے رہے، اور اب بھی اس مدرسہ سے ہمارا تعلق ہے[1] تو ہیں متوسط درجے کی کتابیں امام صاحب نے بھی پڑھیں، اس سے مسرت ہوئی، اس سے خوشی ہوئی۔

انہوں نے فرمایا کہ بیان کردینا، نماز سے پہلے میں نے معذرت کردی تھی، تقدیر الٰہی خیال تو یہی تھا کہ مرکز کی مسجد میں چونکہ ڈاکٹر بھی وہیں تھے شاید وہیں نماز پڑھنے کی نوبت آئے، مگر وقت میں اتنی گنجائش نہیں تھی، بھاگتے دوڑتے یہاں پہنچ گیا، امام صاحب نے حکم دیا کہ اچھا دعا ہی کرادو، یہ ایک ایسا جال ہے کہ اس سے نکلنا مشکل ہے، اس لئے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:

دعا ہی عبادت ہے:

"أَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ"[2]

فرمایا رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ دعا ہی عبادت ہے، یعنی عبادت کی اصل روح اور اصل جھلک دعا کے اندر ہے، عبادت کہا جاتا ہے انتہا درجے کی عاجزی کو، انتہا درجہ کی عاجزی اسی ذات عالی کے آگے ہوتی ہے جس ذات عالی کے اندر انتہا درجہ کے کمالات ہوں اور وہ ذات عالی اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شخصیت اور کوئی ذات ایسی نہیں ہے کہ جس میں انتہاء درجہ کے کمالات ہوں اور کوئی نقص نہ ہو، حتی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اگرچہ جامع کمالات ہیں، اور مجسم کمالات ہیں، مگر موت ان پر بھی طاری ہوتی ہے، آج وہ دنیا

(۱) اس وقت حضرت والا مدرسہ مظاہر علوم کے سرپرستوں میں ہیں۔

(۲) مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات، ص: ۱۹۴

میں تشریف فرما نہیں، اور اللہ کی ذات عالی وہ ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

لَاضِــدَّ وَلَا نِــدَّ وَلَا حَــدَّ لِـــرَبِّـــیْ

اَلْاٰنَ کَــمَـــا کَـــانَ وَلَـــمْ یَـلْــقَ زَوَالًا

نہ ان کا کوئی مدمقابل ہے اور نہ ان کے کمالات کو کوئی پورے طریقے سے بیان کرنے والا ہے، نہ ان کا کوئی ساجھی اور شریک ہے، اور آج بھی اسی اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ موجود ہے، جیسے اب سے کروڑہا کروڑ سال پہلے موجود تھے، ان کی کسی طاقت میں، ان کے کسی کمالات میں، ان کی کسی صفت میں، کوئی اضمحلال اور کمی واقع نہیں ہوئی، تو دعا جو ہے یہ عبادت ہے اور عبادت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے، ارشاد فرمایا:

" اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ "[1]

دعا ہی عبادت ہے، اور اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی سورہ مومن کی آیت شریفہ تلاوت فرمائی حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"

اور فرمایا تمہارے رب کریم نے: تم مجھ سے دعائیں مانگو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا، اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ" جو اشخاص میری عبادت سے یعنی دعا مانگنے سے تکبر کرتے ہیں: "سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ" ذلیل وخوار ہو کر عن قریب وہ جہنم میں جائیں گے، چوں کہ دعا نہ مانگنے والوں پر وعید فرمائی گئی ہے، اس آیت شریفہ میں، اس لئے میں نے وعدہ کیا ہے، انشاء اللہ دعا میں کرادوں گا پھر خیال ہوا کہ جب دعا کرانی ہے، تو ایک حدیث دعا کے بارے بھی سنادی جائے۔

(۱) رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ .عن نعمان بن بشیرؓ مشکوۃ (کتاب الدعوات، الفصل الاول ص: ۱۹۴)

طبرانی اور حاکم کی ایک روایت ہے:

لَایُغْنِی حَذَرٌمِنْ قَدرٍوَالدُّعَاءُ یَنْفَعُ مِمَّانَزَلَ وَمِمَّا لَم یَنْزِلُ ، اِنَّ الْبَلَاءَ لَیَنْزِلُ یَتَلَقَّاهُ الدُّعَاءُ فَیَعْتَلِجَانِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ، اَوْکَمَاقَالَ عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ[1]

نہیں فائدہ پہنچاتا ہے کہ آدمی حالات سے اور تقدیر سے ڈرنے لگے کہ کیا ہوگا؟ ڈرنے سے کوئی فائدہ نہیں، اور دعا فائدہ پہنچاتی ہے ان مصائب اور ان حوادث اور ان پریشانیوں کے مقابلہ میں جو آچکی ہے، اور جو آنے والی ہے، دعا کے اندر اللہ عز اسمہ نے وہ طاقت رکھی ہے ارشاد فرمایا: وان البلاء لینزل یتلقاہ الدعاء بعض دفعہ آسمان سے کسی ملک کے لئے، کسی قوم کے لئے، کسی خطہ کے لئے، بلاؤں کا نزول ہوتا ہے، اور دنیا سے اس کی دعا چلتی ہے، بلا آنا چاہتی ہے مصیبت آنا چاہتی ہے، پریشانی آنا چاہتی ہے، لیکن دعا اس کو ہٹاتی ہے، یہاں تک کہ دعا میں اور بلا میں کشتی ہوتی ہے اور قیامت تک کشتی ہوتی رہے گی، اگر دعا کے اندر طاقت ہے اور دعا کے اندر پرواز کی صفت ہے، تو دعا جو ہے بلا کو نہیں آنے دے گی۔

دعا قبول ہونے کی شرط: مگر آج یہ دعا جو ہے، بے جان ہوگئی، دعا کے دو بازو تھے آسمان پر صعود کرنے کے لئے مگر آج وہ دونوں کے دونوں بازوں مضمحل ہو چکے ہیں آپ نے بارہا دیکھا ہوگا کہ کوئی پرندہ کوئی جانور اڑنے والا اگر کوئی بچہ بھی اس کے بازو پر غلیل سے ڈلا پھینک دیتا ہے، تو اس کا بازو اگر ٹوٹ جاتا ہے تو وہ پھر اڑ نہیں سکتا جب اڑ نہیں سکتا تو کتا بلی اس کا شکار کر سکتا ہے، جب اس میں اڑنے کی طاقت نہیں رہی، تو دعا کے اندر یہ صفت تھی اگر

(۱) رواہ الترمذی واحمد، عن معاذبن جبلؓ مشکوۃ ص: ۱۹۵ (کتاب الدعوات) حصن حصین بروایۃ مستدرک حاکم عن عائشۃ ،قال الحاکم صحیح الاسناد فی الجامع الصغیر .ص: ۱۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی :دھلی

دعا صحیح ہے دعا کے دو بازو ہیں: ایک یہ کہ اکل حلال ہو، دوسرے یہ کہ خداوند قدوس کی ذات عالی پر پورا پورا یقین ہو کہ کرنے والے اللہ ہیں، اللہ کے سوا کوئی اور طاقت نہیں ہے۔

سیدنا حضرت نوحؑ کی دعا: سیدنا نوح علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساڑھے نو سو سال دین کے لئے محنت کی، لیکن ان کی محنت پر کوئی راہ راست پر نہیں آیا، سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محنت کو اللہ عز اسمہ نے سورہ نوح میں اجمالی طریقہ سے بیان فرمایا لیکن پھر حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساڑھے نو سو سال کے بعد میں اللہ کے آگے ہاتھ اٹھا کر درخواست پیش کی:

"رَبِّ لا تَذَرْ عَلَى الاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّاراً"[1]

اے رب کریم! اے ہمارے پالنے والے! آپ کی ذات عالی تو وہ ہے کہ ماں کے رحم میں جب ہم تھے، نہ زبان چلا سکتے تھے نہ پیر پھیلا سکتے تھے نہ ہاتھ آگے بڑھا سکتے تھے، اپنے اختیار کا کسی کے سامنے تذکرہ تک نہیں کر سکتے تھے لیکن آپ نے اس وقت میں بھی ہماری تربیت فرمائی:

"يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًامِّنْ بَعْدِخَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ. ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآاِلٰهَ اِلَّاهُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ"[2]

ماں کے رحم میں پرورش کا انداز: اللہ کی وہ ذات عالی ہے جو ماں کے پیٹ میں ایک طرح سے دوسری طرح کا بناتی ہے، ماں کے پیٹ میں چار حالتیں ہمارے اوپر گذر چکی ہیں، "فِي ظُلُمَاتٍ ثَلاثٍ" "تین پردے پڑے ہوئے ہیں تا کہ کوئی بے وقوف یہ نا کہنے لگے کہ مجھے خبر ہے کہ کیا بنا کیا نہیں، کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ میں بتلا سکتا ہوں کہ کیا ہے کیا نہیں؟ تین

(۱) سورہ نوح آیت: ۲۶

(۲) سورۂ زمر آیت: ۶

پردے پڑے ہوئے ہیں ایک ماں کے پیٹ کا پردہ ہے، ایک رحم کا پردہ ہے، ایک اس جھلی کا پردہ ہے جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے جس کو عربی میں مشیمہ کہا جاتا ہے اور ہندی میں آنول نال کہا جاتا ہے بچہ کی پیدائش میں وہ پردہ خارج ہو جاتا ہے، "فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ" یہی اللہ تمہارے پالنے والے، اسی ذات نے تمہاری ماں کے پیٹ میں تربیت فرمائی ہے جیسی غذا کی تمہیں ضرورت تھی ایسی غذا تمہیں مرحمت فرمائی ہے، منہ چلانے پر ہاتھ چلانے پر اور ہاتھ کے منہ تک پہنچانے پر تمہیں قدرت نہیں تھی، اس مالک الملک نے تمہارے پیٹ میں پائپ لگا دیا اور اس پائپ کے ذریعہ تمہیں غذا پہنچتی رہی، "لَهُ الْمُلْكُ" انہی کی سلطنت ہے اور انہی کی حکومت ہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" کوئی بھی معبود نہیں اور کوئی بھی حاکم نہیں اس کے سوا "فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ" کہاں تم بھاگے جارہے ہو۔

غرض یہ کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال کی محنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ درخواست کی "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا" اے رب کریم! اس پورے عالم میں پورے سنسار میں پوری دنیا میں کسی بھی کافر کو بسنے والا نہیں چھوڑنا۔

طوفان نوح کا مختصر سا حال: پھر کیا ہوا "فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَاۗءِ بِمَاۗءٍ مُّنْهَمِرٍ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَاۗءُ عَلٰٓي اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ"[1]

ارشاد فرماتے ہیں ہم نے آسمان سے بارشوں کے دروازے کھول دئے اور زمین سے ہم نے پانی کے چشمے ابال دئے، آسمان وزمین کے درمیان میں گویا کہ پانی کا ایک تختہ ہو گیا، دس رجب سے دس محرم تک چھ مہینے مسلسل ایسی بارش برستی رہی کہ جتنے پہاڑ ہیں اور جتنی بلڈنگیں ہیں جتنے درخت ہیں جتنے مکانات ہیں، سارے کے سارے پانی میں غرق ہو گئے، ایک آدمی کے کہنے کی بنا پر کیوں؟ ان کا یقین بنا ہوا تھا انہوں نے دین کے لئے محنت کی تھی۔

(۱) سورۂ قمر آیت: ۱۱-۱۲

تو میرے عزیز دوستو! اسی کو فرمایا مخبر صادق امین نے کہ: لَایُغْنِیْ حَذَرٌ مِّنْ قَدَرٍ نہیں فائدہ پہنچاتا ہے تقدیر سے ڈرنا، کہ آدمی ڈرنے لگے اور حالات سے آدمی متاثر ہونے لگے "وَالدُّعَاءُ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ"[1] اور دعا فائدہ پہنچاتی ہے ان مصائب کے مقابلہ میں جو آچکی ہیں اور ان مصائب کے مقابلہ میں جو آنے والی ہیں، اور آسمان سے بلا چلتی ہے دنیا سے اس کی دعا چلتی ہے بلا آنا چاہتی ہے اور دعا اس کو ہٹانا چاہتی ہے، یہاں تک کہ دونوں میں کشتی ہو جاتی ہے۔

ان حالات میں کیا کریں؟ میرے سے کتنے ہی احباب نے سوال کیا کہ ان حالات میں کیا کرنا چاہئے؟ میں نے کہا ہم کر ہی کیا سکتے ہیں؟ بس دعا کرنی چاہئے، اگر تمہاری دعا طاقتور ہے تو دعا سے سب کچھ ہو جائے گا۔ میں نے ایک چھوٹی سی دعا بتلائی اور چھپوا کر اپنے احباب کو بھی دی، "اَللّٰهُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ" اے اللہ تمام عالم کے مسلمانوں کی بھرپور مدد فرما، اپنے سچے مذہب اسلام کی مدد فرما اور مسلمانوں کی مدد فرما، "وَانْجِزْ وَعْدَ وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ" اور اپنا وعدہ ہمارے سامنے بھی پورا فرما دیجئے گا جیسا کہ پہلے بھی بارہا آپ کا وعدہ پورا ہوا کہ ہمارے ذمہ ہے مسلمانوں کی مدد کرنا۔ قرآن پاک میں ہے:

"اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا"[2]

اور ایک جگہ نہیں پانچ سات جگہ ہے، اور میں تو اپنے احباب کو کہا کرتا ہوں میں نے اپنے علاقہ میں اس کا اہتمام بھی کرایا کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محنت تو ہم کر نہیں سکتے، کم از کم اس محنت کو یاد ہی کرلو۔ سورۂ نوح کے اندر اس محنت کا تذکرہ فرمایا گیا، سورہ نوح پڑھوائی جائے ہر جگہ تمام مساجد میں، فجر کے بعد یا جب بھی موقع ہو، اگر ایک ہزار ایک مرتبہ اجتماعی طریقے

(۱) الترغیب والترهیب: الترغیب فی کثرة الدعاء رقم: ۱۸، ص: ۳۱۶، ج: ۱

(۲) سورۂ مومن آیت: ۵۱

سے، بغیر بولے اور بغیر اٹھے سورہ نوح پڑھی جائے گی تو انشاء اللہ ہر قسم کی پریشانی اور ہر قسم کی آفتیں اس سے دور ہو جائیں گی۔ بس دعا کر لو امام صاحب نے دعا ہی کے لئے فرمایا تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَا کَبِیْرُ اَنْتَ الَّذِیْ لَا یَھْتَدِ الْوَاصِفُوْنَ لِوَصْفِ عَظْمَتِہٖ یَا کَبِیْرُ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَیْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ

نماز کے بعد کی دو دعا: ایک بات بیچ میں اور کہہ دوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں عام طور سے آہستہ آہستہ پڑھتے تھے لیکن اکثر و بیشتر نماز کے بعد فرض نماز کا سلام پھیر کر یہ دعا بلند آواز سے پڑھتے تھے کلمہ توحید اور اس کے بعد اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ اے اللہ کوئی روکنے والا نہیں اگر آپ دینا چاہیں، اور کوئی دینے والا نہیں، اگر آپ روک لیں۔ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَیْتَ اور آپ کے فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے، کوئی طاقت نہیں کہ آپ کے فیصلہ کو ٹال دے۔ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ اے اللہ آپ کے آگے عزت والے کی کوئی عزت نہیں چلے گی اور کسی بھی طاقت والے کی اور تکبر والے کی اور گھمنڈ والے کو گھمنڈ کام نہیں دے گا، اصل طاقت آپ کے پاس ہے۔

یا اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، اے رب کریم ہمیں اس کا اقرار و اعتراف ہے کہ جو کچھ ہمارے سامنے ہو رہا ہے جو کچھ بھی ہم کانوں سے سن رہے ہیں

(۱) عمل الیوم واللیلۃ مع حاشیہ: رقم: ۱۱۵۰ ص: ۱۰۴

اور آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، یہ ہمارے اعمال بد کے نتائج ہیں، یہ ہمارے پاپ ہیں، یہ ہمارے کرتوت ہیں، اے اللہ ہمارے ساتھ درگذر کا معاملہ فرما، ہمارے ساتھ معافی کا معاملہ فرما، اے اللہ ہمارے پاس کوئی عمل نہیں ہے، ہمارے پاس نیکیوں کا کوئی ذخیرہ نہیں ہے، ہم آپ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کے شہ میں اپنا بچاؤ چاہتے ہیں اے اللہ پورے عالم کے مسلمانوں کے لئے حفاظت کے فیصلے فرما، پورے عالم میں جو انتشار پیدا ہو رہا ہے، یا اللہ پورے عالم میں جو کھلبلی مچی ہوئی ہے، اے رب کریم محض اپنے لطف وکرم سے ہر جگہ مسلمانوں میں اطمینان وسکون پیدا فرما، ہر جگہ مسلمانوں کے لئے حفاظت وکامیابی کا فیصلہ فرما۔ یا اللہ جن بھائیوں نے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا یا ہمارے پاس خطوط بھیجے یا دعا کے مقصد سے ہمارے پاس آئے، یا اللہ سب ہی کے حالات سے آپ اچھی طرح سے واقف ہیں ۔یا اللہ ہر ایک کے جائز مقاصد میں پوری پوری کامیابی نصیب فرما۔ اے اللہ ہماری دعاؤں کو محض اپنے لطف وکرم سے قبول فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن. نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْأَلُہُ الْکَرَامَۃَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّہٗ قَدْ دَنٰی اَجَلِیْ وَاَجَلُکُمْ ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ، بَعَثَہٗ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْراً. مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِہِمَا فَاِنَّہٗ لَایَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئاً نَسْأَلُ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنْ یَّجْعَلَنَا مِمَّنْ یُّطِیْعُہٗ وَیُطِیْعُ رَسُوْلَہٗ وَیَتَّبِعُ رِضْوَانَہٗ وَیَجْتَنِبُ سَخَطَہٗ،فَاِنَّمَا نَحْنُ بِہٖ وَلَہٗ. وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَاتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً. اَمَّابَعْدُ!

اعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم ـــــ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ[1]

ترجمہ: (اے مؤمنو!) اورسب خداکے آگے توبہ کروتاکہ تم فلاح کو پاؤ۔

میرے محترم بزرگو! اورمیرے پیارے عزیزدوستو! کوئی لمبی چوڑی بات آپ کے سامنے عرض نہیں کرنی، بس اپنی نادانی، اپنی بے حسی کا شکوہ ہی کرنا ہے اور ہر ایک کے اندر یہ بے حسی کا مرض ہے، اورانتہادرجہ کے کمال کوپہنچ چکاہے، یہاں تک کہ اس بے حسی کا احساس ہی

(۱) سورۂ نور آیت: ۳۱

نہیں رہا۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

حدیث پاک میں عصر حاضر کا بیان: مخبر صادق امین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل اس دور کی کیفیت بیان فرمادی، رزین کی روایت ہے:

"کَیفَ اَنتُم اِذَا فسق فتیاتِکُم وَطغٰی نِسَاؤُکُم "[1]

کیا حال ہوگا جب کہ تمہاری کنواری لڑکیاں بدکار ہوجائیں گی اور تمہاری منکوحہ عورتیں تمہاری نافرمان ہوجائیں گی؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: کہ اے اللہ کے نبی! کیا ایسا ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ: ہاں! یہ ہوکر رہے گا اور اس سے بھی زیادہ بڑھ کر، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین انتہائی گھبرا گئے کہ اس سے بھی بڑھ کر اور کیا مصیبت ہمارے اوپر آئے گی، عرض کیا کہ: اس سے زیادہ اور کیا ہوگا؟ ارشاد فرمایا مخبر صادق امین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: اس سے زیادہ بڑھ کر یہ ہوگا کہ بھلی بات کا حکم دینا چھوڑ دو گے اور برائی سے روکنا چھوڑ بیٹھو گے۔

مولانا سراج کا شعر: ہر آدمی کہے گا کہ ہم نے تو مولانا سراج الدین دیوبندی کا شعر سن رکھا ہے۔

سن اے سراؔج غیر کا قصہ نہ چھیڑ تو
تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ہر آدمی اس فکر میں ہے کہ اپنا پیٹ زیادہ سے زیادہ بھر جائے، چاہے اسے اپھارا ہی نہیں ہیضہ ہی کیوں نہ ہوجائے، تو ارشاد فرمایا کہ: اس سے زیادہ بڑھ کر یہ ہوگا کہ بھلی بات کا حکم دینا چھوڑ بیٹھو گے اور برائی سے روکنا چھوڑ بیٹھو گے، صحابہ یہ سن کر دہل گئے اور عرض کیا کہ: اے اللہ

(۱) رواہ ابو یعلیٰ والطبرانی فی الاوسط، عن ابی ھریرۃؓ مجمع الزوائد ھیثمی ج:۷ ص: ۲۸۰

کے نبی! کیا یہ بھی نوبت آئے گی؟ کیا یہ بھی ہماری حالت ہو جائے گی؟ جو ہماری خصوصیت تھی اور جس کی بنا پر ہمیں خیر الامم کا لقب مرحمت فرمایا گیا تھا، کیا وہ ہماری خصوصیت ہم سے جاتی رہے گی؟

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"[1]

ارشاد فرمایا: ہاں تمہاری اس سے بھی زیادہ بڑھ کر بری حالت ہو جائے گی صحابہ جو تمام عالم میں انبیاء علیہم السلام کے بعد اللہ عز اسمہ نے ہر کمال سے ان کو نوازا، ان کی فہم و فراست اور ان کی سمجھ بوجھ اور ان کا زہد و تقویٰ اور ان کی جود و سخاوت ایسی ہے کہ اگر پورے عالم میں چراغ لے کر تلاش و گے کسی کی نظیر نہیں مل سکے گی۔

عشرہ مبشرہ صحابی: طلحہ فیاض جلیل القدر صحابی ہیں، عشرہ مبشرہ میں ان کا شمار ہے، یعنی ان مخصوص صحابہ میں ان کا شمار ہے جن کو ایک مجلس مبارک میں ان کے اسماء گرامی لے کر ان کے نام لے کر رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنتی ہونے کا سرٹیفکٹ مرحمت فرما دیا۔ فرمایا: ابو بکر جنتی، عمر جنتی، عثمان جنتی، علی جنتی، طلحہ جنتی، زبیر جنتی، عبد الرحمٰن بن عوف جنتی، سعد بن ابی وقاص جنتی، ان سب کے جنتی ہونے کا پروانہ مرحمت فرما دیا۔ ان ہی حضرات میں طلحہ فیاض بھی ہیں، جن کی پوری زندگی میں ایک مرتبہ نماز چھوٹ گئی، مسبوق ہو گئے، یعنی جماعت تو مل گئی بھاگتے دوڑتے، جیسا کہ آج کل ہمارا حال ہے، اللہ تعالیٰ فقہائے کرام کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ہمارے لئے پہلے ہی رعایت نکال دی، اسی لئے ہمیں زیادہ اہتمام نہیں رہا، فقہاء یوں کہتے ہیں کہ اگر کوئی بھاگتے دوڑتے، بالکل آخر میں التحیات میں آ کر اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ گیا تو اسے بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ ہم تو یوں ہی کیا کریں لیکن صحابہ مخبر صادق

(۱) سورۃ آل عمران آیت: ۱۱۰

امین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک ارشاد عالی پر عمل کر کے دنیا کو دکھلا گئے، کہ یہ ہوتے ہیں عمل کے کرنے والے۔

تکبیر تحریمہ کی پابندی پر دو پروانے: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص نے چالیس دن ایسے طریقہ سے نماز ادا کی کہ اس کی تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں۔ ایک جہنم سے بری ہونے کا، دوسرے نفاق سے بری ہونے کا۔[1]

تکبیر تحریمہ کے پانچ قول: تکبیر تحریمہ میں پانچ قول ہیں:

پہلا قول: یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ وہ ہے کہ جس نے امام صاحب کے ساتھ اللہ اکبر کہا ہے، اصل تو یہی ہے اس کا ثواب بہت بڑا ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ جس نے سورۂ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے شرکت کر لی۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے اندر شرکت کر لی۔

چوتھا قول: یہ ہے کہ جس نے سورت کے اندر شرکت کر لی۔

پانچواں قول: یہ ہے کہ پہلی رکعت مل گئی چاہے رکوع میں آ کر شامل ہوا ہو۔

بھائی ہر بات کی گرہ لگا لیا کریں، ایک بات سنی ایک گرہ، دوسری بات سنی دوسری گرہ، تا کہ گھر جاؤ تو اہلیہ محترمہ پوچھیں کہ حاجی جی یہ کیسی گرہیں ہیں تو یاد آ جائے کہ او ہو تین باتیں سنی تھیں اور یہ نسخہ کس کا تھا؟ حضرت اقدس سید الطائفہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا اسماعیل صاحب کا کسے کہیں اسماعیل؟ ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم ارے اسماعیل دو لفظوں سے مرکب ہے، ایک اسمع عربی کا لفظ ہے اور ایک ایل عبرانی لفظ ہے، دونوں کو

(۱) الترغیب والترھیب: الترغیب فی صلاۃ الجماعۃ، رقم: ۹، ص: ۱۶۰، ج: ۱

ملا کر اسماعیل ہو گیا ہے، سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ عزاسمہٗ کے آگے دعا کی تھی، پلا پلا کر روتے تھے اور آنسو بہائے اسی یا چوراسی یا چھیاسی سال کی عمر میں "رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ"[1] اے اللہ ایک نیک بیٹا دے دیجئے، بڑے میاں چوراسی سال کی عمر میں بچہ مانگ رہے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں اسباب کی بھی ضرورت نہیں ہے وہاں تو طلب صادق کی ضرورت ہے، اللہ عزاسمہ نے فوری فرشتہ بھیجا: "فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ"[2] جاؤ خوشخبری سنا دو ہمارے بندے کو، ایک بیٹا دیا جائے گا۔ انتہائی تحمل والا، جو خدا کے حکم عالی پر کہہ دے گا کہ گلا کاٹ دو، اچھی طرح کاٹ دو جب ہی تو قرآن پاک میں ان کو یہ لقب دیا گیا ہے "وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا"[3] ارے سنا دو، انہیں قرآن پاک میں، کتاب میں، اسماعیل کا قصہ، ان اسماعیل کی خصوصی صفت کیا ہے؟ "إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ" وہ تھے بات کے سچے، بات کے پکے، باپ نے کہا: اے میرے بیٹے! میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں "فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى" اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟ ابا جان کو جو چوراسی سال کی عمر میں بہت دعاؤں کے ثمرہ میں وہ بیٹا مرحمت فرمایا تھا کہ چودھویں رات کا چاند بھی شرماتا تھا، کہ یہاں تو ایک چاند پہلے سے نکلا ہوا ہے اور وہ چاند جن کی صلب مبارک میں وہ نور ودیعت فرما دیا تھا جن سے پورا عالم منور ہونے والا تھا، اس لئے چاند کو شرم آتی تھی نکلتے ہوئے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس وقت باپ نے کہا:

"يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى"[4]

(۱) سورہ صافات آیت: ۱۰۰

(۲) سورۂ صافات آیت: ۱۰۱

(۳) سورۂ مریم آیت: ۵۴

(۴) سورۂ صافات آیت: ۱۰۲

اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں،
تمہاری کیا رائے ہے؟

"قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ"[۱]

والدین کی اطاعت: اللہ معاف کرے! ایک تو وہ دور تھا، ایک دور آج ہے نہ معلوم کتنے ہمارے پاس تعویذ اور دعا کے لئے آتے ہیں، کس لئے؟ کہ جی باپ کے اوپر دعویٰ کر رکھا ہے، باپ بیٹے کا مقدمہ چل رہا ہے کس چیز کا، کہ ہمیں زمین نہیں دیتے ہیں، ایک بھائی کو چاہتے ہیں اور ہمیں نہیں دے رہے ہیں، اس پر ہم نے دعویٰ کر دیا ہے، میں نے کہا بے وقوف باپ کا تو اتنا حق ہے کہ تیرا کرتا بھی چھین لے "اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ"[۲] تو بھی تیرا مال بھی باپ ہی کا تو ہے، لیکن ایک وہ تھے "یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ" ابا جان آپ کر گزریں جو آپ کو حکم ملا ہے، انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔

جب گردن پر چھری چلی: "فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ"[۳]

ترجمہ: جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔

اس کیفیت کو کوئی بیان نہیں کر سکتا، مفسرین نے بیان کیا ہے، "تَزَلْزَلَتْ سُکَّانُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" جس وقت باپ نے بیٹے کی گردن پر چھری چلانے کا ارادہ کیا اور چھری رکھی، آسمان اور زمین کے درمیان میں ایک بھونچال آگیا، اور بڑے بڑے مقرب فرشتے اور عرش الٰہی کے تھامنے والے فرشتے، اور انتہائی دین و دیانت میں اونچا درجہ رکھنے والے فرشتے حیران ہیں کہ عجیب حکمت ہے اللہ عز اسمہ کی، اللہ کا نام نامی لینے والا پورے عالم میں پورے

(۱) سورہ صافات آیت: ۱۰۲

(۲) رواہ البزار، عن عمرؓ مجمع الزوائد ج: ۴ ص: ۱۵۴

(۳) سورہ صافات آیت: ۱۰۳

سنسار میں ایک ہے اور اس کا لخت جگر اور اس کا نور نظر اور اس کے راحت کا سبب، آج اسی کے ہاتھوں سے ذبح کرایا جارہا ہے۔

بہر کیف! عرض میں کر رہا تھا کہ اسماعیل دو لفظوں سے مرکب ہے، ایک اسمع، دوسرا ئیل ہیل کہتے ہیں عبرانی زبان میں خدا کو، اور اسمع ہے عربی، خدا نے سن لی، ایسے ہی مولانا الیاس صاحب کے ابا جان جو راتوں کو رویا کرتے تھے ان کا ایک واقعہ ہے۔

مرکز نظام الدین کا ابتدائی حال: ہمارے حضرت شیخ نے آپ بیتی میں تحریر فرمایا اور اپنے خاندانی بزرگوں سے سنا کہ حضرت مولانا اسماعیل کے زمانے میں رات کا کوئی حصہ ایسا نہیں گزرا کہ جس میں سارے کے سارے گھر والے سو رہے ہوں، ابتدا میں حضرت مولانا اسماعیل اور مولانا محمد میاں صاحب لیٹ جاتے تھے، مولانا یحییٰ صاحب حضرت شیخ کے والد کتاب دیکھتے، حدیث پاک کا مطالعہ فرماتے رہتے، تہائی رات تک، اور تہائی رات گزر جانے کے بعد ابا جان کے پیر دباتے تھے، ابا جان اٹھ جاتے تھے، مولانا اسماعیل صاحب اور وہ وضو کر کے نیت باندھ لیتے تھے، اور یہ اپنی کتاب رکھ کر اپنے بستر پر لیٹ جاتے تھے، اور جب آخری تہائی رات رہ جاتی تھی ابا جان بھی نفلوں کا سلام پھیر کر اپنے صاحبزادے حضرت مولانا محمد میاں صاحب کو جگادیتے، یہ سلسلہ ایسا ہی رہتا تھا، اور راتوں کو روتے تھے یہ ہے اسماعیل، خدا نے سن لی، خدا نے سن لی بات اس بوڑھے کی جس نے خدا سے کہا ہے کہ اے اللہ میری اولاد سے دین کا کام لیجیے گا۔

ایک میواتی کا خواب: حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے بعد جب مولانا محمد یوسف نے کام سنبھالا، ایک میواتی نے خواب دیکھا یا ویسے ہی بشارت ہوئی، کہ حضرت مولانا الیاس اپنے حجرہ مبارک سے نکلے اس وقت مرکز میں چار حجرے تھے، اور ہر

ایک میں جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے، کہ یہاں والے کیا کر رہے ہیں، سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں یا تسبیح پڑھ رہے ہیں، یہ میواتی حضرت مولانا الیاس صاحب کے پیچھے پیچھے ہولیا، یہاں تک کہ جب دیکھ بھال کر حجرہ میں جانے لگے، تو ان سے پوچھا بھائی کیا کہے؟ عرض کیا: کہ جی میرے واسطے دعا کر دو کہ اللہ ایسے ہی ایک لونڈا مجھے بھی دے دے، جیسا تمہیں دیا، ایک لونڈا مجھے بھی مل جاوے، فرمایا: ارے یہ تو میرے باپ دادا کی دعائیں ہیں، ان کے آنسوؤں کے بہانے کا ثمرہ ہے، وہ راتوں کو رویا کرتے تھے، اس رب کریم نے رونے کو قبول فرمالیا۔

مولانا محمد اسماعیل صاحب کا معمول: حضرت مولانا اسماعیل صاحب ہر تیسرے مہینے نظام الدین سے کاندھلہ تشریف لاتے تھے اور کاندھلہ کی جامع مسجد میں تقریر فرمایا کرتے تھے اور تقریر میں کئی کئی مسئلے بیان فرماتے تھے، اور ہر مسئلہ پر یہ فرماتے تھے کہ اپنے پلے میں گرہ باندھ لینا، تاکہ یہ بات تمہیں گھر جانے کے بعد یاد رہے، اور جب اہل خانہ تم سے پوچھیں کہ کیا سن کے آئے ہو؟ تو تمہیں خود وہ مسئلہ یاد آجائے، میرے دوستو! میں تو مختصری بات کہنے کے لئے بیٹھا تھا کہ آج ہماری حالت ایسی ہے کہ جو شعر میں نے پڑھا تھا، شاعر کو پہلے ہی کچھ حالات کا انکشاف ہو گیا تھا۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اس پر میں نے رزین کی حدیث پاک سنائی تھی کہ مخبر صادق امین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کَیفَ بِکُم اِذَا فَسَقَ فَتیَا تکُم وَطَغَی نِسَاءُ کُم" (۱)

کیا حال ہوگا جب کہ تمہاری کنواری لڑکیاں بدکار ہو جائیں گی اور تمہاری منکوحہ عورتیں

(۱) رواہ ابو یعلی والطبرانی فی الاوسط عن ابو ہریرۃؓ مجمع الزوائد ھیثمی ج:۷ص:۲۸۰

تمہاری نافرمان ہوجائیں گی، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ کیا یہ ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ: ہاں! یہ ہو کر رہے گا۔ اور اس سے بھی بڑھ کر، صحابہ نے عرض کیا کہ: اس سے زیادہ بڑھ کر اور کیا ہوگا؟ فرمایا: بھلی بات کا حکم دینا چھوڑ بیٹھو گے اور برائی سے روکنا چھوڑ بیٹھو گے۔

بہت ضروری بات: ایک بات بہت ضروری اور بہت ہی اہم ہے، بہت ہی کارآمد ہے، پلے باندھ لینا، حضرت اقدس شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی جن کو شیخ الہند کے لقب سے کوئی پکارتا تھا تو حضرت تھانوی ناراض ہوتے تھے، کہ کیا کہہ رہے ہو؟ ارے انہیں ہندوستان کا شیخ بتلاوے، وہ میرے استاد پورے عالم کے شیخ تھے، شیخ عالم مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ جب مالٹا کی اسارت اور وہاں کی صعوبتیں اور وہاں کی تکلیفیں برداشت کر کے تشریف لائے ہیں، جن کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تو علمائے دار العلوم کو جمع فرمایا اور فرمایا کہ: اتنے عرصہ کے بعد، اتنی مدت کے بعد، دو باتیں سمجھ میں آئی ہیں، لوگوں کو حیرت ہے کہ بڑے میاں کیا فرما رہے ہیں، پچاس برس تو پڑھائی ہے یہاں بیٹھ کر بخاری شریف اور ترمذی شریف، جن کے شاگرد کون ہیں؟ اشرف العلماء حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور جن کے شاگرد کون ہیں؟ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور جن کے شاگرد کون ہیں؟ مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ دہلوی، یہ کہہ رہے ہیں کہ دو باتیں سمجھ میں آئیں، بھائی پہلے کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی، بغیر سمجھے پڑھاتے تھے، سارے متوجہ ہو گئے کہ وہ دو بات کیا ہیں؟ فرمایا مالٹا کی اسارت میں دو باتیں سمجھ میں آئی ہیں:

ایک بات تو یہ ہے کہ جب تک کہ سارے کے سارے متفق ہو کر، سارے کے سارے جمع ہو کر کوئی کام نہیں کریں گے، مدد خداوندی نہیں آئے گی۔ دوسرے دین کے تمام شعبوں پر جب تک محنت نہیں کی جائے گی، یہ نہیں ہے کہ ایک چیز لے لی جائے، دوسری چیز چھوڑ دی جائے۔ دین کن چیزوں کا نام ہے؟ آج تک ہمیں یہی خبر نہیں، چاہے کوئی مفتی ہو، چاہے کوئی فقیہ ہو۔

امورِ مدارِ دین: طحطاوی نے درمختار کے حاشیہ میں لکھا ہے: کہ مدار امورِ دین پچیس چیزوں پر ہے، پچیس چیزوں کے مجموعہ کا نام دین ہے۔ اور پھر ان کی وضاحت کی ہے پہلے اعتقادات، پھر عبادات پھر معاملات، پھر حدود، پھر اخلاق وعادات اور ان کی کم از کم پانچ پانچ قسمیں ہیں، تو یہ پچیس ہو گئیں، پچیس چیزوں کے مجموعہ کا نام گویا دین ہے، جیسے یہ گھڑی ہے، اگر کسی کے پاس ایک سوئی ہو اور لوگوں سے کہے کہ میرے پاس گھڑی ہے تو یہ ہمارے سیدھے سادھے حاجی جی بھی کہیں گے ارے بیوقوف کیوں چکر دے رہا ہے یہ تیرے پاس گھڑی ہے، ارے یہ تو ٹوٹی ہوئی سوئی ہے، سوئی کو تو گھڑی نہیں کہتے یا کہہ دیں گے؟ تو دین تو پچیس چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

تو شیخ عالم نے فرمایا ایک تو اجتماعیت ضروری ہے سب کا اتفاق ضروری ہے اور دین کے ہر ہر شعبہ پر محنت کا کرنا ضروری ہے میں تو مدت سے کہہ رہا ہوں کہ پنجاب میں غصب میراث کی برائی شروع ہوئی تھی اس وقت حضرت تھانویؒ نے اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ نے یہ رسالہ (غصب المیراث) لکھوایا تھا بھائی یہیں سے بہن کا حصہ دینا چالو کرو اور پھوپھی کا حصہ نکالنا شروع کرو اور یہیں سے بیوی کا حصہ نکالنا چالو کرو۔

بہرکیف! عرض میں کر رہا تھا یہ تو بات بالکل عیاں ہے اور بالکل ظاہر ہے اور سو فیصد اس کو آدمی صحیح مان رہا ہے اور ہر آدمی کی زبان پر ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے ہمارے اعمال کے نتائج ہیں:

"وَمَا اَصَابَكُم مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ وَمَا اَنْتُم بِمُعْجِزِيْنَ فِي الاَرْضِ وَمَالَكُم مِن دُوْنِ اللهِ مِنْ وَلِيٍ وَّلَانَصِيْرٍ"[1]

کہ تمہیں جو کچھ پریشانی اور مصیبتیں لاحق ہو رہی ہیں، یہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے،

(۱) سورہ شوریٰ آیت: ۳۱-۳۰

اور فرماتے ہیں کہ ہم تو تمہاری بہت سی خطاؤں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ ''وَمَآ اَنْتُم بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ'' ''اگر تمہاری ایک ایک بات پر ہم گرفت کرنے لگیں اور تمہاری پکڑ شروع کر دیں تو ہمیں نہیں ہرا سکتے، ہم سب کو پکڑ سکتے ہیں ایک ایک غلطی پر، لیکن ارشاد فرماتے ہیں، اگر ہم پکڑنے لگیں تو تمہارا کوئی بھی حمایتی اور مددگار نہیں ہوگا۔

ایک جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں:

''ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَھُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ''[1]

اور ایک نہیں نا معلوم کتنی آیتیں ہیں میرے دوستو جن کی طرف اشارہ کرنا بھی تھوڑے سے وقت میں بہت مشکل ہے، یہ تو ہر شخص کو اقرار و اعتراف ہے، اور یہ بھی کہ عمل کرنا بھی بہت دہلا (مشکل) کام ہے اگر کسی کو غصب میراث دی کہ بھائی بہن کا حصہ دو تو کہتے ہیں بہت دہلا (مشکل) کام ہے ابی ہم نے جب بیاہ کیا تھا، اس وقت سب کچھ دے دیا تھا، آج اس کا تصور بھی مشکل ہو گیا، تو اس کے لئے بہت آسان نسخے کا ارادہ تھا کہ سب سے زیادہ آسان نسخہ جو ہے، وہ آج آپ کو بتلا دوں اور تو چیزیں دہلی معلوم ہوں سہلی (آسان) بھی بات معلوم ہونی چاہئے، سہلی بات یہ ہے، مجرم اقراری بن جاؤ۔

آج کے سبق کا حاصل: آج کے سبق کا یہی حاصل ہے، آج کے سبق کا خلاصا ہے، ہر آدمی اس جملہ کو اپنے دل کے اندر نوٹ کر لے کہ ہر آدمی مجرم اقراری بن جائے، مجرم اقراری کیسے کہیں؟ اپنے جرائم کا اعتراف کر لے۔

دو باتیں آپ کو اور سنا دوں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی، کہ اے اللہ کے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، جناب والا مجھے کوئی ایسی

(۱) سورہ روم آیت: ۴۱

دعا بتلادیں کہ نماز کے آخر میں پڑھا کروں۔ ارشاد فرمایا: اے ابوبکر اپنی نماز کے آخر میں پڑھا کرو:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْماً کَثِیْراً وَّلَایَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِی مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِی اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ[1]

اے اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، بڑا ظلم، ایک روایت میں ہے مسلم شریف کی روایت ہے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْماً کَبِیْراً" اے اللہ میں نے اپنی جان کے اوپر بہت بڑا ظلم کر رکھا ہے یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتلایا۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی فضیلت: سوال ہوتا ہے کہ بھائی ابوبکرؓ تو بہت سچے پکے آدمی تھے بڑے دیندار تھے، سب کچھ اللہ کے دین کے لئے لٹا دیا ان کے پلے کچھ نہیں رہا، جب ہی تو کتابوں میں لکھا گیا، عقائد کی کتابوں میں عقائد نسفی کھول کر دیکھ لیجئے گا:

"اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ"

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی جماعت کے بعد سب سے زیادہ افضل ترین شخصیت جو ہے، وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔

یہاں تک کی ان بزرگوار سے بھی جن کے ایمان کی اللہ نے تصدیق فرمائی: وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ[2] ان سے بڑھ کر کون ہیں؟ ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد عالی "قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ آمَنَّا بِاللّٰہِ وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْن "[3] حواریوں نے کہا ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار، ہم ہیں اللہ کی ذات عالی پر ایمان لانے والے، اللہ نے ان کے ایمان کو قبول فرمایا اور اپنے کلام پاک میں ان کے ایمان کو بیان فرمایا لیکن ابوبکر صدیقؓ کا ایمان ان سے بھی افضل ہے۔ "اَفْضَلُ النَّاسِ

(۱) رواہ الترمذی ج:۲، ص:۱۹۲

(۲) سورۃ مومن آیت:۲۸۔ (۳) سورۃ آل عمران آیت:۵۲

بَعدَالانبِیَاءِ اَبوبکرِ الصِّدِّیقُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُ" پھر کیا وجہ ہے؟ کہ ابوبکر سے نماز میں اقرار واعتراف کرایا گیا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفسِی ظُلماً کَثِیراً الخ اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت پاپ کرر کھے ہیں اور بہت ظلم کرر کھے ہیں، وہ ظلم کیا ہے؟ شراح حدیث نے تو بالکل اپنا قلم روک لیا، کہ ہماری سمجھ میں بات نہیں آئی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ میں کون سا پاپ ہے، ایسا کون سا ظلم ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے اندر خداوند قدوس کے آگے ہاتھ باندھ کر اقرار واعتراف کرایا گیا۔

مجرم اقراری بننے کی وجہ: سیدالطائفہ امام الاولیاء قطب عالم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ وبرداللہ مضجعہ وطاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ الاعلیٰ مثواہ نے ارشاد فرمایا: کہ اس میں بات یہ ہے کہ اللہ نے اپنے پیارے نبی کو وہ نماز مرحمت فرمائی، جو سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی تھی، سارے فرشتوں کو دی گئی تھی۔ اور ساری مخلوق کو دی گئی تھی، سب کا مجموعہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت فرمایا گیا اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت پر شفقت فرمائی اور فرمایا، کیا فرمایا؟ "صَلُّوا کَمَا رَأَیْتُمُونِی أُصَلِّی"[1] ایسی نماز پڑھو جیسا کہ تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اور ایسی نماز کسی کی ہو نہیں سکتی، نہ صدیق اکبرؓ کی، نہ فاروق اعظمؓ کی، نہ عثمان غنیؓ کی، نہ علی حیدرؓ کی۔

خلفائے اربعہ کی نماز: علی حیدر کی نماز یہ سارے میں چوتھے ہیں، درجے تو سب ہی کے اعلیٰ وارفع ہیں لیکن درجات میں ترتیب ہے۔ ان کے ایک لڑائی میں تیر لگ گیا، نکالیں تو بڑی تکلیف ہو، حضرت حسن نے فرمایا ابھی ذرا ٹھہر جاؤ ابھی نہ نکالو، جب نماز کی نیت باندھ لیں گے، جب نکالنا جب پتہ ہی نہیں لگتا۔ حضرت علی نے نماز کی نیت باندھی، تیر نکال لیا گیا، انہیں

(۱) متفق علیہ، عن مالک بن الحویرثؓ۔ مشکوٰۃ ص: ۶۶ (الفصل الاول)

پتہ ہی نہیں چلا، نماز کا سلام پھیر کر دیکھا تو فرمایا بھائی یہاں تیر چبھا ہوا تھا، عرض کیا جی وہ تو نکال لیا تو یہ تھی نماز، کس کی؟ علی حیدر کی۔

ان سے بڑھ کر ہے حضرت عثمان غنیؓ کی نماز ،ارے وہ تو چلے گئے بے چارے مفتی جی (قاضی ثناءاللہ صاحب پانی پتیؒ) کتاب لکھ کر مالا بدمنہ، اس میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی زیادہ لمبی چوڑی نفلیں نہیں پڑھتے تھے کہ انہیں گننا پڑے کہ بارہ ہوئیں یا آٹھ ہوئیں، وہ تو وتر کی ایک رکعت میں ایک قرآن ختم کر لیتے تھے۔ یہاں تو کبھی کبھار اگر رمضان میں سبح اسم وتر میں پڑھ لے، تو مقتدی پیچھے پڑ جاتے ہیں، کہ حافظ جی آج ساری رات رکھو گے کیا؟ اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰا کیوں نہیں پڑھی؟ یہ بھی تو قرآن کی سورت ہے یہ تھی حضرت عثمان غنیؓ کی نماز، کہ وتر کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز کیا تھی؟ ان کو کون بیان کر سکے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے دوستو! وقت نہیں ورنہ اشارہ کرتا کہ صدیق اکبر کو جو نماز دی گئی ہے وہ بھی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کے مثل نہیں اس لئے فرمایا گیا کہ مجرم اقراری بن جاؤ۔

نماز سے کبائر کی معافی: ایک قصہ اور سنا دوں بڑے کام کی بات ہے کئی مرتبہ پہلے بھی بتلائی مگر تمہارے یاد نہیں رہتی ہے، میں کہاں تک یاد دلاؤں، کسی نے حضرت تھانویؒ سے پوچھا کس سے؟ اشرف العلماء حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے کہ نماز میں جب یہ دعا پڑھی جاتی ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمۡتُ نَفۡسِی ظُلۡمًا کَثِیۡرًا الخ یہ دعا پڑھتے وقت میں اگر کوئی شخص یہ نیت کر لے کہ میرے سارے گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں نئے ہوں یا پرانے ہوں جو مجھے یاد ہیں یا میں بھول گیا ہوں علی الاعلان کئے ہیں یا چھپ کر دروازہ بند کر کے میں نے کئے ہیں، میرے سارے کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے تو کیا اس کے سارے کے

(۱) مالابدمنہ ص: ۵۸، مطبوعہ امدادیہ دیوبند

سارے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ مولانا نے فرمایا: ہاں اور لکھ کر دیا کہ جو نیت کرے گا تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے، جب کہ نماز میں اس کا پڑھنا مستحب ہے، سنت یا واجب نہیں، مستحب پر اتنا اجر و ثواب ہے اگر کسی نے نیت کر لی اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْماً کَثِیْراً اس کا کیا مطلب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مجرم اقراری بن جاؤ۔ مجرم اقراری بن گئے مالک الملک کے دربار عالی میں، کہ اے اللہ نہ ہمارا استنجا ہی صحیح ہوا ہے، اور نہ ہمیں خبر ہی ہے کہ استنجا کیسے کرنا چاہئے۔

ترمذی شریف کی شرح میں ابن عربی نے ص: ۲۸۔۲۹ دو صفحوں پر استنجے کی سنتیں بیان فرمائی ہیں۔ تینتیس سنتیں ہیں استنجے کی اور وضو کی سنتیں؟ اجی کتاب میں تیرہ لکھیں، ارے تیرہ تو بچوں کو یاد کرانے کے لئے ہیں، مولوی جی لکھنؤ میں تھے، شیخ الاسلام مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی، انہوں نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں، اور حاشیہ میں کیا اتنی موٹی کتاب ہے اور اتنے بڑے بڑے صفحے میں ساٹھ صفحوں پر وضو کی سنتیں بیان فرمائی ہیں اور فرمایا کہ میرے سے پہلے کسی بھی کتاب میں کسی بھی شخص نے کسی بھی عالم نے ایک جگہ یہ ساری سنتیں بیان نہیں کی ہیں، کل کتنی ہیں؟ ایک سو پانچ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھر پور جزائے خیر عطا فرماویں، ہندوستان کے نہیں ایشیاء کے مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ نے تیرہ لکھیں ہیں، مگر ہمیں تیرہ بھی یاد نہیں، اگر یہاں پوچھا جائے تو تیرہ بھی تیرہ ہی سناویں گے، یوں کہیں تیرہ تین ہو گئیں، وہ کہاں یاد رہیں ہمیں، ہم تو دنیا کے دھندوں میں بزی (مصروف) ہیں۔

بہر کیف: عرض میں کر رہا تھا کہ مجرم اقراری بن جاؤ مجرم اقراری کیسے بن جائیں؟ "وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ"[1] اے ایمان والوں سارے کے سارے رل مل کے اجتماعی طریقہ سے اللہ کے آگے توبہ کرو اور اللہ سے معافی چاہو۔

(۱) سورۂ نور آیت: ۳۱

اللہ کا ارشاد عالی ہے:

"یَاابنِ آدَمَ اِنَّکَ مَادَعَوتَنِی وَرَجَوتَنِی غَفَرتُ لَکَ عَلٰی مَاکَانَ فِیکَ وَلااُبَالِی یَابنِ آدم لَوبَلَغَتْ ذُنُوبکَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغفَرتَنِی غَفَرتُ لَکَ یَابنِ آدم لَواَتَیْتَنِی بِقُرابِ الاَرضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیتَنِی لاتُشْرِکُ بِی شَیْئًالاَتَیْتُکَ بِقُرابِهَا مَغفِرَةً."

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ارشاد عالی ہے جیسا کہ کسی سے غلطی ہوگئی۔ کسی کو کوئی ملازمت کی ضرورت ہے اس نے درخواست دی ہے پیش کار نے جج صاحب سے بات کی ہے اور کہے یوں لکھ کے لاؤ بھائی، یوں لکھ کر لاؤ گے تمہاری درخواست قبول ہوجائے گی، جو تمہاری مانگ ہے تمہیں دے دی جائے گی جو تمہاری غلطی ہے، معاف ہوجائے گی، ایسے ہی حق تعالیٰ فرماتے ہیں: یاابن آدم اے آدم کے بیٹے! جب تک کہ تو ہمیں پکارتا رہے گا اور ہم سے امیدیں وابستہ رکھے گا۔ "غفرت لک" میں تیری خطاؤں کو معاف کرتا رہوں گا" ولا ابالی" مجھے پرواہ نہیں کسی کی کتنی کثیر تعداد میں گناہ کیوں نہ ہو" یاابن آدم لَو بلغت ذُنُوبکَ عَنَانَ السَّمَاءِ" اے آدم کے بیٹے اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں، ثُمَّ استغفرتنی اور تو میرے آگے استغفار کرے "غفرت لک" ارشاد فرماتے ہیں، تیری خطاؤں کو معاف کردوں گا اور فرمایا: یَابنِ آدم لَو اتَیتَنِی بِقُرابِ الاَرضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیتَنِی لاتُشرِکُ بِی شَیئًا اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس اتنی خطائیں لے کر آئے جس نے روئے زمین کو بھر دیا ہو اور کہیں قدم رکھنے کی جگہ نہ چھوڑی ہو اور تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور تو نے مجھ سے معافی چاہی تو ارشاد فرماتے ہیں: لاَتَیتُکَ بِقُرابِهَا مَغفِرَةً میں اتنی ہی مغفرت لے کر تم سے ملاقات کروں گا، تو بھائی اب تو یہ ہے کہ استغفار کو پلے باندھ لو۔ اجتماعی طریقہ سے انفرادی طریقہ سے دھیان کے ساتھ اس کے مفہوم کو اپنے دل میں رکھتے

(۱) رواہ الترمذی جلد: ۲ صفحہ: ۱۹۴ مشکوۃ شریف صفحہ: ۲۰۴ باب الاستغفار عن انسؓ۔

ہوئے پڑھیں۔ انشاء اللہ اگر زندگی رہی اور آنا ہوا تو استغفار کے فضائل عرض کروں گا۔ بس بھائی ذکر کرلو۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دعا کے کلمات: **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وترضیٰ عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَللّٰهُمَّ انزله المقعد المقرب عندک یوم القیامة، یا کبیر انت الذی لایهتد الواصفون لوصف عظمته یا کبیر اللهم لامانع لما اعطیت ولامعطی لما منعت ولاراد لما قضیت ولاینفع ذالجد منک الجد.**

یا اللہ ہمارے گناہوں سے درگذر فرما، یا اللہ ہماری خطاؤں سے درگذر فرما، یا اللہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرما، یا اللہ جو مسلمان انتقال فرما چکے ہیں، ان سب کی مغفرت تامہ فرما، اے کریم مولیٰ جن کی آپ مغفرت فرما چکے ہیں، ان کے صدقے اور طفیل میں ہماری بھی مغفرت فرما، اے رب کریم امت محمدیہ میں جو بیمار ہیں، ان کو صحت کاملہ عاجلہ دائمہ مستمرہ نصیب فرما۔

اور بھی جن بھائیوں نے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا، یا ہمارے پاس خطوط بھیجے یا دعا کا مقصد لے کر ہمارے پاس آئے، اے رب کریم آپ سب کے مقاصد کو پوری طریقہ سے جاننے والے ہیں، ان سب کے جائز مقاصد میں پوری پوری کامیابی نصیب فرما۔ یا اللہ امت محمدیہ مرحومہ پر رحم فرما، یا اللہ امت کی مغفرت فرما، امت کے رخوں کو دین کی طرف پھیر دے، ان کے دلوں میں آخرت کی فکر پیدا فرمادے، یا اللہ محض اپنے لطف وکرم سے ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین

برحمتك يا ارحم الراحمين.